

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226100

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلة الكافية

بين يمين

يعني

ملفوظات مولانا جلال الدين رومی

بإضافة مقدمة وحواشی وتذکرة وتبصرة،

مُرتبًا

عبد المجید

بإتمام مولوی سعودی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ طبع گردید

قیمت پانچ

فہرستِ عنوانات

۱ - ۷	۱ دیباچہ
۹ - ۳۱	۲ تذکرہ صاحبِ ملفوظات
۳۲ - ۴۲	۳ تبصرہ بر ملفوظات
۱ - ۲۴۲	۴ فیہ ما فیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وِیجْہِ اَمْرَبْ

میسویں صدی عیسوی میں کسی کتاب کا آغاز حمد و ثناء سے کرنا، تصنیف اور مصنف دونوں کو بہت مضحکہ بنانا ہے، زمانہ خالی کی روشنی میں یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے محدود علم و ناقص عقل رکھنے والے انسانوں کا جتنا شکریہ بھی ادا کیا جائے، ان کی امداد کا جس قدر بھی اعتراف کیا جائے، انکی محنت و کاوش کے جتنے ہی حوالہ دیئے جائیں سب جائز و درست، بلکہ بہتر و مستحسن، لیکن علیم مطلق، عالم کل، خالق علم و عقل کے لطف و نوازش کرم و احسان کا نام بھی زبان پر لانا تہذیب کے خلاف مصنفین کے فیشن کے خلاف، واپ تصنیف کے خلاف!

لیکن میں اس دستور عام کے خلاف، اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہوں، نہ اس لیے کہ میں کوئی شکر گزار بندہ ہوں، بلکہ اس لیے کہ جس کتاب کے شائع کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے، اس کا میرے ہاتھوں شائع ہونا تمام تر احسانِ خداوندی میں ہوا اس میں نہ میری کسی کاوش و دخل، نہ کسی دوسرے مصنف کی امداد شامل، آج سے آٹھ سال قبل کا ذکر ہے کہ ریاست رام پور کے سرکاری کتب خانہ میں بیٹھا ہوا مختلف کتابیں لٹ پلٹ رہا تھا کہ اسی الٹ پلٹ میں اتفاق سے فارسی کی ایک بوسیدہ و کرم خورد کتاب پر نظر پڑ گئی، نام دیکھا تو فیہ ہنس! دیر تک تو اس کا یقین ہی نہ آیا کہ یہ وہی کتاب ہوگی، جو حضرت مولانا مائے روم کی جانب

منسوب ہے اول کتار ہا کہ یہ شاید اسی نام کی کوئی دوسری کتاب ہوگی، رفتہ رفتہ شک یقین میں تبدیل ہوتا گیا، اور جب یقین آگیا، لکھو وہی حضرت مولانا کی شہرہ آفاق و نایاب کتاب ہے، تو اس وقت کی مسرت قلب کا اندازہ کون کر سکتا ہے، ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم جس اونچے درجے پر خطہ اور ہر گھڑی بلا طلب و بلا استحقاق، بے شمار انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے، اگر ایک تباہ کار اور اندر ندر سیاہ کے ہاتھوں یہ کام انجام دلانا چاہا، تو اس پر حیرت کیوں کی جائے!

پاک ہے، وہ ذات اور ہر حمد کے مت بل ہے وہ ذات پاک جس نے انسان کو ابدی مسرت اور سرمدی راحت کی راہ پر چلنے کے لئے عقل جیسی نعمت اور عقل سے کہیں بڑھ چڑھ کر وحی جیسی نعمت عطا فرمائی، اور سلسلہ وحی کی نعمت کی تکمیل اور انتہا عرب کے اس امی پہ کی، جس نے عرب، عجم، مشرقی، مغربی، گوئے اور کالے، بدوی و حضری، وحشی و شہری، سب کو راہ ہدایت دکھائی، اور جس نے ہر قوم، ہر ملک، ہر زمانہ کے لئے سچی عقل و دانش سچے علم و حکمت، سچی روحانیت، و نورانیت کے دروازہ کھول دیئے،

اسی نامور آقا (صلعم) کے ایک نامور خادم حضرت جلال الدین طنجی معروف بہ مولانا رومیؒ گزرے ہیں، جنکی شہنوی معنوی کا شمار دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں ہے، مولانا کی جانب ایک اور کتاب بھی فیہ مافیہ کے نام سے منسوب تھی، لیکن اب تک اس کا صرف نام ہی نام آتا تھا، اصل کتاب گویا ناپید تھی، رسالہ سپہ سالار میں جو مولانا کے حالات و سوانح میں سب سے زیادہ قدیم و مستند کتاب ہے، صرف ایک مقام پر ضمیمہ مافیہ کا نام آگیا ہے، (صفحہ ۳ رسالہ سپہ سالار) مطبوعہ کانپور) اور کسی قسم کا ذکر مطلق نہیں، مولانا بنی مرحوم نے اپنی سوانح مولانا روم میں مولانا کی تصنیفات کے زیر عنوان حسب ذیل عبارت لکھی ہے۔

”فیہ مافیہ یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے

کے نام لکھے، یہ کتاب بالکل نایاب ہے، اس پر سالانہ اپنے رسالہ میں مضمنا اس کا تذکرہ کیا ہے، (صفحہ مطبوعہ کان پور)

مولانا شبلی غریب تو اسی ہندوستان کے بسنے والے تھے، اہل فرنگ کے ذرائع و وسائل تحقیق و تلاش انھیں کہاں نصیب تھے، لیکن خود پر و فیسر نکلسن بھی اس سے زائد کچھ نہ لکھ سکے کہ ”جمال الدین شرکے بھی ایک رسالہ کے مصنف ہیں جس کا نام فیہ مافیہ ہے جو تین ہزار

ایات پر مشتمل ہے، اور جس میں زیادہ تر معین الدین بردانہ رومی سے خطاب ہے اس رسالہ کے قلمی نسخہ نایاب ہیں“ (مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز، انگریزی صفحہ ۱۸۷)

اسے اگر استاد کا محض فضل و احسان نہ کہے تو اور کیا کہیں کہ جو شے مشرق و مغرب کے زبردست فاضلوں کی نظر سے مخفی رہی تھی اس پر میری نظر بلا جستجو کاوش پڑ گئی، اور اس پر کے کتب خانہ میں اس نسخہ کے نظر آ جانے کے بعد میں نے اس کی نقل حاصل کرنے کی درخواست پیش کر دی، اور میں

شکر گزار ہوں حافظ احمد علی خان صاحب شوق مہتمم کتب خانہ راجپور کا اور سید ناظر الحسن صاحب ہوش بگرامی کا اور سید اولاد حسین صاحب شادان بگرامی کا کہ ان تینوں صاحبوں کی عنایت

و توجہ سے کتاب مذکور کی نقل بعد مقابلہ و تصحیح کے ۱۳۲۷ھ میں مل گئی، اس ۱۳۲۷ھ کے آغاز میں حیدر آباد جانا ہوا اور کارساز مطلق کی کرمی دیکھنے لگا وہاں ایک چھوٹا دود و قلمی نسخہ اس کے میری نظر کے سامنے آگئے، ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں نکل آیا، جو بعض دوسری کتابوں کے ساتھ ایک جلد کے اندر بندھا ہوا تھا۔ اس کی نقل کی اجازت نواب صاحب موصوف نے

بہ سرت دیدی اور جناب سید امین الحسن صاحب سہل موہانی، ناظم ریاست نواب صاحب موصوف کی عنایت و توجہ سے اس نسخہ کی پوری نقل حاصل ہو گئی، دوسرا حیدر آبادی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، اور فرست کتب خانہ کی جلد اول میں تصوف فارسی کے زیر عنوان نمبر ۱۱۱۱

۱۱۱۱ نمبر کی کتاب کو ”ایات پر مشتمل کہنے کا مضمون ہم شہرین کی کلمہ سے بالا ہے،“

درج ہے، اس نسخہ کی نقل کا مسئلہ نواب صدیر یا جنگ مولانا محمد حبیب الرحمن خان صاحب
شروانی کی نگاہ توجہ نے حل کر دیا،

جس کتاب کا ایک ہی نسخہ ناپید سمجھا جاتا تھا اب اس کے تین تین نسخے اللہ کے فضل سے اکٹھے
ہو گئے، تو کتاب کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا، اور تینوں نسخوں کا باہمی مقابلہ شروع کیا گیا، تینوں
میں کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نسبتاً صحیح تر پایا گیا، تاہم تینوں میں اختلافات بہت کثرت سے پائے گئے، گو
زیادہ تر اختلاف محض جزئی و لفظی تھے، کوئی اہم اور بڑا اختلاف جس سے مفہوم ہی سرے سے بدل
جاتا ہو، بھلا اللہ نظر نہیں آیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایک نسخہ آیا تھا جس کی یہ
تینوں مختلف نقلیں ہیں، اور اختلافات جو کچھ ہیں، ان کی ذمہ دار محض کاتبوں کی بے احتیاطی
یا کم استعدادی ہے، اسی اثنا میں مجھ سے اور کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن سے جو مولانا کے
کلام کے خاص شیرازیوں میں ہیں، اس رسالہ کے باب میں مراسلت شروع ہو چکی تھی، اور میں انکی
خدمت میں کتب خانہ آصفیہ والے نسخے کی نقل ارسال کر چکا تھا، پروفیسر موصوف نے اسے دیکھ کر یہی
کہ جولائی ۱۹۳۷ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مستشرقین اور فضلاء
اسلامیات کے سامنے اس رسالہ کے متعلق اپنا مضمون پڑھ کر سنایا بلکہ اپنے قسطنطنیہ کے ذی علم
دوستوں کے ذریعے اس رسالہ کا وہاں کھوج لگانا بھی شروع کر دیا،

خداے کریم کا دروازہ کے الطاف سے کہ ان کا شکریہ کہاں تک ادا کیا جائے، پروفیسر موصوف
اور ان کے دوستوں کی کوششیں بار آور ہوئیں، اور ۱۹۳۷ء میں میرے پاس قسطنطنیہ سے رسالہ کو
کی ایک نہایت خوبصورت اور صحیح نقل پہنچ گئی، جو دراصل چار مختلف قلمی نسخوں سے مقابلہ کے
بعد تیار ہوئی تھی، ہندوستان کے تینوں نسخوں میں سے کسی پر سند کتابت درج نہیں
لیکن انداز سے کوئی نسخہ سو ڈیڑھ سو برس سے زائد کا لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا، قسطنطنیہ کے چار نسخوں

میں سے تین پر تاریخ کتابت درج ہے جو علی الترتیب ۱۔ ۲۶۸ ۲۔ ۲۶۹ ۳۔ ۲۷۰ میں ان میں سے
 پہلا نسخہ مولانا ہی کے سلسلہ مولویہ کے ایک شیخ ازاد، شیخ احمد بن شیخ مصطفیٰ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے
 قسط طنیہ کا نسخہ (جو دہان کے چار مختلف نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح کیا ہوا ہے) یہی نہیں
 کہ ہندوستان کے تینوں نسخوں سے کہیں زیادہ صحیح ہے، بلکہ ان تینوں سے کہیں زیادہ مکمل
 و جامع بھی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جو نسخہ اول بار آیا اور جس کی نقل وہ راپور اور
 حیدرآباد والے تینوں نسخے ہیں وہ ناقص تھا، اور آخر کا ایک بڑا حصہ اس میں چھوڑ دیا گیا تھا چنانچہ
 ناظرین اس مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۰۰ کے وسط پر یہ نوٹ ملاحظہ کریں گے کہ دہان تینوں ہندی نسخہ
 علائم ہو جاتے ہیں، اور باقی ۲۷ صفحہ صرف استنبولی نسخوں میں پائے جاتے ہیں، اس کے مقابلہ
 میں دیباچہ کی عبارت صرف ہندی نسخوں میں ہے، استنبولی نسخوں میں نہیں، اور وہ طہلا ہوا
 اضافہ یا احاق ہے ہندی اور استنبولی نسخوں کے درمیان کہیں کہیں عبارت میں بھی تقدیم و
 تاخیر کا فرق ہے، ان چند چیزوں کے سوا، کوئی بڑا فرق ہندی اور استنبولی نسخوں میں نہیں صحت
 کی بنا پر قدرۃ میں نے سب سے زیادہ اعتماد استنبولی نسخہ ہی پر کیا ہے، اسی کی عبارت کو بعنوان
 ترجیح دی ہے، گو جا ہی کسی ہندی نسخہ (خصوصاً کچھ ناہ صغیرہ) کے نسخہ کی عبارت کو بھی اختیار
 کر لیا ہے، اس حیدرآبادی نسخہ کا نام میں نے نسخہ الف رکھا ہے، اور صد و صد پر حاشیہ میں اس کی
 عبارتوں کو جبکہ دی ہے، استنبولی نسخہ اگر پیش نظر نہ ہوتا، تو لاکھ مشقت پر بھی میں اتنی صحیح اور جامع
 کتاب ہرگز نہ پیش کر سکتا اور اس استنبولی نسخہ کی دستیابی کے لئے پروفیسر نکلسن کے شکر یہ کہ جن
 الفاظ میں لکھوں سب کم ہی ہوں گے،

مختلف نسخوں کی آخری تصحیح و مقابلہ میں مجھے سب سے زیادہ مدد و ندوی ۶۷۰ میں،
 مولوی نور الحق ندوی پیشادری اور مولوی ابوالجلال صاحب ندوی اعظم گدھی سے ملی انہیں

جزئلہ خیر ہے، کتاب میں علاوہ قرآن و حدیث کے جو عربی عبارتیں بہ کثرت آئی ہیں ان کی تصحیح کی ذمہ داری جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے باوجود اپنی عیدم الفرصتی کے بہ کمالِ تقنا اپنے ذمہ لے لی تھی، دورانِ ترتیب و تدوین میں جناب مولانا حمید الدین صاحب اعظم گڑھی صاحب نظام القرآن اور مولانا عبد الباری صاحب ندوی سے بھی بعض مفید و قابلِ قدر مشورہ ملے، حاشیہ شروع سے آخر تک جس قدر بھی ہیں، سب راقمِ سطوؤں کا سرِ مرتب کے ہیں، ہر فصل کی عبارت کو مختلف پیرا گراف (بندوں) میں توڑنے کی جرات بھی میں نے ہی کی ہے، ورنہ ہر نسخہ میں ہر فصل کی عبارت مسلسل تھی اور ہندی نسخوں میں تو فصلیں ہی نہ تھیں، فصلیں صرف آیتوں کی نسخہ میں تھیں، آیات قرآنی کی تخریج نسبتاً آسان تھی، احادیث کی تخریج مجھ جیسے کم علم کے لیے خاص طور پر دشوار تھی، اس دشواری کے حل ہونے میں ایک حد تک مولوی عبدالرزاق خان ندوی علیہ السلام کی مدد ملی اور ان سے بڑھکر میرے مرحوم و محبوب رفیق، عزیز مولانا عبد الرحمن ندوی نگرانی سے مدد ملی اور وہ ترجمہ صرف آیات قرآنی و احادیث نبوی ہی کا درج کیا گیا ہے، باقی عربی عبارتیں عموماً بلا ترجمہ چھوڑ دی گئی ہیں۔ ان ترجموں، نیز دوسرے حاشیوں میں جو کچھ بھی نقائص و اسقام رہ گئے ہیں ان سب کی ذمہ داری تنہا میری ہی ذات پر ہے، کوئی دوسرے صاحب اس ذمہ دار میں شریک نہیں،

قدیم کتابوں کے ایڈٹ کرنے (تہذیب) کا جدید دستور یہ ہے کہ اختلافِ قرأت پر مسلسل نوٹ دئے جاتے ہیں اور چھوٹی بڑی ہر وہ عبارت یا ہر وہ لفظ و مختلف نسخوں میں مختلف طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے خواہ وہ اختلاف ایک نقطہ یا شوشہ ہی کا ہو مگر فٹ نوٹ میں اس کا اختلاف ظاہر کر دیا جاتا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ عام ناظرین تو خیر البتہ، "ما قدین" معارف فرمائیں کہ میں اپنی نااہلی یا نا فہمی سے اس جدید فیض کی نہ عملاً تقلید کر سکا نہ اصولاً اس کی ضرورت کا قائل ہوا

مین نہ اسکا لہو نہ زلیس رچ اسکا لڑنے مستشرقین و علمائے شریات کی صف میں بیٹھنے کی ہوس
اب دل میں باقی ہے تھوڑی بہت محنت جو کچھ بن پڑی ہے، اس سے مقصود مغرب کے اہل قلم
کی نہیں بلکہ مشرق کے اہل ذوق کی خدمت کرنی ہے، تنزیہ کے مطالب کے سمجھنے میں اگر کسی
طالب کو اس رسالہ سے مدد مل گئی اور کسی اہل دل کی دعا، ان اوراق کے جامع کے حق میں
نکل گئی تو اس کا مقصد حاصل ہے، مجھے اپنی کوتاہیوں کا پورا اعتراف ہے اور اگر کوئی دوسرا اس
کام کو کرتا تو یقیناً مجھ سے کہیں بہتر صورت میں انجام دیتا، اصل کتاب میں متعدد فقرے ایسے ہیں
جن کا کوئی مطلب میں نہیں سمجھ سکا ہوں، اکثر ایسے موقع پر نشان استفہام (؟) بنا دیا ہے ممکن
ہے کوئی دوسرے صاحب مطلب نکال لیں، میں نے اسی طرح نقل کر دیا ہے جس طرح پایا تھا
ناظرین کرام سے آخری التماس یہ ہے کہ میری خدمات کے سلسلہ میں اس کتاب میں جو
خامیاں اور لغزشیں نظر آئیں، ان کے متعلق خدا سے قدوس کی صفت ستاری کو یاد کر کے
خطا پوشی کو کام میں لائیں، اور میرے حق میں میری زندگی میں توفیق خیر کی دعا اور موت کے بعد
معفرت کی دعا فرمائیں، اللہ انھیں بھی اجر سے محروم نہ رکھے گا، و آخر دعوانا ان الحمد للہ
سرب العالمین۔

عبد الماجد

دریاباد، بارہنگی

دسمبر ۱۹۲۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تذکرہ

مولانا جلال الدین رومیؒ

صاحب ملفوظات

نام | اسم مبارک محمد، القب جلال الدین، تخلص رومی، تعارف عام نے مولانا سے روم ملے روم، مولوی رومی، مولوی معنوی، کہہ کر پکارا،

لے مولانا کے حالات و سوانح کے اصلی ماخذ یہ دو ہیں :-

(۱) رسالہ سپہ سالار، از فریدون سپہ سالار جھون نے، بہ قول خود، اپنی ایک عمر مولانا کی خدمت اور حضور می میں صرف کر دی تھی، ”خلاصہ عمر خود را بہ ملازمت حضرت اوستغرق و اتم“ کا پورین منشی رحمت اللہ علی مرحوم کے اہتمام سے شہنوی کا جو علی نسخہ چھ جلدوں میں طبع ہوا تھا، اسی کے ساتھ یہ رسالہ بھی حلیہ چھپ گیا ہے۔
(۲) مناقب المارثین، از شمس الدین افغانی، جو دو واسطوں سے مولانا کے سلسلہ میں شامل ہوتے ہیں، یہ کتاب بہت مفصل ہے، لیکن ہر قسم کے طب و یاس روایات کا مجموعہ ہے، اگرچہ میں طبع ہو چکی ہو، لیکن اب بازار میں ناپید ہے۔
صدر اکاؤنٹ کے کتب خانہ مصنفین، مطبوعہ نسخہ موجود ہے، میں زیادہ تر ایک قلمی نسخہ سے مستفید ہوا ہوں، جو مولانا عبد الباقی فرنگی علی مرحوم کے کتب خانہ میں تھا اور دو ترجمہ، حافظ احمد علی خان صاحب منقوش راہپوری، مہتمم کتب خانہ ریاست دہلی، نے شیعہ کیا ہے اور بعض نقل ان دو اصلی ماخذوں کے علاوہ، کتب ذیل سے بھی مستفید ہوا ہوں :-

(۳) اکابر المصنفین فی طبقات الحنفیہ، از عبد القادر قریشی، (مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد و کن)، (۴) مدینہ العلوم از شیخی زعفرانی، نام نام، در کتبہ دار حکیم عبد الحکیم صاحب دیبادی، ۱۹۱۰ء، نقحات الانس، از علامہ جامی، (۱۹) تذکرہ مشہور، از دولت شاہ بھرنی

زمانہ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۳۶ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۶۲۶ء کو بہ مقام پنج عالم آب و گل میں
 قدم رکھا، اور ۶۸ سال قمری، یا ۶۶ سال شمسی کی عمر میں ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۳۶ھ
 مطابق ۱۶ دسمبر ۱۶۲۶ء کو، غروبِ آفتاب کے وقت، عالم ارواح کی جانب مرحلے کی
 نسب اسلسلہ نسب، نور و اطون سے حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے، جو ہر صدیقیت
 کی آب و تاب بزرگانِ خاندان میں نمایاں رہی، چنانچہ مولانا کے جد امجد، حسین بن احمدؒ
 اپنے زمانہ میں ایک نامور صوفی و صاحبِ کیمت بزرگ گریہ میں نانانی سلسلہ حضرت سلطان
 ابراہیم ادھمؒ سے ملتا ہے،

والد امجد مولانا کے والد ماجد سلطان بہاء الدین ولد علم و فضل و زہد و تقویٰ و فقر و طہارت
 میں یگانہ روزگار تھے:-

”بادشاہی بود کالی، صاحبِ کشف، و در ہمہ علوم ظاہر و باطن بے نظیر.....
 پسندیدہ و مقبول و محبوب ہمہ دلہا بود، و وسیع و تقویٰ بہ غایت، و ریاضت
 بسیار، و مجاہدات بیشمار داشت، و بر ہمہ دلہا مشرف بود“ (رسالہ سپہ سالار)
 فتاویٰ علمی و مذہبی دور دور سے آتے تھے، اور انکی ذاتِ شیخ و وقت کی حیثیت سے
 مرجعِ خلافت بنی ہوئی تھی،

”از اقصائے خراسان فتاویٰ اشکل حضرت او آوردند می“ (سپہ سالار)
 ”در علوم ماہر بود و صاحبِ حال..... مثل او در فتویٰ در آن عصر کی نبود، (دیباچہ ملفوظات)

(بیمہ حاشیہ صفحہ قبل) اردو میں مولانا بشلی نعمانی مرحوم کی سوانح عمری مولانا سے دم دیکھپ و پر معلوم ہوتا
 انگریزی میں کلکٹن نے اپنے مقدمہ انتخاب دیوان خمس تبریز میں جو کچھ لکھا ہے، اگرچہ مختصر ہے، لیکن قابل
 مطالعہ ہے، اردو ماوس نے فتویٰ جلد اول کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب
 مناقب العارفین سے ماخوذ ہے،

مرتبہ کمال و عظمت کا اندازہ مذکورہ نویسون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ ایک شب کو برطانیہ کے تین سرنامہ و عالموں اور نقیبوں میں سے ہر ایک نے اپنے مقام پر یہ خواب کھیا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک سبز خیمہ میں جلوہ افروز ہیں، ایک پہلو میں سلطان بہار الدلہ ولدہ حاضر ہیں، اور انکساریات خاص سے سرفراز ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا کہ ”ہم نے بہار الدین کو سلطان العلماء کا لقب دیا، صبح ہوئی تو یہ تمام علماء سلطان العلماء کی خدمت میں اپنا خواب عرض کرنے اور تہنیت پیش کرنے کو حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ ”خیر اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو کچھ کہے جائے گا، تم کو یقین آئے گا“

ترک و دن: فرما زود اس سبب، محمد خورشید شاہ عزیز بھی تھا، اور معتقد بھی ایک نئے وقت سے بعیدگی اور برکشتی برتنی گئی، سپہ سالار نے اس کا سبب یہ لکھا ہے، کہ سلطان اسلمار اپنے وعظ میں حکمت و فلسفہ یونانی اس میں غور رکھنے والوں کی سخت خبر لیتے رہتے تھے، امام رازی ”کو انھیں فنون میں تو غل تھا، انھوں نے اپنے اثر کو کام میں لا کر بادشاہ کے دل میں انکی طرف سے بخش پیدا کر دی، تعلقات کی بہ کشیدگی یہاں تک بڑھی کہ بالآخر، شیخ نے تنگ آکر ترک وطن کی ٹھان لی، اور ستھ م میں ایک روز اہل عیال، اور شاگردوں، اور مریدوں کی ایک جماعت کو لیکر نکل کھڑے ہوئے، ادھر وہ روانہ ہوئے، ادھر تاتاریوں کے ہڈی دل نے مملکت پنج کی فضا کھجھالیا اور اینٹ سے اینٹ بجادی، عقیدت مندی کی آگ کو ان دونوں واقفوں کے درمیان علت و معلول سے یہ روایت جزئی اختلافات کے ساتھ، سپہ سالار، مناقب، دیباچہ محفوظات سب میں مذکور ہے،

کا رشتہ نظر آتا ہے،

تا دلِ مردانِ حق نامد بہ درد بیچ قوسے را خدا سوا نکرد
سکونت تو نہا | نیشاپور، بندہ، مکہ معظمہ، دمشق وغیرہ کی سیاحت، اور حج سے فراغت کے
بعد یہ قافلہ قوتیمہ پہونچا، اور یہیں سکونت اختیار کر لی، یہاں خاندانِ بلوق کے تاجدار
علاء الدین کی قباد کی حکومت تھی، اس نے بڑھکرا شیخ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، عزت و احترام
کے ساتھ درس و تدریس کی خدمت سپرد کی، اور خود بھی اکثر حاضر ہوتا رہتا،
شیخ عطار کی نظر غایت، | اتنے سے مسافرت میں جب قافلہ نیشاپور پہونچا ہے، تو شیخ فرید الدین
عطار سلطانِ اعلا سے ملنے تشریف لائے، مولانا اس وقت بچہ تھے، لیکن گوہر شناس
نے اس وقت گوہر کو پرکھ لیا، اپنی کتاب اسرار نامہ غنایت کی، اور ارشاد فرمایا، کہ
عنقریب یہ لڑکا دل جلون کے گروہ میں آگ لگا کر رہیگا،

”در اثنای آن سفر بہ نیشاپور رسید، شیخ فرید الدین عطار، بہ دیدن مولانا
بہاء الدین آمد، آن وقت مولانا جلال الدین کو دک بود، یہ شیخ عطار کتاب اسرار نامہ
راہ یہ بہ مولانا جلال الدین داد، وہ مولانا بہاء الدین گفت زود باشد کہ این پسر
آتش در سوختن عالم برزند،“

از دواج | اس سفر و سیاحت کے دوران میں، ۳۳ء میں عمر کے انیسویں سال مولانا
کا عقد لالائے سمرقند، شرف الدین کی صاحبزادی جو بہر خاتون کے ساتھ ہوا، اور اسی سال
ان کے بطن سے، فرزند رشید، سلطان ولدؒ کی ولادت ہوئی، ان خاتون کے تفصیلی حالات

لے دیباچہ ملفوظات، مناقب، و سپہ سالار، ۳۴ء سپہ سالار،

۳۵ء تذکرہ دولت شاہ سمرقندی،

سے اہل تذکرہ خاموش ہیں ان کی وفات کے بعد مولانا نے دوسرا عقد کراخاتون
قونوی سے کیا، جن کا ذکر تذکرون میں بار بار آتا ہے،

علوم ظاہری مولانا نے علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم، اپنے والد ماجد کے سایہ شفقت میں
حاصل کی، اور اس کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے
ہمدان فاضل تھے، پھر تحصیل علوم تکمیل فنون کے عشق میں اس وقت کے بڑے بڑے
مشہور علمی مرکزوں، حلب، دمشق وغیرہ کی خاک چھانی اور ہر جگہ کے باکمال استادان
فرن سے استفادہ کیا، چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں یہ مرتبہ استناد حاصل ہو گیا تھا کہ
نعت، ادب، فقہ، معقولات، حدیث، و تفسیر کے وہ نازک و دقیق مسائل، جو کسی سے حل
نہ ہوتے، ان کے پاس لائے جاتے، اور ان کے جواب سے سب کو تشفی ہو جاتی،
”در علوم ربی، چون اقسام نعت و عربیت و فقہ و حدیث و تفسیر و معقولات و
منقولات بہ غایتی رسیدہ بود کہ در آن عصر سرآمد ہمہ علماء و ہر شدہ بود“ (پیشانی)
”ہر مسئلہ کہ اقران آن عہد را مشکل افتادے، بر حضرتش عرضہ داشتندے و چون
وہم در تحقیق آن فرمودے، کہ سائل را از ذوق آن عزیز در امتحان
حل می شد“ (ایضاً)

علمائے حنفیہ کے سب سے معتبر تذکرہ میں، مرتبہ علمی کی شہادت، ان الفاظ
میں ملتی ہے :-

كان عالماً بالمدھب واسم الفقه عالماً بالخلافاً و جامعاً للعلوم

كان اماماً عارفاً بالفقه علی مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ

اسی یہ حالات، تقریباً ہر تذکرہ میں مل جاتے ہیں، اسے ”الکونہ المصنوعہ“ جلد ۲ ص ۱۲۴،

و حالما باخلاف^{۱۵}

درس و افتاد۔ ^{۱۵} سترہم میں چوبیس سال کے سن میں اپنے والد کی وفات پر مولانا، بادشاہ وقت اور ایمان شہر کے امیر اور سے منبرِ حدس و افتاد پر جلوہ افروز ہوئے،

در سلطان علاء الدین خلجی با تمامی ارکان و صدوران و یار جمع شد مولانا جلالت

را بجائے پدر نشاندند، مفتاح التواریخ بہ حوالہ غلامتہ المناقب

علم و فضل اور کمالِ فن کی شہرت، طلبہ کو دور دور سے کھینچ لائی، مناقب العارفین کی روایت کے مطابق چار سو طلبہ کا ہجوم ہر وقت رہتا تھا، ان تمام خارجی شہاد تو سن قلع نظر کر کے فتویٰ میں جبر، کثرت سے مسائلِ معقول و مستقول کے حوالہ اور اشارہ کرتے ہیں، وہ بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ صاحبِ فتویٰ کا دماغ، قرآن و حدیث فقہ و اصول، کلام و فلسفہ، ہر قسم کے علوم و معارف کا گنجینہ تھا، لیکن علوم ظاہری کا یہ تجربہ سوزِ قلب کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا،

تجلیاتِ باطنی کا ظہور، اربابِ تذکرہ متفق ہیں کہ تجلیاتِ باطنی کا ظہور پچپن ہی سے ہونے لگا تھا، بارہا ایسا ہوتا کہ تین تین چار چار دن گزر جاتے، اور کچھ نہ کھاتے پیتے، ایک مرتبہ چہرہ برس کے سن میں جمعہ کے دن چھت پر ہمسرا چوٹ کے ساتھ سیر کر رہے تھے، لڑکوں میں باہم یہ صلاح مٹھری، کہ ایک چھوت سے دوسری پر کودیں، مولانا نے قسم کے ساتھ فرمایا کہ یہ تو کتے، بلی سب ہی جانور کر لیتے ہیں، ہمت ہو تو آؤ، آسمان پر چب کرین، یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئے، ساتھ کے لڑکے سم گئے، بخوڑی دیر کے بعد پھر نظر آئے لگے، اور ارشاد فرمایا کہ ”سبز پوشوں کی ایک جماعت مجھے اڑا کر آسمانوں پر لے گئی اور آسمانوں

کی سیر کرائی تہ کروں میں اس قسم کے خرقِ عادات اور بھی منقول ہیں،

”بر خدمت مولانا، از پنج سالگی باز مصور روحانی و انشکال غیبی، یعنی سفرۂ ملائکہ و
برزہ جن و خواص، انس کہ مستوران قباب عزت اند، ظاہری شدہ اند، و منسلک
انفیات الانس،

رح حضرت مولانا از سن پنج سالگی اکثر اوقات از جائے خود بری جست و مضطرب
می شد تا حدی کہ مریدان بہاء الدین ولد اوراد و بیان می گرفتند، از آنکہ صدر روحانی
و انشکال غیبی بہ نظر انس منسلک می شدند، انی سفرۂ ملائکہ و برزہ جن و انس کہ مستوران
قباب حضرت اند، (مناقب العارفین)

بیت و منازلِ ملوک، شیخ بہاء الدین دلد عارف کامل تھے، انکی صحبت و تربیت، محبتِ جگر کے
اس جوہر فطری پر جلا دیتی رہی، ان کے انتقال کے بعد مولانا نے ان کے خلیفہ سید
برہان الدین محقق ترمذیؒ کے ہاتھ پر، انیس کے حسبِ خواہش بیعت کی، اور ان کی زیرِ تربیت
نوسال کی مدت تک تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ طے کیے،

”سید برہان الدین چون بہ مولانا جلال الدین صحبت داشت ... با او گفت کہ اگر
در علم ظاہر جامی پدید گرفتہ، و اماہدت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت
و آن دیدنی ست نہ آموختنی، آن احوال از پدر تو بہ من رسیدہ است، اگر مرید
شوی مراد یابی، مولانا جلال الدین بر رغبت تمام مرید شد، و مدت نہ سال و نہ
او بود“

سید برہان الدین بعد از آن حضرت خداوند گار را بہ تحقیق علوم یقینی رغبت

سے پھر سالار، مناقب، و نفحات الانس، سیکھ دیا چھ مخطوطات،

فرمودہ، طریق سلوک و آداب منایخ تعلیق کر دے..... و مدت نہ سال تمام
محبت فرمودند^۱

ابتداءً تربیت سلوک میں سید موصوف نے مولانا سے ایک ہفتہ روزہ رکھنے کو کہا
مولانا نے کہا، کہ ”پوستے چالیس دن ہونے چاہئے“، سید موصوف نے چالیس دن کی غلوت
کرائی، حجرہ کا دروازہ مقفل کر دیا، اور سامان خورد و نوش میں سے، بجز ایک لٹا پانی، اور
چند نان جوین کے اور کچھ نہ دیا، چلہ کے خاتمہ پر دروازہ کھولا، تو دیکھا، کہ مولانا حضور کامل
کے ساتھ حراقبہ میں مشغول ہیں، مرشد کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی، دروازہ بدستور بند کر دیا، اور
چند ایک چلہ اور گزر جانے کے بعد دوبارہ کھولا، تو دیکھا، کہ نماز میں مشغول ہیں، اور آنکھوں
سے اشک جاری ہیں، مرشد کی جانب اب بھی التفات نہ کیا، مرشد نے تیسرے چلہ کا انتظار
کیا، اس کے خاتمہ پر مولانا تسبیح کرتے ہوئے یاہر تشریف لائے، تو آنکھوں سے انوار جمال
الہی برس رہے تھے، مرشد نے گلے سے لگا لیا، اور چہرہ پر بوسہ دیا،

شمس تبریز^۲ | محقق ترمذی نے ۷۳۰ھ میں وفات پائی، پانچ سال بعد ۷۳۵ھ میں شمس تبریزیؒ
کی محبت نصیب ہوئی جس نے گویا مولانا کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا حضرت شمسؒ، بابا
کمال الدین جبندی کے مرید اور عارف کامل تھے، ایک مرتبہ مناجات میں دعا کی، کہ ”پروردگار
کوئی تیرا بندہ خاص ایسا ملتا جو میری صحبت کا تحمل ہو سکتا، ارشاد ہوا کہ ”اروم کو جاؤ۔“
یہ بشارت پاتے ہی چل کھڑے ہوئے، اور ساری اقلیم روم کا گشت لگا کر بالآخر قونین میں
آکر اترے، شب کا وقت تھا، برنج فروشوں کی سرسے میں فروکش ہوئے، صبح ہمہ تن
شوق بن کر دوکان کے چوترے پر بیٹھے، جذب دل کامل تھا، شکار، خود شکاری

۱۔ سپہ سالار ۲۔ سائب العارفین،

کے استقبال کو بڑھا، ادھر حضرت شمس انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے، ادھر مولانا بھی صبح ہوتے ہی ان کی ملاقات کو چلے، شہریت علم و فضل کا آفتاب اور کمال پر تھا راستہ میں غفلت دست بوسی کو ٹوٹی پڑتی تھی، شمس کی نگاہ چار ہوئی، رہبر رحمت نے پتہ دیا کہ یہی وہ محبوب ہے، جس کی بشارت ہوئی تھی،

مولانا مقابل کے چوتھے پر آکر بیٹھ گئے، دیر تک آنکھوں آنکھوں میں راز دینا ز ہوتے رہے، اس کے بعد شمس نے مولانا سے سوال کیا کہ "بایزید بطنی" کو ایک طرف تو اتباع سنت میں یہ غلو تھا، کہ زندگی بھر خرپڑہ اس خیال سے بہنیں کھایا، کہ بہنیں معلوم سرور عالم صلعم نے کس طرح تناول فرمایا تھا، اور دوسری طرف بھی سبحانی یا اعظم شافی کے نعرہ لگاتے تھے، اور کبھی لیس فی حبیبی صلی اللہ علیہ کی صدا بلند کرتے تھے، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا یہ حال تھا، کہ فرماتے تھے، میں دن بھر میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں، ان دو متفاد کیفیتوں میں کیونکر تطبیق دی جا سکتی ہے؟ مولانا نے جواب دیا، کہ "بایزید اگرچہ بڑے صاحبِ دل بزرگ تھے، تاہم دائرہ ولایت میں ایک خاص درجہ پر قائم کر دیئے گئے تھے، اور ان پر اسی کی عظمت ظاہر تھی، اس لئے ان کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے، بخلاف اس کے سرور کائنات صلعم کے علو مراتب کی حد و انتہا نہ تھی، ہر لحظہ منازلِ قرب میں بلند سے بلند تر پایہ طے کرتے جاتے تھے، اس لئے قدم قدم پر آپ کو اپنا پہلا مقام بہت نظر آتا تھا، اور اسی پر آپ استغفار فرماتے رہتے تھے،

یہ سننے ہی شمس اٹھ کر مولانا سے بہت گئے، اور ایسا پلے کہ پھر کبھی نہ چھوٹے، راز دینا ز کے تعلقات آپس میں بڑھے، اور بڑھتے گئے، یہاں تک کہ ایک کی بہتی دوسرے میں گم ہو گئی، مولانا اب تک درس و افتاء میں مصروف رہتے تھے، اب یہ مشاغل چھوڑ کر

سارے میں سہک ہو گئے، ہستی دسہ شاری کے جذبات طاری رہنے لگے، دوستوں عزیزوں شاگردوں سبے ملنا جلنا ترک ہو گیا، بڑی بڑی طویل مدتوں تک شمس کے ساتھ خلوت رہنے لگی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حجرہ شیخ صلاح الدینؒ میں دونوں بزرگ متصل تین مہینہ یا چھ مہینہ تک، باختلاف روایت البغیر آب و دانہ اور دوسری بشری حاجتوں کے خلوت گزریں رہے!

” مدت سہ ماہ، در خلوتی لیلا و نہار ابر صوم وصال نشستند، کہ اصحابیرون
 بنامند، و کسی را زہرہ نبود کہ در خلوت ایشان دید، اما متابع العارفین و نفحات الانس
 ” مدت شش ماہ آرد، در حجرہ شیخ صلاح الدینؒ زر کوٹ بہم محبت فرمودند چنانچہ
 قضا و مہلا اکل و شرب و حاجات بشری در مابین نہ بود، و در سہ وقت ایشان
 بغیر شیخ صلاح الدینؒ دگر کسی را جمالی و خل نہ بود۔“ (رسالہ سپہ سالار)

شمسؒ اور ردویؒ کے تعلقات باہمی آج تک ایک ظلم بنے ہوئے ہیں، اور دونوں کی پہلی ملاقات نیز باہمی تعلق کی بابت جو عجیب و غریب افسانے عام زبانوں پر ہیں، ان کے محاط سے یہ روایت جو یہاں اختیار کی گئی یقیناً چھکی اور بیزہ معلوم ہو گئی، لیکن سب سے قدیم تذکرہ سپہ سالار میں یہی روایت درج ہے، اور مناقب و نفحات میں بھی جزئی اختلافات کے بعد اس کا اعادہ کر دیا گیا ہے۔

بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت شمسؒ کی اہل تہذیب کی برہمی ہوئی گردیدگی محبت و صحبت و دوستی کو دیکھ کر شمسؒ کو آپ کا پیر و مرشد کہہ دیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کر کے، کہ یہ خیال، قدیم ترین تذکرہ سپہ سالار و مناقب کی تصریحات کے برخلاف ہے، خود مولانا کا بھی ایک مقولہ اس تعلق باہمی کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے، فرماتے ہیں کہ:-

یہ ان میں سے ہیں
 جو سب کے سب
 خدایا کے لئے
 سب سے زیادہ
 نفع کر رہے ہیں

”علماء ظاہر، اعتبار رسول کے عالم ہیں، شمس تبریزیؒ اسرار رسول کے حامل ہیں،
 اور میں انوار رسول کا مظہر ہوں۔“ (مناقب، ذکر شمس تبریزیؒ)
 اس میں شبہ نہیں کہ شنی اور اس سے بھی بڑھکر دیوان غزلیات میں مولانا نے ایک
 دو جگہ نہیں، بہ کثرت حضرت شمس تبریزؒ کا نام اس ذوق و شوق اور اس جوش و عبقت
 سے لیا ہے، کہ گویا اپنے پیر و مرشد کا ذکر کر رہے ہیں، مثلاً شنی میں :-

شمس تبریزیؒ کہ نور مطلق ست آفتاب ست دزدانوار حق ست
 چون حدیث روی شمسؒ لیدی رسید شمس چارم آسمان رود کشید
 واجب آمد چونکہ بروم نام اد، شرح کردن رمزی از انعام اد
 دیوان میں اس سے بھی آگے قدم رکھتے ہیں، مثلاً :-

شمس تبریزؒ طلوعی کن و مشرق جان کہ چو خورشید تو جانی و جهان جلد بدن

شمس تبریزؒ توئی و جہ وجود من ہم از وجہ و مرآت تو ام

پیر میں و مرید میں، در دین و دوا میں، فاش گیوم این سخن شمسؒ من د خدا می من
 اس قسم کے اشعار سے ایک گروہ نے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ حضرت شمسؒ مولانا کے
 پیر و مرشد تھے، اس لئے کہ ایسے الفاظ ایک مرید ہی اپنے مرشد کے لئے استعمال کر سکتا ہے
 لیکن یہ قیاس کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا، اس لئے کہ یہ انداز بیان مولانا کے طبعی جوش و خروش

لے دفتر اول، عنوان بروں بادشاہ طبیب را الخ،

بخودی دودارنگی کا نتیجہ ہے، اور تنہا شمس کیساتھ اس کی تفصیل نہیں، بلکہ اپنے مخصوص
 اربابِ صحبت میں سے جس کسی کا بھی ذکر فرماتے ہیں، وہ فوجِ وفاء و فطرت سے بخود ہو جاتے
 ہیں، ظلم کی رفتارِ ستانہ اور ایسی ہو جاتی ہے، اور میاں خٹہ ایسے الفاظِ زبان سے نکلنے لگتے
 ہیں جو عموماً کوئی خوش عقیدہ مرید ہی اپنے مرشد کی شان میں استعمال کر سکتا ہے، شیخ
 صلاح الدین زرکوب تو مرشد نہ تھے، محض رفیقِ صحبت تھے، تاہم انکا ذکر اکثر غزلوں میں
 جس انداز سے کرتے ہیں اس کا نمونہ یہ ہے:-

مطربا، اسرارِ بارِ بازگو، قصہ ہایِ جالِ فزارِ بازگو
 جون صلاح الدین صلاح جانِ ما، آن صلاح جانِ مارِ بازگو

کارِ زر کو بان تو زرِ کردی چوزر، شہ صلاح الدین کہ تو صد مردہ

لطفِ ہایِ را کہ با شہ صلاح الدین کند، خضر جانِ گریزِ بندہ دم بدم بخین کند
 اسی طرح شیخ حسام الدین حلبی تو متفقہ طور پر مرید و خلیفہ ہی تھے، مرشد و ہادی تھے
 تاہم ان کا نام مثنوی میں، بار بار اس بیابانی، اس بخودی، اس ذوق و شوق کے ساتھ لیتے
 ہیں، کہ کچھ دیر کے لئے پیر پر مرید گا گان ہونے لگتا ہے، دو ایک نمونہ ملاحظہ ہوں:-

ای ضیاء الحق حسام الدین دودار، این سرخِ رازِ این بطیخِ زار
 بین زما صورتِ گری و جانِ ز تو، نے غلط ہم این ز تو ہم آن ز تو
 مثنوی صورت بود جانِش توئی، ہم جہت ہم نورِ ار کا نشِ توئی

(دفعہ ۴، نمونہ ۱ جبریل علیہ السلام خود را)

بچنان مقصود من زین شنوی
 ای ضیاء الحق حسام الدین تونی
 شنوی اندر اصول و ابتدا
 جملہ بہرست و برتست انتہا
 التجا بہرست و بر امداد تو
 تکیہ بر اشتقاق و بر اسعاد تو
 در قبول تست عسزو مقبلی
 زانکہ شاہ جان و سلطان دنی
 پیش من آوازت آواز خداست
 عاشق از معشوق حاشا کے جداست
 (دفعہ ۴، حکایت مرثیہ)

شہ حسام الدین کہ نور انجم است
 طالب آغاز سفر بنجم است
 ای ضیاء الحق حسام الدین راد
 اوستادان صفا را استاد
 شرح تو غیبست بر اہل جہان
 پچو راز عشق دارم در نہان
 مدح تو حیفست بر زندانیان
 گویم اندر مجمع روحانیان
 مدح تو عرفینست و تخریق حجاب
 فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
 (دفعہ ۵، آغاز)

حضرت شمس تبریزؒ اور مولاناؒ کے باہمی تعلقات کی اصل حقیقت کیا تھی، اس پر وہ
 کو تو کوئی حقیقت شناس ہی اٹھا سکتا ہے، البتہ ہم ظاہر بنیون کو معلوم ایسا ہوتا ہے
 کہ مولاناؒ پہلے تو اپنے والد ماجد اور بھرسید برہان الدینؒ ترمذی کے ساتھ تربیت و ارادت
 میں رہ کر، ریاضتوں، عبادتوں اور مجاہدوں سے علم و لعین، سلوک و عرفان کے مدارج طبع
 طے کر چکے تھے، اور اب قلب، سوز و گداز، کیفیت و متی کے جذبات کے لئے سبقت راہور ہا
 تھا، شمسؒ ہمہ تن بے قیدی اور دارنگی تھے، ان کی صحبت نے اس بارود خانہ کے حق میں
 چنگاری کا کام دیا، پیری و مریدی کے باضابطہ تعلقات بالاسے طاق رکھ دئے گئے

رومی تبریزی میں اور تبریزی رومی میں فنا ہو گئے، اور دونوں نے اپنی اپنی جگہ لذتِ فنا کے حوصلہ دل کھول کر پوسے کئے، دونوں کے ایک دوسرے میں فنا ہونے کی کیفیت کا ثبوتِ تصوف میں کوئی امر محال و ناممکن نہیں،

مولانا کی صحبت حضرت شمس کے ساتھ کل دو دہائی برس رہی، اس دریاں میں ان کے حد سے بڑھے ہوئے اختلاط کو دیکھ کر عزیزِ دون اور شاگردِ دون کو ناگواری اور بے پیدائی ہوئی، کہ یہ کون دیوانہ آنکلا ہے جس نے مولانا کو دوستوں شاگردوں، عزیزوں اور بال بچوں، سب سے چھڑا کر اپنا کر لیا ہے، اور خلیہ کی صحبتوں میں مولانا کے صاحبزادوں تک آنے کا روادار نہیں، شمس عزیزِ دون شاگردِ دون کے چڑھے ہوئے تیورِ دون کو تارِ کشتکش کی ناگوار صورت کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بے اطلاق چل دیئے، مولانا کو انکی جدائی کا بھید صدمہ ہوا، بالکل خلوت اختیار کر لی، سب سے ملنا جلنا بھڑک دیا، اور تنہائی میں رنج و غم کا زمانہ گزارنے لگے، اتفاق سے ایک روز دمشق سے حضرت شمس کا ایک کھولب صادر ہوا، اس نے دبی دبائی آگ کو بھر بھر کا دیا، متعدد حقیقہ غزلین کہہ کر، اور بہت سے تحفہ تحائف ساتھ کر کے اپنے فرزند رشید سلطان ولد کو ان کی خدمت میں روانہ کیا، خدا خدا کر کے حضرت شمس دوبارہ تشریف لائے، لیکن چند ہی روز کے بعد قدیم ہم نشینوں کے رخک و صدمہ نے پھر زور پکڑا اور جب نوبتِ حد سے گزر گئی، تو شمس نے ارادہ کر لیا کہ اب جا کر واپس نہ آئیں گے، چنانچہ نکل کھڑے ہوئے، اور پھر باوجود انتہائی تلاش کے کبھی ہاتھ نہ آئے،

یہ ساری تفصیل رسالہ سپہ سالار سے ماخوذ ہے، نغمات الانس وغیرہ کی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ مولانا کے فرزند اوسط علاء الدین محمد نے برہم ہو کر حضرت شمس کو

قتل کر ڈالا تھا، لیکن پہ سالار میں گم شدگی و مفقود و بھری کا حال تفصیل سے درج ہے، اس کے مقابلہ میں بعد کی تالیفات کی بے سند روایات قابل قبول نہیں ہو سکتی، مناقب الدارین میں بھی ترجیح اسی روایت کو دی ہے، اور خود دیباچہ مغلطات کے ان الفاظ سے کہ "تاشمس الدین ناپید شد" بجائے قتل کے گم شدگی کی تائید نکلتی ہے۔

صلاح الدین زرکوب [شمس کے فراق میں مولانا کی حالت زبون ہو گئی، ہر وقت ایک شوریدگی سی طاری رہنے لگی ایک روز جوش و خروش کے عالم میں گھر سے باہر نکلے، راستہ میں شیخ صلاح الدینؒ کی دوکان پڑی، یہ ایک صاحب جمال بزرگ تھے، اور مولانا کے پیر بھائی، شمس و مولانا کی مغلطوں میں بھی باریابی کی خوش نصیبی تھا، انھیں کے حصہ میں آئی تھی، زرکوبی کا پیشہ کرتے تھے، اتفاق سے اس وقت چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے، ہتھوڑی کی آواز نے مولانا کے قلب پر سماع کا اثر پیدا کیا، اور سر راہ وجد و رقص کی حالت طاری ہو گئی، شیخ یحییٰ بن کبیر دیکھ کر بدستور ورق فقرہ پر ضربیں لگاتے رہے یہاں تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہو گئی، مگر انھوں نے ہاتھ نہ روکا، بالآخر مولانا نے انھیں اپنے آغوش میں لے لیا، اور جوش و خروش کے عالم میں گھنٹوں اپنے اس شعر کی تکرار فرماتے رہے،

یکے گئے پدید آمد ازین دوکان زرکوبی

زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شمس کی معارف سے جو شور و شہ پیدا ہو گئی تھی، اس میں شیخ صلاح الدینؒ کی محبت سے بہت افادہ ہو گیا، اب ان سے بھی ٹھیک وہی تعلقات راز دینا زہید ہو گئے، جو

طے پہ سالار ذکر صلاح الدین زرکوب، مناقب و غیرہ کی روایتیں اس سے نہ مختلف ہیں،

حضرت شمسؒ سے تھے،

”خدمت مولانا، ہمارے عشق بازی کہ بایشخ شمس الدینؒ دانت باوے پیش گرفتن
(مناقب و نفاذ، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

”بعد از غیبت مولانا شمسؒ، لیکن آرام بہ حضرت شان یافتند چنانکہ سلطانؒ ولد

می فرماید: ۱۰۵

خوش شخ از شدہ ساکن وان ہمہ رنج و گفتگو ساکن
یشخ باو چنانکہ با آن شاہ شمس تبریز چونکہ خاصہ راہ
خوش در آنخت ہوشیر و شکر کار ہر دوز ہند گردش زر

(سبہ سالار، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

یہ رنگ دیکھ کر عزیزوں اور شاگردوں کی آتش غضب پھر بھڑکی، اور شمسؒ کی طرح
ان کی بھی آزار رسانی کی فکر میں کی جانے لگیں، لیکن بالآخر یہ سوچ کر، کہ مولانا کے روابط
ان سے کم ہونے کے نہیں آزار رسانی کے منصوبہ کچھ زیادہ چلے نہیں پائے، اس میں انکا
انتقال ہو گیا، تذکروں میں تصریح ہے، کہ مولانا کے ساتھ ان کی صحبت دس سال تک رہی
اس حساب سے ان کے ساتھ مولانا کے ربط خاص کے آغاز کا زمانہ ۷۵۲ھ سمجھنا چاہئے، ان کے
ما تم میں جو نالہ موزون مولانا کی زبان سے نکلا، وہ کلیات میں درج ہے، پہلا شعر یہ:

اے زہجرا نت زمین و آسمان بگولیتے

در میان خود دشتہ عقل و جان بگولیتے

حسام الدین چلپی، حضرت زرکوبؒ کے اٹھ جاننے بعد مولانا نے اپنا رفیق محبت اپنے مرید
باختصاص حسام الدین چلپی کو منتخب فرمایا، اور شمسؒ و زرکوبؒ کی طرح، ان کے ساتھ

مراسم محبت، بے حد و بے پایان قائم ہو گئے، شہنوی کی تصنیف ایغین کی تحریک پر کی اور شہنوی میں متعدد مقامات پر ان کا نام اس محبت و ذوق، خلوص و عقیدت کے ساتھ لیا ہوا کہ گویا مرید کا بنین بلکہ مرشد کا ذکر ہے، ہن، اور شہنوی کے ہر دفتر کے آغاز میں تصریح کی گئی کہ ایغین مخاطب کرتے گئے ہیں، اس طرح جب تک دنیا میں شہنوی کا وجود باقی ہے، جسم آلہ چیلٹی کا نام بھی زندہ و قائم ہے، مرض الموت میں اپنا خلیفہ بھی ایغین کو منتخب کیا،

دیگر معاصرین، مولانا کے خاص رفیقانِ صحبت و یارانِ بزم بس یہی چند تھے، ان کے علاوہ دوسرے اربابِ کمال و مشاہیر عصر سے بھی مولانا کے تعلقات تھے، اور ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں چنانچہ ان حضرات میں، شیخ فی الدین ابن عربی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ صد الدین قونوی، شیخ اوصد الدین کرمانی، امام نجم الدین رازی، کابار بار ملنا مختلف تذکروں میں آتا ہے، بعض روایتوں میں شیخ سعدی کی بھی ملاقات کا ذکر ہے، قطب الدین شیرازی اپنے وقت کے جید معقولی و فلسفی تھے، ان کی حاضری کی حکایت بھی مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہے، چنانچہ ایک بیان کے بموجب ایغین نے حاضر خدمت ہو کر مولانا کے ہندو موغلت سے برکت حاصل کی،

ازواج و اولاد | شیخان و دوہوئین، پہلی بیوی، خواجہ شرف الدین لالائی سمرقند کی صاحبزادی گوہر خاتون یقیناً، ان کے لطف سے تین صاحبزادہ، بہار الدین محمد سلطان ولد، علا الدین محمد اور مظفر الدین تھے، ان خاتون کی وفات کے بعد عقد ثانی، اگر خاتون قونوی کیسا تو ہوا، ان کے لطف سے ایک صاحبزادی ملکہ خاتون تولد ہوئیں، ساری اولاد میں افراتوہ و خلعت رشید، بہار الدین سلطان ولد تھے، جو والد ماجد کے جانشین، اور ایک بڑے صاحبزادے سلطان عزیز العلوم، ارغنتی،

بزرگ ثابت ہوئے، اور حسام الدین چلی کی وفات کے بعد مندر خلافت پر بیٹھے، انھوں نے کوئی شومی بھی لکھی تھی جس کے اشعار مختلف تذکروں میں کثرت سے منقول ہوئے ہیں، عام حالات، مولانا کا زمانہ، غیروں کی غلامی کا نہیں اپنی حکومت کا زمانہ تھا، عموماً علماء و مشائخ کے لئے گران قدر سرکاری وظیفے اور روزیئے مقرر رہتے تھے، مولانا کے لئے بھی اوقات کی مدد سے پندرہ دینار باجوہ کا وظیفہ مقرر تھا، اس کے معاوضہ میں مولانا کے سپرد، افتاء کی خدمت تھی، فرض شناسی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ تا کیدی علم تھا، کہ خواہ کیسی ہی وجہ سے سر کی کیفیت ظاہری ہو، امتناً جس وقت بھی آجائے، خدمت میں پیش کر دیا جائے، ۳۵۔ ۴۰ سال کی عمر تک عام مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی تھا، اس کے بعد شمس کی صحبت کے اثر سے وجد و استغراق کی کیفیت برپا ہو گئی، اور شمس کے ابتداء میں سماع کا ذوق غالب آتا گیا، یہاں تک کہ مناقب العارفین کی روایتوں پر اگر اعتماد کر لیا جائے تو اکثر مسلسل کئی کئی دن شغل سماع میں گزر جاتے تھے،

شریعت کی پابندی، ایک طرف اس زور کی مستی و یخودی، فنایت اور دارستگی تھی لیکن دوسری طرف شریعت کے دائرہ سے کبھی قدم باہر نہ نکلتے پایا، شب بیداری، تہجد اور کثرت نوافل، دوام ذکر کثرت صوم، عام معمولات تھے، اداسے تماز میں یہ شغف اہتمام تھا، کہ جو بھی وقت ناز آتا، فوراً قبلہ رخ ہو جاتے، اور چہرہ کار رنگ متغیر ہو جاتا، عشا کی نماز میں بعض اوقات، ساری ساری رات ختم ہو جاتی، سپہ سالار کے چند بیانات سننے کے قابل ہیں ”دیر بخوابی نشانے عظیم داشت“

”در مجاہدہ صوم و جوع آیتے بودند چہ آن مجاہدہ کہ از ایشان مشاہدہ رفتہ است“

صفحہ تفصیل مناقب العارفین کا مخزن ہوئے انکی دشمنان و ملحدین میں علمی میری نظرت گذری ہیں یک جہد آباد کہ گفتند اصفینہ میں اور بعض

(ادوم) میں ایک شومی بالکل مولانا کی غوی سنوئی کا کلمہ معلوم ہوتی ہے، سہ سبب سالار

مقدور بشر خود

”در تمام امور متابعت آنحضرت صلعم فرمودند و در فقر نیز متبع بدان حضرت می گردند“

”چون وقت نماز رسید، متوجہ قبلہ شدند، چہرہ مبارک ایشان رنگ بگشت“
 ”بہ استغراق و خشوع سجده و نیاز و حضور بے حد بہ نماز مستغرق می شدند،
 و بہ کلی بہ صفات یحییٰ بن یسعی گشتند“

و بہ کثرت محقق مشاہدہ رفت کہ از اول عشاء قیام کرے، و تکبیر بے تا اول
 صبح بہ دو رکعت نماز مستغرق بود، و بچنان در رکوع و سجود یک روز تمام و یک
 شب مشاہدہ رفت کہ مستغرق می گردند“

مجاہدات و ریاضات شاقہ از ہر وقت ترک و انہار، در ع و تقوی، احترام
 شریعت، ذوق عبادت، اور اتباع سنت کے کثیر اور حیرت انگیز واقعات سے سپہ سالار
 مناقب، اور دوسرے تذکرون کے اوراق لبریز ہیں،

خلاصہ تصون، مولانا کی تعلیم جو کچھ تھی، اسکی تشریح سے تنوعی، نیز ملفوظات کی ایک ایک
 سطر لبریز ملتی ہے، لیکن ان کی ساری تعلیمات و ارشادات کے عطر کو اگر چند لفظوں
 میں تلاش کرنا ہے، تو اسی ملفوظ کے بالکل خاتمہ کی عبارت پڑھ لینی چاہیے،
 فرماتے ہیں:-

و عسکیم بتقوی اللہ فی المسبب والعلانیۃ
 اور باطن میں تقوی رکھو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو
 و عسکیم بتقوی اللہ فی المسبب والعلانیۃ
 اور نماہون اور برائیوں کو ترک کرو، اور

علی اللہ و ام واحتمال الجماع من الانام والما^{ظلمة}
 خواہشوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو، اور خلقت
 علی الصیام و دوام القیام^۱
 کی طرف سے سختیاں برداشت کرو اور ہمیشہ روزہ
 رکھتے رہو، اور ہمیشہ عبادت کیلئے کھڑے رہو

ان سے سارے تصوف، ان کی ساری تعلیمات، ان کے سارے ارشادات کا عطر
 خلاصہ، پتھر جو کچھ بھی کہا جائے، بس یہی ہے، یہی ان کا قول بھی تھا، اور یہی انکا عمل بھی
 کہتے بھی یہی تھے، اور کرتے بھی یہی تھے، بتاتے بھی اسی کو تھے، اور برتنے بھی اسی کو تھے،
 اپنی شاعری کی بہت راے، اشنوی اور مجوئے غزلیات کی عام شہرت کی بنا پر خیال یہ ہوتا ہے
 مولانا ایک فطری شاعر تھے جو ہر وقت شعر گوئی میں مصروف رہتے ہونگے لیکن اس ملفوظات میں مولانا
 خود اپنی شاعری پر جو اظہار رائے فرمایا ہو، اور جو خفیت اختلاف کیساتھ سپہ سالار میں بھی منقول ہو، وہ
 اس خیال کی تردید کے لئے بالکل کافی ہو، فرماتے ہیں کہ مجھے شاعری کیا واسطہ، شاعری سے بڑھکر لغو
 کوئی مشغلہ نہیں، مگر بیان کے لوگ میرے پاس اسی کے طالب ہو کر آتے ہیں، اور مجھ میں محنت اتنی ہو کہ کسی کو
 اپنے سے کبیدہ خاطر نہیں جانے دینا چاہتا ہوں، اس لئے ان لوگوں کی محض خاطر دار میں
 کلام موزون کر لیتا ہوں،

در آخر من تا این حد دل و ارم، کہ این یاران کہ پیش من می آیند از بیم آنگہ
 نول نہ شنند، شعرے بگویم تا بدان مشغول شوند..... و گرنہ من از کجا

اسلئے یہ عجیب توارد ہے کہ میں طرح ایک مشہور بزرگ و حضرت مولانا کے ملفوظات کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا
 اسی طرح ایک دوسرے مشہور بزرگ و حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہیؒ کے ملفوظات کی تقریباً ابتدا یہی ہیں
 یہ الفاظ ملتے ہیں، ارکال مرد و چار چیز پیدا می شود قلة الطعام و قلة الکلام و قلة العجبۃ من الانام و
 قلة المناہ، (فوائد الفوائد، مرتبہ خواجہ حسن علاء بخاری، ملک مطبوعہ نوکلشور)

و شعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، کہ ازین بدتر جہیزے نیست،

تصانیف، مولانا نے جو اپنی مستقل معنوی یادگارین چھوڑی ہیں، جن حسب ذیل ہیں:-

۱) کلیات شمس تبریز، غزلیات کا نہایت ضخیم مجموعہ جس میں کہا جاتا ہے کہ بجا س ہزار شعر درج ہیں، عوام اسے شمس تبریز کا کلام سمجھتے ہیں، حالانکہ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں، کہ یہ سارا کلام مولانا ہی کا ہے، اور یہ بھی مسلم ہے کہ شمس بیچارہ تو شاید ایک مصرع بھی نہیں کہہ سکتے تھے، اس کے علاوہ کلام خود، خصوصاً جس صورت کے ساتھ شمس کا نام قطع میں آتا ہے، اس امر کی صریح نہادت دے رہا ہے، کہ اس کا کہنے والا شمس کے سوا کوئی اور شخص ہے، ہندوستان میں نول کشور پریس (لکھنؤ) نے ایک متوسط ضخامت کا مجموعہ دیوان شمس تبریز کے نام سے عرصہ ہوا چھاپا تھا، جو اغلاط مطبعی سے لبریز ہے، اسی پریش بعد کو ایک دوسرا نہایت ضخیم مجموعہ کلیات شمس تبریز کے نام سے شائع کیا، اس کی صحت کا خاص اہتمام کیا، اور اس کو شش میں ایک حد تک کامیاب بھی رہا، کلیات کا جو نسخہ ایران میں شائع ہوا ہے، وہ میری نظر سے نہیں گزرا ہے، امرتسر پنجاب میں مدت ہوئی دیوان شمس الحقایق کے نام سے مولانا کا ایک مختصر دیوان شائع ہوا تھا، وہ غالباً اس ایرانی نسخے سے ماخوذ و منتخب تھا،

کلیات کے مطبوعہ نسخہ میں چند غزلیں ایسی بھی ملتی ہیں، جو غالباً احماتی ہیں، ان کے مضامین عقائد اہل سنت سے اس قدر علیحدہ و بیگانہ ہیں، کہ مولانا جیسے زبردست متبع سنت کی جانب انھیں منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مقبت میں وہ غزل جیسا کہ ایک شعر یہ ہے:-

ہم اول دہم آخر دہم ظاہر دہم ملن
ہم عابد دہم معبود معبود علی بود

کلام کا بیشتر حصہ، غلبہ سکر موتی کے زمانہ کا کہا ہوا ہے، اس لئے علماء ظاہر کو اپنے مسلمات سے مطابقت دینے میں قدرۃ دشواری پیش آتی ہے، رباعیات، کلیات سے الگ بھی غالباً شائع ہو چکی ہیں،

(۷) مثنوی، فرط شہرت سے کسی تعارف کی محتاج نہیں، عربی فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، برہمنی، ہمشرق و مغرب کی تقریباً ہر اعلیٰ زبان میں اس کے ترجمہ، خلاصہ، شرح، حاشیہ، تفسیر، شائع ہو چکے ہیں، کل مثنوی چھ دفتروں میں ہے، ہندوستان میں اس کے مطبوعہ اور قلمی دونوں قسم کے نسخہ کثرت ملتے ہیں، بعض بکتانوں میں نفیس ترین قلمی نسخہ میری نظر سے گزرے ہیں، ارجمت اللہ رحمہ اللہ نے اپنے نامی پریس (کانپور) میں مولانا احمد حسن جوہا کی تصحیح و تفسیر کے ساتھ جو نسخہ چھ حصوں میں الگ الگ، ابہ کمال آب و تاب شائع کیا تھا اس سے بہتر کوئی مطبوعہ نسخہ میری نظر سے نہیں گذرا ہے، اس وقت کیمبرج کے مشہور مترجم پروفیسر نکلسن علاوہ انگریزی ترجمہ و حواشی وغیرہ کے محض اس کا متن تین جلدوں میں اپنی تصحیح و تہذیب کے ساتھ طبع کر رہے ہیں، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کی صرف پہلی جلد، جو دفتر اول و دوم پر شامل ہے، شائع ہوئی ہے، اور اہتمام صحت و استناد کے لحاظ سے بے نظیر ہے،

شیخ امین فیضی، شارح مثنوی نے مدت ہوئی کین سے مثنوی کا دفتر ہفتم بھی ڈھونڈ نکالا تھا، لیکن علما فن نے اسے مولانا کی تصنیف قبول کرنے سے انکار کیا، اس وقت اب تک مختلف سمتوں سے متعدد کوششیں ”دفتر ہفتم“ کے وجود میں لانیکی ہو چکی ہیں، کسی حد تک خواب میں مولانا سے دفتر ہفتم کی تصنیف کی اجازت مل جاتی ہے، اور کسی کو کسی اور طریقہ پر لیکن قبول عام کی عدالت سے اب تک یہ سارے دعویٰ خارج ہی ہوتے رہے ہیں،

ذوقِ دھال، سوز و گداز، وجد و کیفیتِ مینِ شنوئی کا ایک ایک شعر دوبا ہوا ہے، لیکن باہم
 برخلاف کلیات کے، احترامِ شریعت کا سررشتہ کمین بھی ہاتھ سے نہیں جانے پایا ہے،
 اس لئے بڑے بڑے مقدس و متقی علماء و مفتخار نے بھی اس شراب کو شرابِ طہور کے حکم میں
 داخل رکھا ہے، اور خود بھی اس نغمانہ سے جی کھول کر سیراب ہوتے ہیں، چنانچہ آج
 شنوئی کی جو شرحیں اور حاشیہ موجود ہیں، وہ زیادہ تر علماءِ ظاہر ہی کے قلم سے نکلے ہوئے
 ہیں، شنوئی کا زمانہ تصنیف، کلیات سے بہت بعد کا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا
 اس وقت مرتبہ سکر و تلونین سے گذر کر منزلِ صحو و تمکین پر فائز ہو چکے تھے، جو حضرات صوفیہ کے
 طریقہ میں روحانی ترقی کا سدرہٴ المنتہی ہے،

(۳) ملفوظاتِ یافیہ مافیہ، دینا اب تک اس رسالہ کے صرف نام سے واقف تھی آج
 مولانا کے وصال کے چھ سو تہتر سال (قمری) کے بعد محض کریم مطلق کے فضل و کرم سے
 پہلی بار یہ رسالہ منظرِ عام پر آ رہا ہے، اور اس کی طبع و اشاعت کا سامان ہو رہا ہے،
 اس پر اجمالی تبصرہ صفحاتِ آئندہ کا موضوع ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ

فیہافیہ

مولانا کی مشہور ترین یادگار ان کی ضخیم منظوم اور اس سے انوکھان کا ضخیم تردیوان ہے جو عام طور پر کلیات شمس تبریز کے نام سے موسوم ہے، انٹر میں مولانا کی تہا یادگار ہی فیہافیہ ہے، یہ ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ آپ کے متفرق ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو انشائے مجالس میں آپ کی زبان مبارک سے صادر ہونے رہتے تھے، اور جو آپ کے صاحبزادہ سلطان بہادر الدین ولد کے قلمبند و مرتب کئے ہوئے ہیں، جیسا کہ دیباچہ کے شروع ہی میں تصریح موجود ہے، ملفوظات کے اصلی مخاطب، مرید یا اختصا صمیمین الدین پروانہ ہیں جو وزیر سلطنت بھی تھے، جموں، انیسین سے مخاطب ہے، بیشتر انھیں کے سوالات کے جوابات ہیں، لیکن کہیں کہیں دوسرے مریدوں اور سالکوں کی جانب بھی روسے سخن ہے، چنانچہ خود سلطان بہادر الدین؟ کے نام کی تصریح ایک سے زائد مقام پر ہے۔

ملفوظات کی خیالات و مطالب، غنوی کے خیالات، وسطالب ہیں، انداز بیان، شہنوی کا انداز بیان ہے، زبان، شہنوی کی زبان ہے، اس لئے ملفوظات کے صحیح و سہل ہونے میں بھی شہنہ کی وجہ نہیں، فرق جو کچھ ہے وہ اجمال، تفصیل اور نثر، شاعری کا ہے، فیہافیہ مختصر ہے، اس لئے قدرۃ لسان

میں اہمال ہے، شنوئی کی سی فکر تفصیل، شرح و بسط اس میں نہیں ملتی، ہذا جو شوق و غرور شوق جو کثرت و تنوع جو در و دگر از شنوئی کے ایک، ایک شعر میں ہے، اس کا مقابلہ موقوفات کے سارے اوراق مل کر بھی نہیں کر سکتے، ان دو باتوں سے اگر قطع نظر کر لی جائے تو اور ہر حیثیت سے فیہ مافیہ اور شنوئی، دونوں ایک ہی پھول کی ٹکڑیاں، ایک ہی گلشن کی بہاریں، ایک ہی نور کی تجلیاں ہیں،

تذکرہ دین میں ہے کہ مولانا درویش کامل بننے سے پیشتر علوم ظاہری و شرعی میں بھی کمال حاصل کر چکے تھے، شنوئی میں جس حسن و خوبی کے ساتھ آیات و احادیث کو تصرف میں لایا گیا ہے، اور جس سادہ و عام فہم طریقہ سے نازک و دشوار و دقیق مسائل کو حل کر دیا گیا ہے، وہ بجائے خود اس دعویٰ کے دلائل ہیں، مزید شہادت فیہ مافیہ کے اوراق میں بہ کثرت ملتی ہے، آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے قدم قدم پر استشاد ہے، اور علوم عقلی سے بھی بیگانگی کسین سے ظاہر نہیں ہونے باقی، اس سے اگر ایک طرف مولانا کی وسعت نظر، تنوع کمالات اور جامعیت ظاہر و باطن کی تائید نکلتی ہے، تو دوسری طرف اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ مولانا کے زمانہ تک اہل باطن کا طریقہ اہل ظاہر سے اہل دل کا اہل علم سے، اور درویشوں کا کتاب و سنت سے مخالف بلکہ مختلف بھی نہ تھا،

شنوئی اور کلیات کے پڑھنے کے بعد خیال یہ ہوتا ہے، کہ مولانا کا شاید سب سے بڑا کمال اور اصلی جوہر ان کی شاعری اور شعر گوئی تھا، (اندازہ کیا گیا ہے، کہ کلیات میں ۵۰ ہزار سے اوپر اور شنوئی میں ۲۶ ہزار سے اوپر اشعار ہیں) لیکن فیہ مافیہ میں اس پردہ کو بالکل چاک کر دیا گیا ہے اور صفات و واضح نقطوں میں فرما دیا گیا ہے کہ مجھے شاعری سے مطلق مناسبت نہیں، میں تو شاعری سے بیزار ہوں، محض اس ملک میں شاعری کی جانب عام رغبت و الفت دیکھ کر میں شعر کہنے شروع کر دیے، کہ اسی حیلہ سے لوگوں کے دلوں تک پہنچ سکوں۔ اصل عبت

ملاحظہ ہو :-

آخر میں تائین حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ طول نہ شوند شعر
 می گویم، تا بدان مشغول شوند و اگر نہ من کجا شعر از کجا، و اللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من
 ازین بتر چہ نیست، بچہ نیست کہ یکے دست در شکستہ کردہ است و می شود برای آوردن
 همان، چون اشتہائے همان بد است، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان
 شہر چہ کالای باید آن خرد و آن فرد شد اگر چہ دون ترین متاعا باشند من تفصیلا کروم
 در علوم و در ہنر ہا بروم کہ نزد من فضلا و محققان وزیر کان آیند تا بر ایشان چہ غریبے
 نفیس و دقیق، عرض کنم حق تعالی خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را این جابجہ کرد، و ہا
 سیہا را اینجا آورد، کہ من باین کار مشغول شوم، چہ تو اکم کرد، در ولایت، ما از شاعر می
 نگتہ کارے نہ بود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم موافق طبع ایشان می زیستیم و آن
 می در زدیم، کہ ایشان خواستندے نسل درس گفتن، و نصایف کتب، و تذکیر، و زہ
 و عمل ظاہر و زید،

کلمات میں جو غزلین درج ہیں، تذکرہ میں تصریح ہے، کہ مولانا کا وہ ابتدائی کلام ہے جو د
 اس کلام کے بھی ایک ایک لفظ سے جوش و شہی کا اظہار ہو رہا ہے، منو می اس کے بہت بعد تصنیف
 ہوئی ہے، تاہم جو زندگی اور جو اثر منو می کے اشعار میں ہے، وہ غزلوں میں بھی نہیں، فیہ مافیہ سے اس
 حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ جوش و ولولہ ابتدائی کلام میں تھا، اور اس لئے اس
 کلام میں اثر ہونا بھی قدرتی تھا، لیکن اب جبکہ وہ جوش اور وہ ولولہ سرد ہو چکا ہے، کلام میں اثر بھی
 وہی باقی ہے، اور یہ اس رب کا فیضان ہے، جو مشرق و مغرب دونوں کا رب ہے جو طلوع و غروب
 آغاز و انجام، ابتدا و انتہا، دونوں حالتوں میں اپنے فیضِ ربوبیت کو جاری رکھتا ہے،
 فرمود کہ اول شعر می گفتیم، وایہ عظیم بود کہ موجب گفتن بود، و اکنون در آن وقت

لیکن اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ انسان کو جن مشکلات و مصائب میں ڈالا جاتا ہے، اور اس سے جو سخت مشقتیں لی جاتی ہیں، ان سے مقصود صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی غفلت سے پاک و صاف کر کے اسے عالم ابدی کی ابدی مسرتوں اور دائمی راحتوں سے مانوس و آشنا کیا جائے، اور اس پر بے نہایت رحمتوں کا دروازہ کھول دیا جائے،

”پس چون او مہمورد بزرگ بواسطہ غفلت شد باز حق تعالیٰ رہنما و مجاہد ہاجیرا و اختیار بگمارد تا آن غفلت ہمارا از و بشنود و اور پاک گرداند بعد ازان تواند بآن عالم آشنا گشتن، و جو آدمی بر مثال مزملہ ایست قل سرگین اتل سرگین اگر عزیز است و بر اسے است کہ بر او خانم بادشاہ ہست و وجود آدمی چون جوال گندم است پادشاہ غذا کند کہ این گندم را کجائی ہی کھاع من در بہت و آن از صاع غافلت، و غرق گندم شدہ است اگر از صاع واقف شود بگندم کے التفات کند اکنون ہر اندیشہ کہ ترا بعلوم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد و فاجر میگردد عکس و بر تو آن صاع است کہ بدون می زند، و آدمی میل بآن عالم می کند چون بکسہ میل بعلوم سفلی کند، علا متش آن است کہ آن در پردہ پنهان شدہ باشد (ص ۳۲) سات صفحوں کے بعد کا خانہ کائنات کے معنی بر غفلت، ہونے کے مفہوم کو پھر ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔

”این خانہ را بنابر غفلت است و جہام و عالم را ہمہ قواش بر غفلت است،“

حکم نیز کہ بالیدہ است از غفلت ست۔ ص ۲۹،

لیکن بیان اس سے نتیجہ ایک بالکل دوسرا نکلا ہے، بیان اس مقدمہ سے توحید اور وحدت وجود پر ایک لطیف استدلال کیا ہے ”اور اسکی صورت یہ رکھی ہے کہ دین نام ہے ترک کفر کا نتیجہ کفر کے دین کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہو سکتا، اس لئے دین و کفر لازم و ملزوم ہیں، اور ایک دوسرے کے

بغیر غیر وجود، پس معلوم ہوا کہ دونوں کا خالق ایک ہی ہے، اور وہی وحدہ لاشریک ہے، اس لئے کہ دونوں کے خالق اگر الگ الگ ہوتے، تو ایسی چیزیں پیدا کرتے، جو خود ایک دوسرے سے علحدہ ہو سکتیں،

”وغفلت کفرست و دین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفرست پس کفر بے یابہ کر ترک ادتوان کرد، پس ہر دو یک چیز اند، چون این بے آن نیست و آن بے این لایقوی اند، خالق شان یکے باشد کہ اگر خالق شان یکے بود سہ تجزئی بودند، زیرا ہر یک چیزے آفریدہ، پس تجزئی بودند، پس چون خالق یکے است وحدہ لاشریک لہ، باشد“ ۲۹

اسی طرح کتاب بھرمین جہان جہان کوئی عبارت کمر آئی ہے، وہاں تکرار صرت ظاہری ہے حقیقی نہیں، نتائج ہر جگہ جداگانہ نکالے گئے ہیں،

مفتدین صوفیہ کے تذکرے بہ کثرت آئے ہیں، اور بعض مقامات پر ان کے اقوال و احوال کی دلچسپ شرح و توجیہ بھی فرمائی گئی ہے، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ شرح منصور کے مشہور کلمہ انا الحق کی ہے، ”انسفراق“ کی یہ شرح کر کے کہ اس کے معنی اپنی ہستی کے بالکل فنا کر دینے کے ہیں، اور اس مرتبہ کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”انا الحق کو لوگوں نے انانیت و خود بینی پر کیسے محمول کر لیا، یہ تو انتہائی فروتنی تھی، اس کا قائل تو اپنی خودی و ہستی کی قطعی نفی کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو حق میں شامل ہو گیا ہوں، میں خود تو کچھ رہ ہی نہیں گیا ہوں، انانیت اگر نکلتی ہے تو انا العبد سے نکلتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہستی معبود کے علاوہ، عبد خود اپنی ہستی کا بھی اثبات دادا کر رہا ہے!

”آخر میں انا الحق گفتن منصور ہم اذین معنی است مردم پندارند کہ دعویٰ بزرگست

انا للہ بعد گفتن دعویٰ بزرگ ست انا الحق عظیم تو وضع ست ازیر اناک می گوید کہ من عبد
خدا ہوں، سبک انہیات می کند، یکے خود راویکے خدا را، انا اناک انا الحق میگوید خود را عدم کرد
بیاد و اومی گوید کہ انا الحق یعنی من نیستم ہمہ اوست جز خدا را ہی نیست من بجای عدم خود ہم
تو وضع درینجا بیشتر است اینست کہ مردم فہم نمی کنند، (ص ۱۷)

ای مہنوم کو ایک دوسری جگہ یون ادا فرمایا ہے۔

« مستغرق آن ست کہ آب در ادا تصرف می کند، اور ادا آب تصرف نے نیست سبحان
و مستغرق ہر دور در آبد، انا این را کہ آب می برد، و محمول ست، و سبحان عامل بقوت خویش
است و بافتن خود ست، پس ہر جنبش کہ مستغرق کند و ہر توسل و فعل کہ از و صادر شود
آن از آب باشد، اور در میانہ بہانہ است، ہچنانکہ از دیوار سخنہ بنفوس دانی کہ از دیوار
نیست، کسیت کہ دیوار را در گفت در آورده است، اولیا ہچنانکہ کہ پیش از مرگ
مردہ اند و حکم در دیوار گرفتہ در ایشان یک سرموسے از ہستی نامذہ است، در دست شد
حق پیرے اند، پیر چنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود،» (ص ۱۸)

تیسری جگہ اسلوب بیان زرا اور زیادہ لطیف ہو گیا ہے،

« منصور را چون محبت حق نہایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردا
گفت انا الحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تو وضع است و نہایت
بندگی یعنی اوست و بس دعویٰ و تکبر آن باشد کہ کوئی تو خدائی و من بزرہ پس ہستی
خود را نیز انہیات کردہ باشی ایجاد دئی لازم آید و این نیز کہ می گوئی ہو الحق ہم دوست
زیرا کہ انا نباشد ہو ممکن نہ شود، پس حق گفت انا الحق چون غیر ہو بودی ہو و چون
منصور فنا شدہ ہو و ان سخن حق ہو،» (ص ۱۹)

صدا پر انا الحق کی جو شرح و تہجیم ایک بالکل نئے پیرایہ میں درج ہے، وہ سب سے زیادہ دلچسپ اور اہل ذوق کے لئے پر لطف ہے، ارشاد ہوتا ہے، کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ایک مہمان عزیز آ رہا ہے، ہر غلام اپنے ہاتھ میں سونے کا ایک ایک گلاس لیکر کھڑا ہو جائے۔ اس کے بعد جب بادشاہ سلامت برآمد ہوئے، تو جو غلام سب سے زیادہ مقرب و با اختصاص تھا وہ جمال شاہی سے ایسا بخود دست ہو کر گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر، اور ٹوٹ گیا، یہ دیکھ کر اس کی تقلید میں دوسرے غلاموں نے بھی اپنے اپنے گلاس پھینک کر توڑ ڈالے، اس پر جب عتابِ سلطانِ نازل ہوا، تو سمیعون نے عرض کی کہ ہم نے اس غلام خاص کو دیکھ کر یہ کیا، بادشاہ نے فرمایا، کہ اے یو تو فو، وہ گلاس اس نے کب توڑا تھا وہ تو ہم ہی نے توڑ دیا تھا، وہ ہمیں دیکھ کر اپنے آپے میں رہا کب تھا، وہ اس گھڑی غلام تھا ہی نہیں جمال بادشاہی میں فنا ہو کر خود بادشاہ ہو گیا تھا، اس کا ظاہری قصور عین طاعت و کمالِ اطاعت تھا، درحقیقت لھا خلقت لھا خلقت، ہم انانیت سے ہمیشہ اس سے کہ افلاک را براے خود

آخر ہم این انانیت سے بزبانے دیگر و درمنے دیگر

مسیحیوں سے سکسانوں کے مباحثہ اس زمانہ سے بہت پیشتر شروع ہو چکے تھے، فیہ آفیمین مسیحیت اور مسیحیوں کے خلاف ضمیمہ متعدد مقامات پر اظہار خیال ہے، لیکن صفحہ ۳۱ سے صفحہ ۳۳ تک تو مسیحیت کے رد میں ایک مستقل فصل ہوئی میں، وقف ہے بعض صوفیوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دین کے بارہ میں مدہنت برتتے ہیں، اور ادیانِ باطلہ کی تردید اس اہتمام سے نہیں کرتے جس سے علماءِ ظاہر و باطن کہتے رہتے ہیں لیکن کم سے کم مولانا کے متعلق تو یہ خیال درست نہیں، انھیں اپنا اسلام اپنے تصوف سے کہیں زیادہ عزیز ہے، اور انھوں نے نہ صرف مسیحیت کے رد میں بلکہ دوسرے مذاہب و ادیان اور ان کے رد میں بھی اپنی حرارتِ دینی کا پوری طرح اظہار کیا ہے، مثلاً صفحہ ۴۲ و صفحہ ۴۶،

آیات قرآنی کی تفسیر میں مولانا نے جو لطیف و نادر نکتہ پیدا کئے ہیں، ان سے پورا لطف

اس وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب عام مفسرین کے اقوال پر بھی نظر ہو، کلام مجید کے سورہ بقرہ میں حضرت
 ابراہیم خلیل اللہ اور نوح و دکا جو مناظرہ درج ہے اسے پڑھکر عموماً شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خلیل
 نے وجود باری پر پیدے تو یہ دلیل پیش کی کہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے اور جب اس کا ایک
 جواب اپنی فہم کے مطابق فرودنے دیدیا، تو آپ اپنی پہلی دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل آفتاب کے طلوع
 مشرق سے پیش فرمانے لگے، مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت خلیل نے اپنی دلیل چھوڑی مگر نہیں بلکہ
 اپنے اپنے اس دعویٰ کی کسنت اللہ ایک ہی جاری رہتی ہے، تجھ میں اگر قوت ہے تو کسی سنت
 الہی کو توڑ کر دکھلائے جو مثال انسان کی موت و زندگی سے پیش کی تھی جب دیکھا کہ فرد کی سمجھ
 میں اتنی موٹی سی بات بھی نہیں آتی تو جھٹ اسی دعویٰ کی یہ دوسری مثال جو اس سے بھی زیادہ
 محسوس و عام فہم تھی پیش کر دی،

”تاما کہ ابراہیم علیہ السلام بدلیل و ملزم شود و اور اجواب نامند بلکہ این همان سخن
 در مثال دیگر یعنی حق تعالیٰ جنین را از مشرق رحم برمی آرد و مغرب گور فردی برد تو اگر دعوی
 خدائی میکنی بکس آن کن از مغرب گور آرد و در مشرق رحم باز فرو پس یک سخن بود و باشد
 حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالیٰ آدمی را ہر خطہ از قومی آفریند و در باطن او چیزے دیگر
 تازہ تازہ می فرستد کہ اول برومی نامد الا و از خولیتش غافل است و خود را نمی شناسد“ (عقلم)

سورہ اذ جاء نصر اللہ کی جو عام معروف تفسیر ہے، وہ تفسیر کی تمام سہ اول کتب میں
 میں درج ہے، مولانا سے درج فرماتے ہیں، لیکن اس کے درج کرنے کے بعد اپنے مخصوص رنگ میں
 اس سے جو جو نکات و لطائف پیدا کرتے ہیں اور اسے جس طرح سالک کے اصولی مراتب و مقامات
 کے حق میں دستور العمل بناتے ہیں اس سے مستفید ہونے کے لئے ذیل کا طویل اقتباس ملاحظہ ہو:-

”اما محققان میگویند کہ معنی است کہ آدمی پندارد کہ اوصاف ذمیرہ را لعل خود و جہاد از خود

دفع کنند چون بسیار مجاہد کنند و توست ہا و آلتہار بیدل کنند۔ نو مید شود و خداے
تعالیٰ اور اگوید کہ می بندہ ہستی کہ بقوت و فعل و عمل تو خواہد شدن۔ آن سنتے ست کہ نہاد
ام یعنی آنچه تو داری در راہ مایدل کن۔ جدا از آن بخشش را در رسد۔ درین راہ بے پایان ترا
می فرمایم کہ باین دست و پاسے ضعیف میر کن۔ ما را معلوم ست کہ باین دست و پاسے
ضعیف این راہ را نخواہی بریدن۔ بلکہ بعد ہزار سال یک منزل ازین نہ توانی بریدن
الا چون درین راہ بر دی چنانکہ از پاسے در آئی و سستی ترا و گنج طاقبت رفتن نہا
بعد از آن عنایت حق ترا بر گیر۔ چنانکہ طفل را مادام کہ شیر خواہد است اورا بر گیرند
و چون بزرگ شد اورا بخود رہای کنند تا میرود۔ اکنون چون قوت ہائے تو منہ
در آن وقت کہ این قوت ہا داشتی و این مجاہد ہا می نمودی۔ گاہ گاہے میان خواب و
بیداری توجہ لطیف می نمودم۔ تا بدان در طلب ما قوت می گرفتی۔ و امید واری شدی۔ این
ساعت کہ این قوت نہا بخشش ہائے ما و عنایت ہائے ما را بینی و ستے کہ تو خود را در میان
نہ بینی و دست و پاسے خود را بے ہدایت و ارشاد ما با قوت نہ دانی عنایت و جذ بہ ما در رسد
و ترا بر گیر۔ و فوج عنایت ما بر تو فرو می آید۔ کہ بعد ہزار کوشش از آن ذرہ نمی دیدی
اکنون نسیم بچہ سبک و استغفرہ۔ پس استغفار کن ازین اندیشہ و پندار کہ می بندہ ہستی
کہ آن کار از دست و پاسے تو خواہد بر آمدن۔ و از نا می دیدی۔ اکنون چون دیدی کہ از ما ست
استغفار کن کہ **إِنَّكَ كَانَتْ تَوَاجًا** (ص ۷۰۸)

مولانا کا تصوف اسلام کا تصوف تھا۔ کتاب و سنت کا تصوف تھا۔ طاعت و عبادت کا تصوف
تھا۔ تقویٰ و طہارت کا تصوف تھا۔ رندی و بے قیدی۔ آزادی و وارستگی کا تصوف نہ تھا۔ مولانا کی مجالس
ذکر الہی و تزکیہ نفس کی مجالس ہوتی تھیں۔ فیہ مافیہ شرع سے آخر تک اسی تعلیم سے لبریز ہے۔ کہیں کسی بہت

قرآنی کی تفسیر بیان ہو رہی ہے، کہیں کسی حدیث نبوی کی شرح ہو رہی ہے، کہیں طہاروں اور
 بندہ بون کی تردید ہو رہی ہے، کہیں نماز کے لطائف و اسرار بیان ہو رہے ہیں، کہیں اصول فقہ کا بیان
 کی خوبیاں روشن کجا رہی ہیں، کہیں اصلاح نفس و تزکیہ باطن کے طریقوں کی تعلیم ہو رہی ہے، کہیں
 اگلے بزرگوں اور اللہ کے دوستوں کے مناقب و فضائل ذکر ہو رہے ہیں، بس ان کے علاوہ ہر فرع
 سے آخر تک کسی مقام پر نتائج کل کی ایسی سیرزادگی و سجادہ نشینی کا ذکر ہے، نہ قبور کے سجدہ و طواف
 کا، نہ چادر اور گاؤں کا، اور نہ مرد و عورت اور غسل مزارات کا، خاتمہ کلام ان الفاظ پر ہوا ہے بہت
 تھوٹے سے فرق کے ساتھ مسلسلہ حقیقت کے ختم و پورا حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب
 کی زبان مبارک سے بھی ادا ہوتے ہیں، امین اللہ سے تقوی اختیار کرو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو،
 گناہوں سے بچو، خواہشات نفس کو مغلوب کرو، خلق اللہ کا جور و جفا برداشت کرو، دن میں روزہ
 اور شب میں نماز کی عادت دائمی رکھو، بدون کی صحبت سے الگ رہو، اور صالحین کی صحبت اختیار کرو
 اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ، وبقابلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام
 وحبۃ من المعاصی وکلائام وشرک الشهوات علی الدوام واحتمال الجناہ من جمیع الانام المؤمنین
 علی الصیام وادوام الیقام وشرک المجامعہ بالسفہاء الیام من العوام و مصاحبۃ الصالحین
 واکثر ام، اخوانی اخوانی اخفطوا منی ہذہ الوصیۃ لکنونوا فی قید دولت وفضیلتہ وکن کونوا فی
 قید ان لفتیم اللہ قلوبکم۔

وہیچا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖٖ وَسَلَّمَ

اما بعد این رسالیت موسوم بر فیہ مافیہ، از کلام مولانا جلال الدین محمد بلخی المشہور مولانا
رومی کہ سلطان بہار الدین ولد در اثنا مجلس او نوشتہ،

اما نسب مولانا جلال الدین از پدر بامیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میروہ و از مادر سلطان احمد
قدس سرہ کو پدر او مولانا بہار الدین محمد مشہور بولد از بلخ بود و در علوم ماہر بود و صاحب حال و در
عہد سلطان محمد خوارزمشاہ مثل او در فتوی و در آن عصر کہے بنود چنانچہ کیشب مفتیان بلخ باتفاق
در خواب دیدند کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در اندرون خیمہ نشستہ بودی و مولانا

بہار الدین از در خیمہ اندرون آمدی حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اورا در پہلوئی خود نشاندی
و مفتیان گفتی کہ بعد ازین مولانا بہار الدین را سلطان العلماء گوئید بامداد مفتیان باتفاق پیش مولانا
بہار الدین آمدند تا خواب را عرض کنند مولانا بہار الدین تمام خواب ایشان باز گفت حیرت ایشان
زیادہ شد علی ہذا بہار الدین در بلخ و غطہ گفتی و از ضمائر خلق نشان دادی تا از مدتی چنان افتاد
کہ خاطر او از محمد خوارزمشاہ و بلخیان برنجید و باشارہ غیب بامولانا جلال الدین و دیگر فرزندان

لے یہ دیباچہ صرف ہندی لٹون میں ہے، قسطنطنیہ کے لٹون میں نہیں ہے؛

انبیاء و نوح آمد و عازم بزیارت کعبہ شد، در راه خبر باور رسید کہ لشکر تار قصد بلخ کردند و قتل و
 و خرابی بسیار واقع شد و اہالی آن تمام متفرق شدند، بیت
 تادل اہل دسے نامہ بدرد،
 بیچ قومی را حسد از سوا نکر د،

القصہ مولانا بہاء الدین ابراہیم گزاردن حج متوجہ روم شدند و قونیہ را برگزیدند و ساکن
 شدند مردم قونیہ چون صورت و سہرت و کمالات و حالات و کرامات و دعوای او را مشاہدہ کردند
 یکبار مطلع شدند و سلطان علاء الدین را نیز مید و متعجب شدند چون دو سال برین حال گذشت مولانا بہاء الدین وقت حق پیوست
 بعد از آن سلطان علاء الدین و ہمہ قونیہ بر مولانا جلال الدین جمع شدند اورا بجای پدر نشاندند و مجلس از مستفید میشدند
 اما مولانا بہاء الدین را مرید سے بود نام اہل سپہ برہان الدین تعلق گزیدہ کی کہ در جوانی از
 ترند بلخ آمدہ بود و کرامات مولانا بہاء الدین مشاہدہ کردہ بود و مرید شدہ و ہمراہ رسیدہ و در آخر
 قطب الاقطاب شدہ و در حالت ہجرت مولانا بہاء الدین از بلخ غائب بود چون بعد از مدتی
 باز متوجہ بلخ شد و احوال معلوم کرد عازم قونیہ شد، چون بقونیہ رسید یکسال بود کہ مولانا بہاء الدین
 از دنیا رحلت کردہ بود و مولانا جلال الدین بجای پدر نشستہ بود،

پس سید برہان الدین با مولانا جلال الدین صحبت داشت و در ادراک علوم ظاہر و باہر وید
 با و گفت کہ اگر چہ در علم ظاہر جاے پدر گرفتہ اما ہدایت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت
 و آن دیدنی است، نہ آنہو خنی اما آن از پدر تو بمن رسیدہ است اگر مرید شوی مرا و یا بی مولانا
 جلال الدین بر غبت تمام مرید شد و مدت نہ سال در خدمت او بود تا سید برہان الدین
 وفات یافت و بعد از پنج سال ہشتمین الدین تبریزی رسید و مدتی کمر ارادت او بست و بی

لے آمدنی است، (الف)

تائیس الدین ناپیداشد بعد ازان در خدمت صلاح الدین زرکوب مدتی بسر برد و بخدمت
علی حسام الدین حسن وفات یافت ،

بسم اللہ رب سیر و تخم مع العسل بالغصیر

این رسالہ گنجینہ اسرار الہی است و نوادر آثار ناقصہای است مطلع انوار قدس است
منبع اسرار فردوس است تلکج عالم حقایق است و جواهر معدن و قائق است منشأ اصول
روحانی است و مخزن کنوز ربانی است مفتاح خزائن لقیں و اعلام قلوب محققین است
انوار جنات غیب است و انوار آفتاب لاریب است مرکز دائرہ معانی است و
مہبط کنوز سبع مثانی از تالیف حضرت مولانا دہادینا الی اللہ تعالیٰ سلطان العلماء و

قطب الاولیاء و تاج العرفا منہاج الطالبین و دلیل الواصلین حمزہ کحی و الدین الاسلام المسلمین
جلالہ الملتہ و الدین محمد علی المستتر بہ مولانا رومی نور اللہ مصنفہ و قدس روحہ و افاض انوار معانی
علی کافۃ المریدین و المعتقدین و جمیع المسلمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ اجمعین :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحسب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شغل العلماء من نزل الاملاء و خیر الاملاء
 من نزل الاملاء نعم الامیر علی باب الفقیر و بیس الفقیر علی باب الامیر صدق رسول اللہ
 خلقا ن صورت این سخن را گرفته اند کہ نشاید کہ عالم زیارت امیر آید تا از شر و علماء
 نباشد معنی اش آن نیست کہ ایشان پیدا شده اند بلکہ معنی اش اینست کہ شر عالمان آن کس
 باشد کہ او مدد از امر گیرد و صلاح و سود او بواسطہ امر باشد و از ترس ایشان صلاح در
 اول خود تحصیل بنیت آن کرده باشد کہ امر امر صلہ دهند و حرمت دارند و منصب دهند
 پس از سبب امر او صلاح پذیرفت و از جہل لعل مبدل شد چون عالم شد از ترس و بابت
 ایشان مودب شد و بروفتی طریق میرود کام و ناکام عالم چون چنین باشد اگر امیر بصورت
 زیارت او آید و اگر او زیارت امیر و علی کل حال عالم زائر باشد و امیر زور و چون عالم در صدر آن باشد
 کہ بسبب امر عالم متعنت نشده باشد بلکہ علم او اولاً و آخراً بر اسے خدا بوده باشد و طریق
 دزدش او براہ صواب بود کہ طبع او خود آن ست و جز آن نتواند کردن چنانچہ ماہی جز در آب
 زندگانی و باش نتواند کردن و از او آن آید این چنین عالم را عقل سانس و زاجر باشد
 نہ خوف امر بلکہ از مہبت او در زمان او ہمہ عالم منترجرب باشند و امتداد او از پر توکس او گیرند
 لے «بدتر عالم ہے جو امر کی ملاقات کو جائے» اور بہتر امیر ہے جو جہل کی زیارت کو جائے
 بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو منن ابن ماجہ میں
 اس حدیث کے مفہوم کو بہ تنیر الفاظ نقل کیا ہے

اگرچہ ازلین نگاہ ہشتیابناشد این چنین عالم اگر نبزد امیر رود بصورت زائر امیر باشد ولیکن
مزور باشد، زیرا کہ در کل احوال امیر از حفظ می ستاند و مدومی گیرد، و آن عالم از و
مستثنی است، چہو آفتاب نور بخش است، کار او عطا و بخشش است علی اسبیل العموم سنگھا
را لعل و یا قوت و دم و مرجان کند و گوہر ہائے خالی را اکامائے مس و زرد آہن و فقرہ
کند، و خاک را اسبر و تازہ و درختان را میوہ ہائے گوناگون بخشد، پیشہ او عطا است، بخشد و
بدد، و بریز و چنانچہ عوب مثل می گوید نحن تعلنا ان تعطی و ما تلننا ان نأخذ پس علی کل حال ایشان
مزور باشد و امرا زائر،

خداے تعالیٰ فرمود بر علم خود و قوت و قدرت خود تکیہ مکنید، و عالم و قوی و قادر
مرا دانید، تا شما را از استعانت بغیر و التجا بمراد سلاطین نگاہ دارم ایانک تعبد و ایانک
نستعین بگوئید، در خاطر م چون چنین می آید کہ این را تفسیر می کنم اگرچہ مناسب این مقال
نیست، اما در خاطر م چون چنین می آید پس بگوئیم تا بروحق تعالیٰ می فرماید کہ یا ایہا البنی
قل لئن فی ایدیکم ان کانت لیس فی ان لیعلم الله فی قلوبکم خیرا لہی تیکم خیرا مما
اخذ منکم و لیغفر لکم و الله غفور الرحیم سبب نزول این آیت آن
بود کہ مصطفیٰ صلوٰۃ الرحمن علیہ کافران را شکستہ بود و قتل غارت کردہ و اسیران
بسیار گرفتہ بند در دست و پا کردہ و آوردہ اند در میان آن اسیران یکے علم او بود
عباس رضی اللہ عنہ ایشان ہمہ شب در بند و در عجز و ذلت می گریستند و می زاریدند،
و امید از خود بریدہ بودند و منتظر تیغ و کشتن می بودند مصطفیٰ علیہ السلام در ایشان نظر کرد

۱۱۱ "اے پیغمبر، ان قیدیوں سے جو تم مسلمانوں کے قیدیہ میں ہیں یہ کہہ دو کہ اگر خدا تمہارے دلوں میں نیکی
دیکھے گا تو جو کچھ تم سے چھینا گیا ہے اس سے بہتر تعین عطا کرے گا، اور تعین بختم بختم و اللہ بختم و اللہ باریک
(زائقا، ص ۱۱۱)

و بخندید، پنداشتند کہ از ہر اسے ملو بی ایشان می خندد، با یکدگر ایشان گفتند دیدی کہ درو
بشریت بہست و آنچه دعویٰ می کرد کہ در من صفت بشریت نیست بخلاف راتی بود
اینک در ما نظری کند ما را درین بند و غل اسیر خود می بیند و شادی شود و می خندد و بچپا کہ
نفسایان چون بر دشمن ظفر یا بند و ایشان را مقهور خود بینند شادمان گردند و در طرب
آیند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضمیر ایشان را دریافت گفت 'نہ' حاشا کہ من ازین رو
نمی خندم کہ دشمنان را مقهور خود می بینم یا شمارا بر زیان می بینم و از ان شادی شوم
بل خندہ ام از ان می گیر کہ می بینم بحشیم سر قومی را از تون و از دونخ و از دودمان
سیاہ بغل و زنجیر کشکشان بزور بسوی بہشت و رضوان و گلستان ابدی می برم و ایشان
در فغان و فیر کہ ما را ازین مملکہ پر خطر در آن گلشن با من جرمی بری خندہ ام می گیرم
با این ہمہ چون شمار آن نظر ہنوز نشدہ است کہ این را می گویم دریا مید و عیان بہ بینید،
عجبت من قیام یقادر سے اے الجنۃ بالسلوٰۃ

پس فرمود کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ این اسیران را گوی کہ شادول لشکر با جمع کروید
و شوکت بپیا، و بر مردی و پہلوانی و دانبو ہی و شوکت خود اعتماد کلی می نمودید و کلی
بر آن مغرور شدید و با خود می گفتید کہ ما چنین کنیم و مسلمانان را بشکنیم و مقهور گردانیم و بر خود
قادر سے از شاقا در ترخی دیدید و قاہری و بالای خود می دانستید، لاجرم ہر چہ تدبیر کردید
کہ چنین شود، جملہ لعکس آن شد باز اکنون کہ در خوف ماندہ ایمم از ان علت تو بہ
نکردید و نو مید شدید و بالائے خود قادری نمی بینید پس می باید کہ در حال قوت و شوکت

اے فتویٰ میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ درج ہے، فتویٰ، و فرما تفسیر حدیث لا تقنطن فی علی بن موسیٰ

اے مجھے تعجب ہوا اس جماعت پر جو زنجیروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر جنت کی طرف لائی جا رہی ہے،

مراہنید و خود را مقهور من دانید تا کارهای شما میسر شود و در حال خوف از من امید مبرید
 که قاوم شمار ازین خوف برانم و این کنم، آن کس که از گاو سفید گاو سیاه بیرون آورد
 ہم تواند که از گاو سیاه گاو سفید بیرون آورد که توبی لیل فی النہار و لیل النہار فی اللیل و تنجہ الی
 من المیت تنجہ المیت من الحی، اکنون درین حالت که اسیرید امیر از من میرید و از حضرت
 من نوبید میشود تا شمار دست گیرم کہ انکلا ییاس من سادح اللہ اکال القیوم الکاف
 اکنون حق تعالی می فرماید کہ لے اسیران اگر از مذہب اول باز گردید در خوف و رجاء
 مراہنید و در کل احوال خود را مقهور قهر من بینید تا من شمار ازین خوف برانم و
 دہر مائے کہ از شما بتاراج رفته است و تلف گشتہ جلد را باز بشمار دہم بک انض
 آن وہہ اذان شمارا آمرزیدہ گردانم و دولت آخرت نیز بدولت دنیا مقرون گردانم
 عباس گفت توبہ کردم و از آنجہ بودم باز آمدم، مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ این
 دعوی را کہ می کنی حق تعالی از تو نشان می طلبد، اسے

دعویہ عشق کردن آسان است لیک آن را دلیل و برهان است

عباس گفت بسم اللہ مرا چہ نشان می طلبی فرمود کہ اذان مالہا کہ ترا مانده است
 ایشان لشکر اسلام کن تا لشکر اسلام قوت گیرد اگر مسلمان شدہ و نیکی اسلام و مسلمانی می
 خواہی گفت یا رسول اللہ مرا چہ مانده است ہمہ بتاراج بردہ اند حصیری کہنہ را باز کرد
 اند رسول اللہ صلعم فرمود دیدی کہ مہنوز راست نشدی و از آنچہ بودی باز نگشتی بگویم
 کہ مال چہ قدر داری و کجا پنهان کردہ و یکہ سپردہ و در چہ موضع دفن کردہ، گفت

لے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے

آن عمران عظیم خدا کی جسے توبہ کا فزون کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا، (یوسف ع ۱۰)

حاشا رسول فرمود چندین مال معین بہ ام فضل نہ سپردی و در فلان دیوار دفن نکردی؛
ووی را وصیت نکردی تفصیل کہ اگر باز آیم من بسیاری و اگر باز نیام چندینی در فلان مصلحت
صرف کنی و چندینی بفلان دہی و چندینی ترا باشد چون عباس این را بشنید انگشت بر آورد
و بصدق تمام ایمان آورد و گفت ای پناہ بر کج من می پنداشتم کہ ترا اقبالی هست از
دور فلک چنانکہ مقتدا من را بوده است از ملوک مثل ہامان و شنداد و غیر ہم چون این را
فرمودی معلوم شد حقیقت گشت کہ این اقبال آن سریت و الہیت در بانیست
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود راست گفتی این بار شنیدم کہ آن زنا رنک کہ در باطن داشتی
بگشت و آواز آن بگوش من رسید مرا گوشیت پنهان در عین جان کہ ہر کہ زنا رنک و
شرک و کفر را پادہ کند من بگوش پنهان بشنوم و آواز آن بریدن بگوش جان من برسد اکنون
حقیقت است کہ راست شدی و ایمان آوردی،

مولانا فرمود در تفسیر این کہ من این را با میر پر داندہ برے آن گفتم کہ تو اول سہیل
شدی کہ خود را فدا کن و عقل درے و تدبیر خود را برے بقای اسلام و کثرت اہل اسلام
کنم تا اسلام بماند و چون اعتماد برای خود کردی و حق را ندیدی، و ہمہ را از حق ندانستی،
پس حق تعالی عین آن اعتماد را سبب دہن و سعی را سبب نقص اسلام کرد کہ تو با تائیر کی شدہ
یاری می دہی تا شامیان را و مہریان را فدا کنی، و ولایت اسلام را خراب کنی پس آن سبب
را کہ بقای اسلام بود سبب نقص اسلام کرد پس درین حالت روی بکند آورد کہ محل خوف است
و صد قہادہ کہ تا تریز حالت بد کہ بہت بر ماند و از امید میر اگر چه تر از چنان طاعت و چنین معصیت انداخت، ہن
طاعت را از خود دیدی برای آن دین معصیت افتادی، اکنون درین معصیت نیز امید میر و تصرف کن کہ
اوقاد درست کہ از ان طاعت معصیت پیدا کرد و ازین معصیت طاعت پیدا کند و تر ازین پشتیبانی دہد و اسبابی

پیش آرد کہ تو باز در کثرت مسلمانی کوشی و قوت مسلمانی بائی امید مبر کہ اندک ایام من روح^{لله}
 الا القسم الکاف^{لله} دلت ، غرضم این بود تا او این فہم کند، و درین حالت صدقاً
 دهد، و تضرع کند، کہ از حالت عالی بغایت در حالت دون آدہ است، و درین حالت امید
 باشد، حق تعالی مگسارت، صورتہاے خوب نماید کہ در شکم آن صورتہاے بد باشد تا آدمی
 مغرور نشود کہ مرا خوب رہے و خوب کاری مصور شد و رونود اگر چہ چنانکہ ہر چہ نمودی،
 ہچنان بودی، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم با ہچنان نظرتیز منور منور فریاد نکردی کہ اہرنی
 الاشیاء کما صحیح خوب می نمائی و در حقیقت آن ثبست زشت می نمائی و در حقیقت آن
 لغز است پس با ہر چیز اچنان نہا کہ بہت تا دوام نیغیر و پیوستہ گمراہ بنایشم، اکنون رہے
 تو اگر چہ خوب است و در ثبست از رای او بہتر نہا شد اچنین می گفت اکنون تو نیز بہر تصویر
 و مہر رای اعتماد کن تضرع می کن و ترسان می باش مرا غرض این بود و او این آیت را
 و این تفسیر را تا دلیل بارادت و رای خود کرد کہ ما این ساعت کہ لشکر ہا می بریم نمی باید
 کہ بر رہے خود و آن لشکر را اعتماد کنیم و اگر شکستہ شویم در آن خوف و بیچارگی ہم ازو امید
 نہاید بریدن سخن را بوفی مراد خود برد و مرا غرض این بود کہ گفتیم.

فصل

یکے می گفت کہ مولانا سخن می فرماید، گفتم ہم غرض آن شخص را زدن خیال من آور و این
 خیال من بادی سخن گفت کہ چونی و چگونہ بی سخن خیال اورا این جاذب کرد اگر حقیقت
 من اورا بی سخن جذب کند و جای دیگر برد چہ عجب باشد، سخن سایہ حقیقت است و فسرع

لے مانیہ او کہ چکا لے لے خدا تجھ پیہرین اس مال بن و کما سین و در حقیقتہ بن، دعاے انیسین یا انا فاکین اللہم یا انا فاکین

حقیقت چون سایہ اور جذب کر حقیقت بطریق اولیٰ کند، سخن بہانہ الیست، آدمی را
 بآدمی آن جزو مناسب جذب می کند نہ سخن، بلکہ اگر صد ہزار مجرہ و بیان و کرامات بیند
 چون درواز آن بنی یا ولی جزوی مناسب بنشد سود ندارد، آن جزو ست کہ اورا در
 جوش و بے قراری دارد، در کہ از کہر با اگر جزوی باشد ہرگز سودی کہر بازو و آن جنسیت
 میان ایشان خفیت، در نظر نمی آید، آدمی را خیال ہر چیز با آن چیزی بر دخیال باغ
 ببلغ می برد و خیال دو کان بدکان، اما درین خیالات تزدیر پنهان است نمی بینم کہ
 فلان جا بگاہ می روی پشیمان می شوی و می گوئی پنداشتم کہ خبر باشد آن خود نبود پس این
 خیالات بر مثال چادرند در چادر کسے پنهان است ہر گاہ کہ خیالات از میان برخیزد و
 حقایق روی نماید بی چادر خیال قیامت باشد آنجا کہ حال چنین شود و پشیمانی نماید ہر
 کہ ترا جذب می کند چیزے دیگر غیر آن بنشد صحت حقیقت، باشد کہ ترا جذب کرد،
 یوم تبلی السائل^۱ چہ جائیکہ اغیبت کہ می گویم بلکہ در حقیقت خود کشدہ کیست اما
 مستعد می نماید نمی بینی کہ آدمی را صد چیز آرزوست از سبب و ضعیف ہماے گوناگون می گوید
 تسمان خواہم بورک خواہم حلو خواہم قلیہ خواہم میوہ خواہم خرم خواہم آخیر خواہم این عدد
 می نماید و گفت می آورد اما اصلش کیست اصلش گرسنگیست یعنی مینی چون از یک
 چیز سیر شد می گوید میچ ازینہا نمی باید پس معلوم شد کہ وہ و صد نبود یک یک بود، و ما جلنا
 عدتہم الا فتنہ^۲ این شمار خلق فتنہ است کہ گویند این یکی و ایشان صد یعنی ولی را
 یک گویند و خلقان بسیار را صد و ہزار گویند این فتنہ عظیم است این نظر و این اندیشہ
 لے جس دن راز جانے جائیگے، (طارق ع ۱) ۲۷ "ہم نے دن کا شمار اور تعدد فتنہ ہی کی عرض
 سے رکھا ہے، (دثر ع ۲)

کہ ایشان را بسیار میند و او را یک فتنہ عظیم است، و ما جعلنا عدد نعم الا فتنۃ
 کد ام صد کہ ام پنجہ و کد ام شصت؛ قومی بے دست و پا و بے ہوش و بے جان
 چون طلسم و سیاب می جنبند، اکنون ایشان را شصت و یا صد و یا ہزار گوئی و این را
 یکی بلک ایشان ہیچند و این ہزار و صد ہزار و ہزاران ہزار،

قلیل اذا عدد و اکثر اذا شئت و

بادشاہی کی را صد مردہ نان پارہ دادہ بود لشکر عتاب می کردند بادشاہ بخود می گفت
 روزے بیاید کہ بشما بنامیم کہ بدانید کہ این تفضیل چرا می کردم و چون روزے مصاف شد ہم
 گر بخیتہ بودند و او تہنامی زد و گفت اینک براے این مصیحت بود،

آدمی می باید کہ آن تمیز خود را عاری از غصہ نکند، و یاری جوید در دین، کہ دین
 یار شناسیست، اما چون عمر را بانی تمیزان گزرا نید، میزہ او ضعیف شد نمی تواند
 آن یار دین را شناختن، تو این وجود را پروردی کہ در دین نیست، تمیز آن یک صفتی تھی در
 آدمی نمی بینی کہ دیوانہ ہم جسد و دست و پا دار و اما تمیز ندارد بہر نجاست دست می برد
 و می گیرد و می خورد، و اگر این تمیز در دین وجود ظاہر بودی نجاست را نگرفتی پس
 دانستم کہ تمیز آن معنی لطیف است کہ در تست و توشب و روز در پردش تن
 بے تمیز مشغول بودی بہمانہ می کنی کہ آن باین قائمت، آخرین نیز با آن قائمت
 چون ست کہ کلی در تیار داشت ایمنی، و آن را بجلی گذاشتہ بلک این با آن قائمت
 و آن باین قائمت آن نور ازین در پچماے چشم و گوش و غیر ذلک بیرون می زند
 اگر این در پچما بنا شد از در پچماے دیگر سر بر زند بچنان باشد کہ چراغی آورد و در پیش
 لے حایتہ ادب گذر چکا،

آفتاب کہ آفتاب را بدین چراغ می بنم حاشا اگر چراغ نیاوردی آفتاب خود را بنیاد
 چه حاجت چرخ نیست امید از حق بناید بریدن اندک یا سبب نیست شرف حق اللہ،
 (امید سر راہ انہیںست) اگر در راہ نئی روی باری سر راہ نگاہ دارگو کہ کثر یہا کہ دم تو
 راست را پیش گیر کہ بیج کثری نماند راستی بخو عھدے موسیت آن کثر یہا همچون سحر ہا است
 چون راستی بیاید ہمہ را بخور دا اگر بدی کردہ با خود کردہ جفا ی تو بکے کجا رسد، بیت
 مرغی کہ بدان کوہ نشیست و برستہ بنگر کہ بدان کوہ چہ افزود و چہ کاست
 چون راست شوی آن ہمہ نماند امید را ز ہزار مبر،

بابا دشا بن نشتن ازین روی خطر نیست کہ سر برد و ہر سرسیت رفتنی چہ امر و زوچہ
 فردا اما ازین رو خطرست کہ ایشان چون در آیند نفوس ہاے ایشان قوت گرفتہ است
 و اثر دہا شدہ کسی کہ با ایشان صحبت کرد و دعوی دوستی کرد و مال ایشان قبول کرد لا بد
 باشد کہ بوفی ایشان سخن گوید و رای ہای بد ایشان را از روی دل نگاہ داشتن قبول کند
 و نتواند مخالفت آن گفتن ازین رو خطرست زیر ادین را زیان دار و چون طرف ایشان
 را مورداری طرف دیگر کہ عمل است از تو بیگانہ شود و چند آنک آن سوی روی این سو
 کہ مشوقست روی از تو می گرداند و چند آنک تو با اہل دنیا بصلح در می آئی او از تو خشم
 می گیرد و من اعان ظالم اسلمہ اللہ علیہ نیز کہ تو سوے ادی روی در علم این است
 چون تو آنسو رفتی عاقبت اورا بر تو مسلط کند،

حیفت بدریا رسیدن و در دریا با بی یا بسوئے قانع شدن آخر از دریا گوہر ہا و

۱۰ حاشیہ گذر چکا، ۱۱ امید سر راہ ہمین ست، (الٹ)

۱۲ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے خدا اس ظالم کو سپرد کر دیتا ہے، حدیث معنی صحیحہ و متعدد حسنہ بخاوی ص ۱۱۱

جو ہر ماہ و صد ہزار چیز ہا می مقوم بر نواز دریا آب بردن چہ قدر دار و دو عاقلان ازان چہ
 فخر آرنہ و چہ کردہ باشند بلکہ عالم کیفیت و این آب دریا خود علمائے اولیاست گو ہر خود
 کجاست این عالم کفی پر خاشاکست اما از گردش آن موجها و مناسبت جویش در باد
 جنیدن دریا و موجها آن حال خوب میگرد کہ سُنِّینَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّيْثَاتِ مِنَ النِّسَاءِ ^{لنفس}
 وَالْفَنَاطِيلُ الْمُنْقَطِعَةُ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفَضَّةِ وَالْخَيْلُ الْمُسْتَوِيَّةُ وَالْأَعَاوُ وَالْحَمَاتُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ^ع
 پس چون دُرِّتین، فرمود او خوب بنائند بلکہ خوبی در و عاریت باشند و از جائے
 دیگر باشند قلب زر اندودست یعنی این دنیا کہ گفت قلبست دے قدرست دے قیمت است
 مازاند و دوش کردیم کہ سُنِّینَ لِلنَّاسِ

آدمی اصطراب حقست اما نمجبی باید کہ اصطراب را بداند ترہ فروش و یا بقال اگرچہ
 اصطراب دارد اما از آن چہ فائدہ گیرد و بآن اصطراب چہ داند احوال افلاک را و
 دوران اورا و بر جہارا و تاثیرات را و انقلابات را الی غیر ذالک پس اصطراب در حق
 بنجم سودمند است کہ مَن عَمِلَ لِنَفْسِهِ فَقَدْ عَمِلَ سِرًّا بَعْدَ اِجْمَانٍ کہ این اصطراب مستین
 آئینہ احوال افلاکست وجود آدمی کہ دلعت کہ منابہی ادا ^۱ ^۲ اصطراب حقست
 چون اورا حق تعالی بخود عالم و دانا دانشنا کردہ باشند آن اصطراب وجود خود تجلی
 حق را و جمال بیچون را و مہم و لطف بیچہ می بیند و ہرگز آن جمال ازین آئینہ خالی نباشد،
 حق را بل جلالتہ بندگا نند کہ ایشان خود را حکمت و معرفت و کرامات می پوشانند اگرچہ
 خلق را آن نظر نیست کہ ایشان را بینند اما از غایت غیرت خود را می پوشانند

سلہ انسان کو مرغوب چیز دن مثلاً یویان اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے ڈھیر دن بیٹے اور بیٹے کو مرغوب چیز اور بیٹے کی
 محبت خوشنما کر دکھائی گئی ہے ایہ سب ہی دنیا کا عارضی ساز و سامان ہے، ازل و ازل ع ۳۳۳ ہم نے بنی آدم کو برگزیدی۔ (فیضانِ

چنانک مبتنی گوید،

لبس الوشی لا متجملات و لکن کی یصنہا الجملہ

فصل

پروانہ گفت کہ شب و روز جان و دلم بخدمت خداوند گارہست و از مشغولیا و کار و شغل بخدمت نمی تواند رسیدن فرمود کہ این کار با ہم کار حقست زیرا سبب امن و امان مسلمانیت و خود را فدا کرده اید بال و بتن تادل ایشان را بجای آری تا مسلمانی چند با من بطاعت مشغول باشند پس این نیز کار خیر باشد و چون شمار حق تعالی چنین کار خیر میل داده است و فرط رغبت بہ خیر دلیل عنایتست و چون فتوری باشد درین میل دلیل بے عنایتی باشد کہ حق تعالی نخواہد کہ چنین خیر خطیر بسبب او بر آید تا مستحق آن ثواب و در درجات عالی بنشیند چون حمام کہ گرمست آن گرمی او از آلت تو نیست بچو گیاه و ہمہ و عذرہ و غیرہ حق تعالی اسبابی پیدا کند کہ اگرچہ بصورت آن بد باشد و مکر وہ اما در حق او عنایت باشد چون حمام او گرم می شود و سودا کن خلق می رسد،

درین میان یاران در آمدند عذر فرمود کہ اگر من شمار اقیام نکنم و سخن نگویم و نیزم این احترام باشد زیرا احترام ہر چیزی لائق آن وقت باشد و در نماز شاید پدر را و برادر را پسیدن و تنظیم کردن و بی التفاتی بہ دوستان و خویشان در حالت نماز عین التفاتست و عین نوازش زیرا چون بسبب ایشان خود را از طاعت و تہجد جدا کند و مشوش نہ شود پس ایشان مستحق عقاب عتاب نہ گردند پس عین التفات و نوازش باشد زیرا چون ہذا کرد از چیزی کہ محبوب ایشان در آن است،

پس یاد ان سوال کردند کہ از نماز تزد کیت بحق راہ ہست فرمود کہ ہم نماز ما نماز
 این صورت تنہا نیست این قالب نماز است زیرا کہ این نماز ملا ولیمست و آخر نیست و ہم
 چیز را کہ او یے و آخری باشد آن قالب باشد زیرا کہ تکیہ اول نماز است سلام آخر نماز است پھنچن
 شہادت آن نیست کہ بزبان می گویند تنہا زیرا کہ آن را نیز اول و آخر نیست ہر چیز
 کہ در حروت و صورت در آید اورا اول و آخر باشد آن صورت و قالب باشد جان بچون
 و سبے نہایت بود اورا اول و آخر نبود این نماز را انبیاء پیدا کردہ اند اکنون این
 استی کہ نماز را پیدا کردہ است چنین می گوید لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ بنی ہبل و ملک مقبل
 پس دانستم کہ جان نماز این صورت تنہا نیست بلکہ استغراقی است و بیہوشی است
 کہ این ہمہ صورت ہما بیرون می ماند و آنجائی گنجہ جبرئیل نیز کہ معنی محض است ہم نمی گنجہ
 حکایت است از مولانا بہار الدین ولد قدسنا اللہ بسبرہ العزیز روزی اصحاب اورا
 مستغرق یافتند وقت نماز رسید بعضی مریدان آواز دادند مولانا را کہ وقت نماز است
 مولانا بگفت ایشان التفات نکرد ایشان برخاستند و نماز مشغول شدند دو مرید فقط
 شیخ کردند و نماز نایستادند کی ازان مریدان کہ در نماز بودند نام او خواگی بود بخیم سربوبی
 عیان نمودند جملہ اصحاب کہ در نماز بودند با امام پشت شان بقبلہ بودند و آن دو مرید کہ فقط
 شیخ کردہ بودند روضہ شان بقبلہ بود زیرا کہ شیخ از ما ومن بگذشت وستی او فنا شد
 لے میرے اور خدا کے درمیان ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں کسی مرسل اور فرشتہ مقرب کی گنجائش نہیں
 ہوتی اس حدیث کو اکثر مشاہیر صوفیہ نے نقل کیا ہے محدثین کی تحقیق میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں
 البتہ اس مضمون سے ملتی جلتی دوسری احادیث صحیحہ موجود ہیں (المقاہد الحسنہ، سخادی، حروف لام)
 سکھ یہ حکایت محفین نقلی تغیرات کے ساتھ رسالہ سپہ سالار میں منقول ہے (صفحہ ۱۵)

و نماند در نور حق مستملک شد کہ مع تقابلات تعالیا کنون او نور حق شدہ است و ہر کہ پشت بنور حق
کند در وی بدیوار آرد قطعاً پشت بقبلہ کردہ باشد زیرا کہ او جان قبلہ بودہ است آخر این خلق
کہ روی بکعبہ میکنند آن کعبہ را بنیہ ساخته است کہ قبلہ گاہ عالم شدہ است پس اگر ذات او قبلہ باشد
بطریق اولیٰ بود چون آن برای او قبلہ شدہ است،

مصطفیٰ علیہ السلام یاری را آفتاب کرد کہ ترا خوانم چون نیامدی گفت بنمازش مشغول بودم گفت
آخر نہ منت خوانم گفت من بیچارہ ام مولانا فرمود کہ نیک ست اگر در ہمہ وقت مدام بیچارہ باشی د
کل حال در حالت قدرت ہم خود را بیچارہ بینی چنانکہ در حالت عجز می بینی زیرا کہ بالای قدرت تو
قدرتیت و متورحتی در ہمہ احوال تو دو نیمہ نیستی گاہی بیچارہ و گاہی باچارہ نظر بقدرت او دارد ہمہ
خود را بیچارہ میدان، و بی دست و بی پا و عاجز و مسکین چہ جای آدمی ضعیف بلکہ شیران و پلنگان
و ننگان ہمہ بیچارہ و لرزان و نیندا آسمانہا و زمینہا ہمہ بیچارہ و سحر حکم دیند او پادشاہ عظیم ست نور او چون
نورِ ماہ و آفتاب نیست کہ بوجود ایشان چیزی بر جای ماند چون نور او بجے پردہ روی نماید آسمان ما
و نہ زمین و نہ آفتاب ماند و نہ ماہ جز آن شاہ کس نماند کہ کل شیء ہالک الا بوجہہ

پادشاہی بدرویشی گفت کہ آن لفظہ کہ ترا بدر گاہ حق تجلی و قرب باشد مرا یاد کن گفت چون من در آن
حضرت رسم و تاب آن آفتاب و جمال بر من زدم را از خود یاد دینا یاد تو چون یاد کنم اما چون حق تعالی بندہ را
گریزدہ و مستغرق خود گرداند ہر کہ دامن او بگیرد و از او حاجت طلبد بی آنکہ آن بزرگ نزد حق یاد کند و در ضمیر
وہ حق تعالی آن را بر آورد،

حکایت آورده اند کہ پادشاہی بود و او را بندہ بود سخت خاص و مقرب عظیم چون آن بندہ قصد
سرای پادشاہ کردی اہل حاجت قصہ اور قہما بدو دادندی کہ بر پادشاہ عرضہ داد آن را ہر چہ مان

لہ "بجز اس کی ذات کے ہر شے فانی ہے" (قصص، ع ۹)

می آید دزد از زمین دانه از کوه چون آن کار بکند آن ظلومی و بھولی از دھنی شود اگر تو گوئی کہ اگر آن کار نمی کنم چندین کار برای دیگر از من می آید، و آدمی را برای آن کارهای دیگر نیا فریدہ اند بھچان باشد کہ تو بیشتر پولاد ہندی بابت راکہ در خسراں ملوک مثل آن نباشد آردہ باشی و ساطور گوشت گاد کنیدیہ کردہ کہ من این تیغ را معطل نمی دادم بوی چنین عطری بجای آرم و یاد یک زرین را آردہ در دھنم می پڑی کہ بجزہ از صد دیگ بہت آید و یاد کار بوجہ ہر ریاخ کہ دی شکستہ کردہ کہ من مصلحت می کنم و کہ و را بر دے می آید نرم دین کا در معطل نمی دادم جلسہ خندہ و دھنس نباشد چون کار آن کہ دویخ جوین دیا آہنی یک پولی برمی آید چہ عقل باشد کار صد دیناری را متغول آن کردن،

حق تعالی ترا قیمت عظیم کردہ است می فرماید کہ **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ**
وَأَمَّا لَهُمْ بِأَنْفُسِهِمْ جَلْدًا

تو بعتت برابر جانی چہ کم قدر خود نمی دانی

مصرعہ مفردش خویش از زان کہ تو بس گران بہائی

حق تعالی می فرماید کہ من شمارہ و اوقات و انفاس شمارہ و احوال شمارہ روزگار شمارہ خریدم کہ اگر بن صرف کیند و بن دھید ہیای آن بہشت جاودہ است قیمت تو پیش من نیست اگر تو خود را بدفع فروشی ظلم بر خود کردہ باشی بھچانک آن مرد کار صد دیناری را بر دیوار زدہ است و برود کہ دی یا کوزہ آویخت،
 آدمیم بر سر حکایت بہانہ می آوری کہ من خود را بکار برای عالی صرف می کنم علوم فقہ و حکمت و منطق و نجوم و طب و غیرہ تحصیل می کنم، آخر این ہمہ برای تست، اگر فقہتست برای آن تست تا کسی از دست تو نماند نہ باید و جامہ ات نہ کند و تر آنکشد تا تو بہ سلامت باشی و اگر نجوم است احوال فلک و تاثیر آن در زمین ارزانی و گرانی امن و خوف ہمسر تعلق

لے خدا نے مومنین سے انکی جان و مال کو خرید لیا ہے، کہ ان کے بدل میں انھیں جنت دیگا، (توبہ، ص ۱۴)

باحوال تو دارد برائے تست و اگر ستارہ است از سجد و نحس کہ بطالع تو تعلق دارد
 ہمہ برائے تست چون نیک تامل کنی اصل تو باشی و این ہمہ فرع تو چون فرع ترا چندین
 تفصیل و عجاہمائے و علمائے بوجہ دبی نہایت باشد بگر کہ اصل ترا چہ احوال باشد
 چون فرمائے ترا عروج و مہبوط دسجد و نحس باشد ترا کہ اصلی چہ عروج و مہبوط دسجد و نحس
 نفع و ضرر باشد کہ فلان روح آن خاصیت دارد و از دین آید فلان کار را می شاید
 ترا غیر این غذائے خواب و خور غذائے دیگر است کہ ابیت عند ساجی بطعنی و یسقی^ط
 درین عالم آن غذا را فراموش کردہ و باین غذا اشتغال شدہ و شب و روز تن را می پروری
 از این تن اسب تست دین عالم آخر اوست، غذائے اسب غذائے سوار نباشد
 و اورا بہ سر خود خواب و خور نیست و تمحیص است، اما بسبب آنکہ حیوانی و بہیمی بر تو غالب
 شدہ است تو بر سر اسب در آخر اسپان ماندہ و در صفت شاہان و امیران عالم
 بقا مقام نداری، دولت آنجاست، اما چون تن غالب است حکم تن گرفتہ و اسیر او
 ماندہ همچنانکہ مجنون قصد دیار لیلی کرد و اشتراک آن طرف می راند تا موش با او بود
 چون لحظہ مستغرق لیلی می گشت، خود را د اشتراک فراموش می کرد، اشتراک را در دہ پیچہ بود
 فرصت می یافت بازمی گشت و بدہ می رسید، چون مجنون بخود می آمد دور در زہ راہ
 باز گشتہ بود و پیچان سہ ماہ در راہ بماند عاقبت افتان کرد کہ این اشتراک بامی نیست

سلسلہ میں اپنے پروردگار کے حضور میں رہتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا اور چلاتا ہے اس قسم کے کلام
 متعدد احادیث صحیحہ کے درمیان آئے ہیں، مثلاً ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 والواصل قالوا فانک تو اصل یا رسول اللہ قال انکم یستم فی ذلک مثلی انی ابیت یطعن ساجی
 یسقی ما یلزم من اعمال ما تطلق^ط، صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب انہی عن احوال، تہ صحاح کی بعض دوسری روایات

از اشتر فرجست دروان شد و این بیت می خواند،

هو ی ناقی خلقی و قد اعمی الصوی وانی دایاها لمختلفان
 فرمود که سید برهان الدین محقق قدس سره سخن می فرمود و کی گفت که مدح تو
 از فلان شنیدم گفت تا بنیم که آن فلان چه کس است و آن مرتبه هست که مرا
 بشناسد و مدح من کند اگر او مرا سخن شناخته باشد پس مرا شناخته است زیرا که
 این سخن مانند و این حرف و صوت مانند و این لب و دہان مانند این همه صفت
 و اگر بفعل شناخت بچنین، و اگر ذات مرا شناخته است آنکه دادم که او مدح من
 تواند کرد و آن مدح از آن من باشد حکایت او بچنان باشد که می گویند بادشاہی
 پسر خود را بجاعت اہل ہنر سپردہ بود تا او را از علم نجوم در تل و غیرہ آموختہ بودند
 و استاد تمام گشتہ با کمال کودنی و بلا دت روزی بادشاہ انگلستری خود را درشت گرفت
 فرزند خود را امتحان کرد کہ بیا بگو درشت چہ دارم گفت آنج داری گردت و زردست
 مجوف است گفت چون نشانہ را راست دادی پس حکم کن آن چہ چیز باشد گفت
 می باید کہ غریب باشد آخر چندین نشانہ اے دقیق کہ عقول در آن حیران شوند
 دادی از قوت تحصیل و دانش این قدر بر تو چون فوت شد کہ درشت غریب نگنجد،
 بچنین علماے این زمان در علوم موسی می شکافند و چیز ہاے دیگر را کہ بایشان

لے فتویٰ دفتر ہجرام، عنوان، جالیش عقل، بعض بچون تنای مجنون، بانہ انا

بچون مجنون در تنایع با شتر، گنہ شتر چہ بید و گنہ مجنون خمر
 لے رونے سید قدس اللہ سرہ سخن می فرمود و بچشمے گفت مدح تو از فلان کس شنیدم، فرمود تا بنیم کہ آن
 فلان کس چہ کس است و او مرتبہ آن ہست کہ مرا بشناسد و مدح من کند اگر او مرا با سخن شناخته است یقین کہ نہ شناخته
 است، زیرا کہ این سخن مانند و حرف و صوت نہ مانند و آن لب و دہان نہ مانند این عرض است اگر بفعل شناختہ
 بچنین و اگر ذات مرا شناختہ است و نہ صورت ذات را راست باشد کہ مدح کند (سہ سالار ص ۶۲)

تعلق دارد بغایت دانسته اند و ایشان را بر آن احاطت کلی گشته و آنچه مهمست و با
اوزدیک تر از همه آنست که آن خودی اوست و خود رانمی داند همه چیزها را بکل قدرت
حکم می کند که این جائزست و آن جائز نیست و این حلال است و آن حرام است
خود رانمی داند که حلال است یا حرام است و جائزست یا ناجائزست پاک است یا
ناپاک است این تجویف و زردی و نقش و تدویر برومی عارضیست که چون در آتش
اندازی این همه مانند ذلتی شود و صفائی ازین همه،

نشان هر چیز که می دهند از علوم و فعل و قول بچنین باشد، و بجهت او تعلق ندارد که
بعد ازین همه باقی آنست، نشان ایشان همچنان باشد که این همه را بگویند و تشریح دهند
و در آخر حکم کنند که درشت غریب است چون آنچه از اصل است خبر ندارند خود را ندانند که چه
مرغند و مرا نه دانند که چه مرغم بللم یا طوطی ام، اگر مرا گویند که بانگ دیگرگون کن
تو ام که چون زبان من همین است، غیر آن نتوانم گفتن، بخلاف آنک که از مرغ آموخته
او مرغ نیست دشمن و صیاد مرغان است بانگ و صغیر می کنند تا او را مرغ دانند، اگر
او را حکم کنند که جز این آواز، آواز دیگرگون کن تواند کردن، چون این آواز بر دعایت
است و از آن اوست تواند که آواز دیگر کند چون آموخته است که کالاسے مردمان
دزد و از هر خانه قاشقی بنماید،

فصل

پروانه گفت این چه لطفت که مولانا تشریف نه فرمود و توقع نداشتم و در دلم
نه گزشت چه لایق اینم مرا می بایست که شب و روز دست گرفته در زمره وصف چاکران

ملا زمان بودی هنوز لائق آن نیتم این چہ لطف است،

فرمود این از جملہ آنست کہ شمار بہت عالیست، بہرچند کہ شمار امر تبار عزیزست
و بزرگست، و بکار ہای خطیر و بلند شمولید از علو بہت خود را قاصر می بینید و بدان رضی
نیتید و بر خود چیز ہائے بسیار لازم می دانید، اگرچہ ما را ہمارا دل بخدمت بود اما می خواستیم
کہ بصورت مشرف شویم، زیرا کہ صورت نیز ہم اعتبار می عظیم دارد چہ جائے اعتبار خود
شمار گست با مغز بچنانک کا بے مغز بر نمی آید بی پوست نیز ہم بر نمی آید چنانک اگر دنا
را بی پوست در زمین کاری بر نیاید، چون پا پوست در زمین دفن کنی بر آید، درختی شود
عظیم پس ازین ردے تن نیز اصل عظیم باشد، و در بایستے "باشد و بی او خود کار بر نیاید
و مقصود حاصل نشود ای واللہ اصل معنی است پیش آنک معنی را داند و معنی شدہ باشد تنگ
می گویند سرگشتان من الصلوا تاخیر من اللہ بنیاد ما بینہا پیش ہر کس نہا شد
پیش آنکس باشد کہ اگر کتبتن از وفوت شود و دشوار تر آید نزد او از آنکہ ہمہ دنیا و ہر چہ در دست
اورا نمک باشد و از وفوت شود،

دروشی نزد بادشاہی رفت، بادشاہ بوی گفت کہ امی زاہ چوئی گفت زاہ
توئی، گفت من چون زاہ باشم کہ ہمہ دنیا از آن منست، گفت فی عکس می بینی دنیا و
آخرت و ملک حبلہ از آن منست و عالم را من گرفته ام توئی کہ بلغم و خرقة قانع شدہ
ایناتو لوافتم و حبہ اللہ آن و حبیرت راج و مجری کہ لا یقطع بہت و باقیست،
عاشقان خود را فداے آن وجہ کردہ اند، و عوض نمی طلبند، باقی بچو انعامند،
فرمود اگرچہ انعامند اما مستحق انعامند و اگرچہ در آخر اند مقبول میرا خرنند، کہ اگر خوا

صلی "وہدایت" "معلق الیہ" الیات کی ایک اطلاع کا ترجمہ ضروری تھے جس سے منکرہ و اوصاف کا بیحد بقرع ۱۴

ازین آخرش بر ماند نقل کند بطویلہ خاصش بر دہچنانکہ از آغاز او عدم بود و وجودش
آورد، از طویلہ وجود بجادش آورد و از طویلہ جمادی بناتیش آورد، و از بناتی
بجوانی دار حیوانی باسانی، و از انسانی بکلی، الی ماکلائیات پس این
ہمہ برائے آن نمود تا مقرر شوی کہ اور ازین جنس طویلہاے بسیارست عالی تر از ہرگز
طبقاً عن طبق فما لہم کایومنونؑ

این برائے آن نمود تا مقرر شوی طبقات دیگر را کہ در پیش است، برائے آن
نمودم کہ انکار کنی و گوئی کہ ہمینست "استائے صنعت و فرہنگ برای آن نماید کہ اور
معتقد شوند، و فرہنگہاے دیگر را کہ تنویدہ است مقرر شوند، و بان ایمان آوردند، و ہچنان
بادشاہے کسان را خلعت وصلہ دہد و بنواز دہد برای آن نواز دہد کہ از توقع دیگر خیز باشد دار امید ہیا
بر دوزند، برائے آن نہ دہد کہ بگویند ہمینست، بادشاہ دیگر انعام بخاہد کردن و دیگر جز این

لے تنوی میں ارتقا انسانی اور مختلف مدارج وجود کا ذکر مسند مقامات پر آیا ہے مثلاً :-

ارجاوی مردم و نامی شدم	از نام مردم بہ حیوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے زردن کے شوم
جملہ دیگر بہ میسر از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر الخ

(تنوی دفتر سوم، عنوان جواب عاشق عاذلان)

اسی طرح ایک موقع پر اور فرمایا :-

آمدہ اول بہ تسلیم جماد	وزنجا دی، در "بناتی" افتاد
سالمہا اند "بناتی" عمر کرد	وز "جمادی" یاد نادرہ از نبرد
وز بناتی چون بہ "حیوانی" افتاد	نامش حال "بناتی" ہیچ باد الخ

(تنوی دفتر ہم عنوان بیان اطوار و منال خلقت آدمی)

سے چڑھتے رہو گے تم لوگ، درجہ بدرجہ ان کو کیا ہوا کہ ایمان بنین لاتے، (انشقاق، ص ۱)

خواہ داد و نداد و برین قدر اقصا رکند ہرگز پادشاہ اگر این را بداند کہ چنین خواہد گفتن
چنین خواہد دانستن ہرگز بوی انعام نکند،

زادہ آن ست کہ آخرینید و اہل دنیا آخرین اند اما آنہا کہ خصمند دعا رفتند آخرتہ آخر ایشان نظر بر اہل
افتادہ است، و آغاز ہر کار را می دانند بچنان کہ دانای گندم بکار داند کہ گندم خواہد ہست و ازاو
آخر را دید، و چنین جوہر نج و غیرہ چون اول را دید اورا نظر بر آخریت بر اول بر و
معلوم شدہ است ایشان نادرند و اینہا متوسط کہ آخر را می بینند و اینہا کہ در آخرند انعام
در دست کہ آدمی را رہبرست در ہر کارے کہ ہست، تا اورا در آن کار دہوس
و عشق آن کار در درون نخیزد و اقصا آن کار نکند، و آن کالجے در داور امیسر نہ شود و خواہ
دینا و خواہ آخرت خواہ باز رگانی خواہ بادشاہی خواہ علم خواہ عمل خواہ نجوم و غیرہ تا مریم
را در وزہ پیداشت قصد آن درخت نخل نکرد کہ خاجا ہا الحاض الی جذع النخلة
وقال الادیب فی معناه،

المرتران اللہ قال لہریم الیک فہزی الجذع یسقط اللطت
ولو شاء اجنی الجذع من غیر ہما الیہا و لکن کل شیء لہ سبب

اورا آن درو بدخت آورد و درخت خشک میوہ داشت تن بچو مریم است و ہر یکے
عیسے و اریم، اگر مارا در پیداشد و عیسے بپیدا شود و بتراید و اگر در دہنا شد
عیسے ہم از ان راہ نہانی کہ آمد باز باصل خود پیوند دالا محروم مانیم و
بی بہرہ بیت :-

جان از درون بغافہ و طبع از برون برگ دیو از خورش تہنہ و حبشہ ناشتا

لے پھر در وزہ ابن کو دخت فرما کے پاس لے پونچا، (مریم ع ۲)

اکنون کن دو کہ مسیح تو بر زمینست، چون شد مسیح سوے فلک فوت شد دوا،

فصل

این سخن بر اے آن کس است کہ او سخن محتاجت کہ ادراک کند، اما آنکس کہ بے سخن ادراک کند با وی چه حاجت سخنست، آخر آسمانها و زمینها ہمہ سخنست پیش آنکس کہ ادراک می کند و زاینده از سخنست کہ کن فیکون پس پیش آنک آواز پست را می شنود و غلغلہ و باگ کہ چه حاجت است،

شاعری تازی گوئے پیش پادشاه آمد، و آن پادشاه ترک بود پارسی نیرنی و نسبت شاعر بر اے او شعر عظیم عزابتازی گفست و آورد چون پادشاه بر تخت نشسته بود و اہل دیوان جملہ حاضر امر او و زرا آنچنانک ترتیب است شاعر بر پائے ایستاد و شعر آغاز کرد پادشاه در آن مقامات کہ محل تحسین بود سری جنبانید و در آن مقامات کہ محل تحب بود خیر می ماند و در آن مقام کہ محل تواضع بود التفات می کرد اہل دیوان حیران شد کہ پادشاه ماکلمہ بتازی نمی دانست این چنین سر جنبانیدن مناسب در مجلس از و چون صادر شد مگر کہ تازی می دانست چندین سال از ما پنهان داشت و اگر ما بزبان تازی بی ادبیا گفتمہ باشیم دای پادشاه را غلاصے بود و خاص اہل دیوان جمع شدند و او را کب و اشترو مال دادند و چندانی دیگر کہ بحسب مجال بازوان و ما را ازین حال آگاہ کن کہ پادشاه تازی می داند یا نمی داند و اگر نمی داند در محل سر جنبانیدن چون بود کرامات بود و یا الہام بود تا رونے غلام فرصت یافت در شکار پادشاه را دل خوش دید بعد از آنک

شکار بسیار گرفته بود، از من پیر سپید پادشاہ بجنید گفت و آمد من تازی نمی دانم اما آنج
سرمی جنبانیدم یعنی می دانستم کہ مقصود او از آن شعر چیست سرمی جنبانیدم و حسین
می کردم،

پس معلوم شد کہ اصل مقصود است آن شعر فرج مقصود است کہ اگر آن مقصود نبود
آن شعر گفته نہ شد پس اگر مقصود نظر کنند وی نماند وی در فرود است اصل یکبیت
ہمچنان طرق متلیخ اگر چہ بصورت گوناگون است و بحال و مقال و حال و احوال متبا
اناز روی مقصود یک چیز است و آن طلب حق است ہچنانکہ بادے درین سرے
بوز و گوشتہ قالی بر گیر و اضطرابی و جنبشی در گلیہا پدید آید خس و خاشاک را بر ہوا برد،
آب حوض را زہرہ گرداند و درختان را و شاخہا را و برگہا را در قص آرد و این ہمہ احوال
متفاوت گوناگون می نماید، اما از وی مقصود و اصل و حقیقت یک چیز است زیرا جنبانیدن
ہمہ از یک باد است،

برودانہ گفت کہ ما مقصیرم مولانا فرمود کسی را کہ این اندیشہ آید و این عتاب
برود و آید کہ آہ و رہیمت و چراچنین می کنم این دلیل دوستی و عنایت است،

و یقی الحب ما یقی العتاب

زیرا عتاب با دوستان کنند با بیگانہ عتاب نکنند اکنون این عتاب نیز متقاو
برائیک اوراد روی کند و از آن خبر دارد کہ دلیل عنایت و محبت در حق باشد اما اگر
اگر عتاب رود و اوراد در دکنہ این دلیل محبت نباشد ہچنانکہ قالی را چوب زہد تا گرد
از وجد آکنند این را عتلا عتاب گویند اما اگر فرزند خود را و محبوب خود را بزند عتاب آزا
گویند و دلیل محبت در چنین محل پدید آید پس مادام کہ در خود دردی و پشیمانی می بینی دلیل

عنایت و دوستی حقست و اگر در برادر خود عیبی بینی آن عیب در تست کہ در وی می بینی
عالم بچو آئینہ است نقش خود را ہی مینی در ہمہ کہ المؤمن مآلة المؤمن عیب
را از خود جدا کن زیر آنکہ از وی برخی از خود می برخی،

گفت پیل را آور وند بر سر شپہ کہ آب خورد و خود را در آب دید و می رسید وی شہادت
کہ از دیگرے می رمد نمی دانست کہ از خود می رمد ہمہ اخلاق بد از ظلم دیکن و حسد و حرص و
بے رحمی و کبر چون در تست نمی برخی چون آن را در دیگری می بینی ہی برخی پس بدانکہ از
خود می رمی و می برخی آدمی را از کہ و دہنل خود و نفرتے نیاید دست مجروح در آتش میکند
و انگشت خود می لیسد و بیج از آن دشمن بر ہم نمی آید و چون بر دیگری اندک دہنل یا
نیم ریشی بیند آن آتش اورا نگوار و محبین اخلاق بد چون کتر باست و دہنلهاست چون
در دست از آن نمی رنجد اما بر دیگرے چون اندکے از آن بینند بر بخت و نفرت گیرند
ہیچنان کہ تو از وی رمی اورا نیز نمزد و رمی وار اگر از تو برمد و بر بخت و نفرت تو عذر اوست
زیرا بیخ تو از دیدن آن مست و او نیز ہمان می بیند کہ المؤمن مآلة المؤمن گفت کہ
کہ الکافرا مآلة الکافرا زیرا کہ کافرانہ آن است کہ مرآة نیست الا آن است کہ از مرآة خود خبر ندارد
بادشاہی دل تنگ بر لب جوئی شستہ بود امر از و ہر اسان و ترسان
و بیہیچگونہ رومے او کشان نمی شد سخرہ و شستہ عظیم مقرب امر اورا پذیرفتند کہ اگر تو

عہ مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے "حدیث صحیح بخاری باب الادب بین وار و ہوتی ہے،

لے شہادی و فتروا ل عنوان نظر کردن تیر در چاہ، الخ،

اے بساط طے کہ مینی از کسان

خوئے تو باشد در ایشان سلاک

اے بدیدہ خال، بد بروئے عزم

عکس خال تسق آن از عزم الخ

شاہرا بخندانی چنین دہیم سخرہ قصد پادشاہ کرد و ہر چند کہ بہد و قصد می کرد پادشاہ برو
 نظری انداخت کہ او ٹھکی کند پادشاہ را بخنداند و جوے آب نظری کرد و سر بر نی
 دہشت سخرہ گفت بادشاہ را در آب چہ می بینی گفت قلبتانی را می بینم سخرہ جواب داد
 کہ لے شاہ عالم بندہ نیز کو نیست اکنون ہمیں ست اگر تو در چیز می بینی و می بینی
 آخر او نیز کو نیست بہان می بیند کہ تو می بینی،

پیش او دو انانی گنج تو انانی گوئی و او انانی تو بپیش او یا او میرد پیش تو تا دوئی
 مانند اما نگاہ او میرد امکان ندارد نہ در خارج نہ در زمین کہ ہوا لھی الذی لا یموت
 او را آن لطف ہست کہ اگر ممکن بودی برای تو بر دی تا دوئی بر خاستی اکنون چون
 مردن او ممکن نیست تو بپیش او بر تو بخی کند و دوئی بر خیزد و دو مرغ را بر ہم بندی بوجود
 حیست و پنج دو پر داشتند بہار مبدل شد نمی پر وزیر اکہ دوے قائست اما اگر
 مرغ مردہ را بر و بندی سپر وزیر اکہ دوئی مانند ہست آفتاب را آن لطف ہست کہ
 پیش خفاش بپیرد اما چون امکان ندارد می گوید کہ اے خفاش لطف بہمہ عالم رسیدہ
 است خواہم کہ در حق تو نیز احسان کنم تو بپیر کہ چون مردن تو ممکنست تا از نور
 جلال من بہرہ مند شوی د از خفاشے بیرون آئی و عنقائے قاف
 قرب گردی،

بندہ از بندگان حق را آن قدرت بودہ است کہ خود را برای دوستی
 فنا کن آن چنان بود کہ از خدا آن دوست را می خواست خدا قبول نکرد، خدا
 می آید کہ من اورا نمی خواہم آن بندہ حق الحاح می کرد و از استاد دست باز نمی داشت
 کہ خداوند اورا من خواہست او نہادہ از من نمی رود و در آخر خدا آمد خواہی کہ آن مراد

برآید سرافدا کن، و تو نیست شو، و عمان اوز عالم بر دگفت یارب راضی شدم
چنان کرد سر را بباخت بر لے آن دوست تا کار او حاصل شد چون بندہ را
آن لطف باشد کہ چنان عمری را کہ یک روزہ آن عمر بمرجلہ عالم اولاً و آخراً آرزو
فدا کرد آن لطف آفرین را این لطف و کرم نباشد اینست محال اما فتائی او ممکن
نیست باری تو فنا شو،

فصل

ثقلی آمد و بر بالای دست بزرگی نشست مولانا قدسنا اللہ بسرہ العزیز
فرمود کہ ایشان را چہ تفاوت کند بالا یا زیر چراغند چراغ اگر بالای طلب کنند
لے حکایت کا تعلق مولانا شمس تبریزی آپ جی سے ہے مناقب العارفين میں ہے:-

حضرت شمس الدین تبریزی بنے سخت میقرار شد و شورهای عظیم فرمود و از استغراق تجلیات
قدسی مست گشتہ در مناجات گفت خداوند امی خواہم کہ از محبوبان مستور خود یکے را بمن بنامی خطاب بہت
در رسید کہ آن چنان شاہد تیر و وجود مغفور کہ استدعای کنی بہانہ کہ فرزند ولید سلطان العلماء و لد بلخی ست
گفت خدایا دیدار مبارک اورا بمن بنامے جواب آمد کہ چہ شکرانہ می دہی فرمود کہ سر را بشکرانہ می دہم
کہ بغیر سر حیزے ندارم الہام آمد کہ بہ تعلیم روم روتا بہ مقصود برسی و مطلوب حقیقی را یا بی کرا خلاص در میان
جان بستہ بہ صدق تمام و عشق عظیم جانب ملک روم روانہ شد (مناقب العارفين) افلاکی فضل ثالث ذکر قب
مولانا روم ای کی فضل چہام میں جو مناقب شمس میں ہے، اس روایت کا اعادہ کر کے یہ اضافہ کیا کہ جو
وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا، اور اپنا سر نذر کر دیا، لے یہ لفظ قسطنطنیہ کے نسخہ میں یون ہی درج تھا،
ہندوستان کے نسخہ میں اس کے بجائے ”بشلی“، مندرج ہے۔

برائے خود طلب نکند غرض او منفعت دیگران باشد تا ایشان از نور او حظ یابند
و اگر نہ ہر جا کہ چراغ باشد خواہ زیر خواہ بالا او چرغست علی کل حال چہ جای چرغ
کہ آفتاب ابدیت ایشان اگر جاہ و بلندی طلبند غرضشان آن باشد حاشا چون
خلقان را آن نظر نیست کہ بلندی ایشان را بینند ایشان خواهند کہ بدام دنیا اہل دنیا
را امید کنند تا بآن بلندی دیگر راہ یابند و در دام آخرت افتند،

بہیچ نامک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ را و بلاد را برای آن نمی گرفت کہ او محتاج
آن بود برائے آن می گرفت تا ہمہ را زندگی بخشد و روشنائی دینائی کرست کند
هذا کف معودان بطعی و ما هو معودان یاخذن ایشان خلق را می فریبند،
تا عطا بخشند نہ برائے آنکہ از ایشان چیزے برند شخصی کہ دام ہند و غمراں
را بکر در دام اندازد تا ایشان را بخورد و بفرشد آن را مگر گویند اما اگر بادشاہے
دام ہند تا با عجیبی قیمت را کہ از گوہر و ہنر خود خبر نہارد بگیرد دوست آموز ساعد
خود گرداند تا مشرف شود بمسلم و مودب گردد و این را مگر نگویند اگر چہ بصورت
مکرست، این را عین راستی و عطا و بخشش و مردہ زندہ کردن و سنگ را
لعل گردانیدن و منی مردہ را آدمی ساختن داند و افزون تر ازین اگر باز را آن
علم بودی کہ او را چرامی گیرند محتاج دام و دانہ نبود بجای دول جویان دام
بودی و بدست شاہ پیران شدی

خلق بظاہر سخن ایشان نظری کنند و می گویند کہ ما زین بسیار شنیدہ ایم

اے قوی و فزا دل عنوان بیان آن کہ فتح طلبید بغیر در کہ و غیر باجست دوستی ملک دنیا نمود،

جہد بغیر بہ نسخہ کہ ہم کے بود در جب دنیا متہم، الخ

داندرون ما ازین جنس سخنها پرست و قلاو اقلوبنا غلت بل لعنہم اللہ بکف ہشمر
 کافران می گفتند کہ دلسائے ما غلاف این جنس سخنهاست و ازین پریم حق جواب
 نشان می فرماید حاشا کہ ازین سخن پر باشند پر از وسواسند و از خیال و از شرک و شک
 اند بکاف پر از لعنت اند کہ بل لعنہم اللہ بکف ہشمر کاش کہ تہی بودندے از ان
 ہذیانات بارے قابل بودندے کہ ازین پر یافتندے قابل نیز نیستند حق تعالی مہر
 کردہ است بر گوش ایشان و بر چشم ایشان و بر دل ایشان تا چشم لون دیگر بینند
 یوسف را اگر گ بیند و گوش لون دیگر شنود حکمت را اثر و ہذیان شمر و دل لون
 دیگر کہ محل خیال و وسواس گشتہ است بچون زمستان از رنج سرمای لٹکل خیال تو می
 تو می افتادہ است از رنج و سردی جمع گشتہ است کہ ختم اللہ علی قلبہم و علی سمعہم و
 علی ابصارہم فشاہ چہ جاے آن است کہ ازین پر باشند بونے نیز نیافتہ اند و ہمہ عمر نہ ایشان
 و نہ آنہا کہ بایشان تلافی آرد نہ و نہ تبار و نہ اصل ایشان،

کلام اولیا کوزہ است کہ حق تعالی آن را بر بعضی پر آب می نماید و از آنجا سیر آب
 می شوند بر لب بعضی تہی می نماید چون در حق ایشان او چنین است ازین کوزہ چہ شکر گویند
 شکر نکس گوید کہ بوی پر آب می نماید این کوزہ صورت آدم است چون حق تعالی
 آدم را بآب و گل بساخت سخت لطینتہ آدم بیدای اس بعین مباحا قالب او را

لے کتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں کے اندر محفوظ ہیں، یہ نہیں بلکہ خدا نے ان کے انکار کی یاد نش
 میں ان کو پیشکار دی ہے، (بقرع ۱۱)

لے خدا نے ان کے دل و کانون پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، (بقبرع ۱۱)
 لے شیخ آدم کی مٹی چالیس دن اپنے ہاتھ سے گوندی، حدیث قدسی، سند بہین ملی،

تمام بساخت و چندین مدت بر زمین مانده بود ابلیس علیه اللعنة فرو آمد و در قالب اوست
و در رگهای او جله گردید و تماشاکرد آن رگ دپی بر خون را و پر اخلاط را بدید گفت آوہ
عجب نیست کہ آن ابلیس من در ساق عرش دیدہ بودم کہ خواہد پیدا شدن این باشد
آن ابلیس اگر در عالم هست این است، و السلام علیکم برخواست.

فصل

پسرتاباک بدین مولانا آمد، مولانا فرمود کہ پدر تو دما بخت مشغولست و اعتقادش
غالبست و در بخشش پیدا است (چنانکہ رونے) کافران روم می گفتند کہ دختر با تار
دہیم کہ دین یک گرد و دین دین نو کہ مسلمانیت برخیزد، آتاباک گفت آخر این
دین کے یکے بودہ است ہموارہ و دوسہ بودہ است و جنگ و قتال قائم میان ایشان
و شما دین را یک چون خواہید کردن بدین طریق این فتنہ را منہ کرد،
بر این سخن حضرت مولانا فرمود کہ یک آنجا یعنی در قیامت شود اما این جا کہ
دینا است ممکن نیست زیرا اینجا ہر کی را امر اوست و ہوا نیست مختلف کی ازینجا ممکن
نگرد و مگر در قیامت کہ ہمہ یک شوند و یک جانظر کنند و یک گوش و یک زبان
شوند و آدمی بسیار چیز است موش و مرغ و باری مرغ قفس را بالائی برد و باز موش بری کشد و
صد ہزار دوش مختلف در آدمی است مگر آنجا روند کہ موش موشی بگذارد و مرغ مرغی بگذارد و ہمہ یک شوند
زیرا کہ مطلوب نہ بالا است و نہ زیر چون مطلوب ظاہر شود نہ بالا بردن نہ زیر، یکے چیزے
کم کردہ است چپ می جوید و راست می جوید پیش می جوید و پس می جوید چون آن چیز را
یافت نہ بالا جوید نہ زیر جوید نہ چپ جوید نہ راست جوید نہ پیش جوید نہ پس، در روز ہر

یک نظر شوند و یک زبان و یک گوش و یک ہوش،
 بچہ ایک مثلاً وہ کس را باغ و یاد کا نے بشرکت باشند سخندان یک باشند و سخندان
 یک باشند مشغولیشان بیک چیز باشند چون مظلومیشان یک گشت پس روز قیامت چون
 ہمہ را اکابر حق افتاد ہمہ یک شوند باین معنی ہر کس در دنیا بکارے مشغولست یکے در محبت
 زن و یکی در مال، یکے در کسب یکے در علم ہمہ را معتقد آنست کہ در مان من و ذوق من خوشی
 من و راحت من در آنست و آن رحمت حسرت چون در انجامی رود و می جوید بی یابد یا
 می گرد و چون ساعتی مکت می کند می گوید آن ذوق و رحمت حسرتیست گر نیک بخشیم باز
 بجویم و چون بازمی جوید بی یابد بچنین تا گا ہ کہ رحمت روی نماید بی حجاب بعد ازان دن
 کہ راہ اکن نبود و احق تعالیٰ بندگان دارد کہ پیش از قیامت چنانند کہ ہمہ چیز را از
 اسرار غیب می بیند آخر امیر المؤمنین علی می فرماید رضی اللہ عنہ کہ لو کشف الغطاء ما اشدت
 یقیناً، یعنی چون قالب را بر گیرند و قیامت ظاہر شود یقین ما زیادت نشود
 نظیرش چنان باشد کہ قوسے در شب تاریک در خانہ رو بہر جانب کردہ اند و نماز
 می کنند چون روز شود ہمہ از آن باز گردند اما آن را کہ رویش بقیہ بودہ است
 در آن شب چہ باز گرد و چون ہمہ سوے او می گردند پس آن بندگان ہم در شب
 دنیا روی تو می دارند و از غیر روی گردانیدہ اند پس در حق ایشان قیامت حاضرست
 سخن بے پایان است اما بقدر طالب فرد می آید کہ دان من منی کلا عندنا خزائنا
 وما ننزله الا بقدر معلوم،

لے "کوئی شے ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے ہاں نہ ہوں، لیکن ہم اس میں سے ایک مقدار میں

حکمت ہجو بار نیست در معدن خویش بے پایان ست اما بقدر مصلحت فرود
می آید در زمستان و در بہار و در تابستان و در پاییز بقدر آہمچنین در بہار بیشتر و کمتر
اما از آنجا کہ می آید آنجائی حدست عطاران شکر دارد کاغذ کنند و یاد دہا را اما شکر آن قدر نباشد
کہ در کاغذ ست کاہنای شکر و کاہنای دارد با بی حدست و بی نہایت ، و در کاغذ
کی گنجد بقیع می زند کہ قرآن بر محمد صلوات اللہ علیہ چرا کلمہ کلمہ فرود می آید و سورہ سورہ
فرود نمی آید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ این اہلبان چہ می گویند اگر بر من تمام فرود
آید من بگذازم و نہانم زیر اوقات از اند کے بسیار فہم کند و از چیز می چیز ہا و از سطر می
و فتر ہا نظیرش بچنانک جماعتی نشستہ اند و حکایتی می شنوند اما آن کی احوال را تمام
می داند و در میان واقع بودہ است از رمزی آن ہمہ را فہم می کند و زرد و سرخ میشود
و از حال بجال می گرد و دیگران آن قدر کہ شنیدند فہم کردند چون واقع نبودند
بر کلی احوال آن اما آنک واقف بود از آن قدر بسیار فہم کرد و چو در خدمت عطار آید
شکر بسیار ست اما می بیند کہ سیم چند آرد می بقدر آن دہیم اینجا ہمت و ہمتا دست
بقدر اعتقاد و ہمت سخن فرود آید چون آمدی بطلب شکر و رجالت بگرد کہ چہ قدر ست
بقدر آن پیمانہ کیلہ یاد و اما اگر قطار ہائے شتر و جواہر ہاے بسیار آوردہ باشد فرماید
کہ کیا لان بیاورند کہ کار این و راز نادار و کیلی یابد و بر نمی آید بچنین آدمی باید کہ اورا
در یا با بس نکنند و آدمی باشد کہ اورا قطرہ چند بس باشد زیادہ از آتش زیان دارد
و این تہاد عالم معنی و علوم و حکمت نیست و رہم چیز چنین ست در مالہا و زہا و کاہنا
جلہ بے حد بے پایا نیست اما بر قدر شخص فرود آید زیرا کہ افزون از ان برتابد و دیو
شود نمی بینی و در مجنون و در فرہاد و غیرہ از عاشقان کہ کوہ و دشت گرفتند از عشق زن

چون شہوت از کج قوت ایشان بود برایشان افزون بر بخند و نمی بینی کہ در فرعون چون ملک و مال افزون ریختند و عوی خدا لی کرد و ان من شی الا عندنا خزائننا
 بیج چیز نیست از نیک و بد کہ آن را پیش ما و خزینہ ما گنجای بی پایان نیست اما بقدر
 حوصلہ می فرستیم کہ مصلحت و رآن است

آرے این شخص مقصد است اما اعتقاد رانی داند بچنان کہ کودکی مقصد ناست اما
 نمی داند کہ چہ چیز را مقصد است و چنن از نایبات و خست زرد و خشک می شود
 از تشنگی و نمی داند کہ تشنگی چیست کہ وجود آدمی بچون علیست علم را اول در موکتند
 و بعد از آن لشکر بار از ہر طرف نے کہ حق داند از عقل و فہم و خشم و غضب و علم و کرم و خوف
 و رجا و احوالمان بے پایان و صفات بی حد بپایے آن علم می فرستد ہر کہ از دور نظر
 کند علم تہا بیند اما آنک از نزدیک نظر کند وزیر علم خلتے بیند و این دوری و نزدیکی
 بر سافت نیست یعنی غافل ہمین تن بیند و دانا چون نظر کند بداند کہ در وجہ گو ہر
 وجہ معنی ہاست

شخصی آمد مولانا گفت کجا بودی مشتاق بودیم چہ اور ماندی گفتا اتفاق
 چنن افتاد گفت ما نیز دعای کریم تا این اتفاق بگرد و زائل شود اتفاقے کہ فراق
 آورد، ان اتفاق نابالستیت ای واللہ ہمہ از حقست اما نسبت بچی تنیکست ہمہ چیز
 اما ہانے آنچ درویشان می گویند رہت می گویند ہمہ نسبت بچی تنیکست و بکما لست

اے مایہ گذر بچکا، اے حکمت چون باران است، سے لے کر بیان تک کا سارا مضمون ہندو
 کے تینوں نغون میں اس مقام پر بالکل غائب ہے، اور بیان کے بجائے دو صفحہ کے بعد تفسیر الفاظ
 کے ساتھ درج ہے،

اما نسبت بجانے زنا و ناپاکی و بی نمازی و نماز و کفر و اسلام و شرک و توحید جملہ نسبت بحق
 نیکست اما نسبت بپادشاهت زنا و دزدی و کفر و شرک بدست و توحید و نماز و خیرات
 نسبت بمانیکست همچنانک پادشاهی در ملک اوزندان و دار و خلعت و مال و املاک
 حشم و سوز و شادی و طبل و علم همه باشند اما نسبت بیادشاه همه نیکست چنانک خلعت
 کمال ملک اوست و اوزندان هم کمال ملک اوست و نسبت بوی همه کمال است
 اما نسبت بخل خلعت و دار کے یکے باشند

فصل

سوال کرد کہ از نماز فاضل تر چه باشد؟ یک جواب آہنک گفتیم کہ جان نماز بہ از صوت
 نمازست مع تقریر، جواب دوم کہ ایمان بہ از نمازست زیر انما ریخ وقت فرضیہ است
 و ایمان پیوستہ فرضیہ است و نماز بعد از ساقط شود و رخصت تاخیر باشد مر جائز
 و غیرہ تفصیل دیگر است ایمان را بر نماز کہ ایمان پہنچ عدلے ساقط نہ شود و رخصت تاخیر
 نباشد و ایمان بے نماز منفعست کند و نماز بی ایمان منفعست نہ کند، چو نماز منافقان و نماز در ہر
 دینے نوع دیگر است و ایمان پہنچ دینی متبدل نہ شود و احوال او و قبلہ او و غیرہ متبدل نہ
 گردد و فرقی ہای دیگر بہرست بقدر جذب مستمع ظاہر شود، و ان شیء الا عندنا غلظتہ و انزل الا بقدر معلوم

سے فتویٰ، دفتر اول، عنوان اور بیان آن حدیث کہ

عیب شد نسبت بخلوق جہول

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است

نے بہ نسبت با حسن و اوند قبول

چون با نسبت کنی کفر آفت است اخ

سے فتویٰ دفتر پنجم، عنوان قرینہ کر گریہ و زاری سہار باطل پہ جاتی ہے، یاد روزیادہ کمال حاصل کرتی ہے، جان نماز کو یوں بیان کیا ہے،

ترک خویش و ترک فرزندان بہ نماز

ز آنکہ ترک تن بود اصل نماز

سے حاشیہ او پر گذر چکا،

مستمع ہجو آر دست پیش خمیر کنندہ کلام ہجو آہستہ در آرد آن قدر آب ریزند کہ صلاحت
آن باشد، ے

چشم بدر کے نہ گرد چہ کنم ، از خود گلہ کن کہ روشنائش توئی
چشم بدر کس نہ کرد یعنی مستمع دیگر نہ ہوید جز تو من چہ کنم روشنائش توئی بدین سبب
کہ تو باتوئی از خود نہ بیدہ تاروشنائت صد ہزار تو بودے،

حکایت شخصی بود سخت لاسر و ضعیف و حقیر ہجو عصفورے سخت حقیر و نظر ہا چنانک
صورتمہای حقیر اور حقیر نظر کردندے و خدا را شکر کردندی اگر چہ پیش از دیدن او تشکی
بودندے از حقارت صورت خویش و باین ہمہ در شب سخن گفتے و لافنامے زفت زدے
در دیوان ملک بردی وزیر و وزیر از ازاں در و کر دے و فرو خوردے تار و زے و زیر
گرم شد و ہانگ بر آرد کہ اے اہل دیوان این فلان فلان فلافی را از خاک برگرفتیم
و پروردیم و بنان و خوان و نان پارہ و نعمت ما کسی شد و اینجا رسید کہ مارا چنین ہا گوید
در ردے او جہت و گفت امی اہل دیوان و اکابر دولت دار کان خواہر راست
می گوید نعمت و نان آباے او پروردہ شدیم و بزرگ شدیم لاجرم بدین حقیری و سوائی
ام اگر بنان و نعمت کسی دیگر پروردہ شدے بودے کہ صورتہم و قائمہ و قیمت بہ ازین پیش
ازین بودے او مرا از خاک برداشت لاجرم ہی گویم ، یا لیستی کنت ترا لبا
و اگر کسے دیگر مرا از خاک برداشتے چنین مضحکہ نبودے

اکنون مریدے کہ پرورش از مرد حق یا بد روح اور او پر و بال و یاے باشند
کسی کہ از مرد و رسا لو سے پروردہ شود و علم از او آموزد و تربیت و مجاہدہ از او یابد

لے کاش مین خاک ہی رہتا (نہادع ۱)

روح ازور بنیدہ شود و بچو آن شخص حقیر و ضعیف دعا جز و نگین و سیر و ن مشوا از ترو با،
باشد و جو اس او کو تہ بود و الذین کفروا اولیا و هم الطاغوت یخجو نفهم من النور
الی الظلمات

در سرشت آدمی ہمہ علماء در اصل او سرشتہ اند کہ روح از مغیبات را بنماید، چنانکہ
آب صافی آبج در تحت اوست از سنگ ریزہ و سفال و غیرہ و آنج بالا کے آبست
ہمہ بنیاد عکس آن آب حق تعالیٰ در گوہر این نہادہ است بی علارجی و تعلیمی لیک چون
آب تہمتہ شد با خاک یا رنگہای دیگر آن خاصیت و آن دانش از وجد شد و اورا فراموش
شد حق تعالیٰ انبیاء و اولیاء را فرستاد و بچو آن آب صافی بزرگ کہ ہر آب حقیر رنگین
و تیرہ کہ در و در آید از تیرگی و رنگ عارضی خود برد، پس اورا یاد آید چون خود را صاف
بیند بداند کہ اول من چنین صاف بودم بہ یقین و بداند کہ آن تیر گیا و رنگہاے عارضی بود
یا دوش آید حالتی کہ پیش ازین عراض بود و گوید کہ هذا الذی سرتنما من قبل پس انبیاء
و اولیاء نہ کران باشند اورا از حالت پیشین نہ آنکہ در جوہر او چیزی نو نہند اکنون ہر آب تیرہ کہ
آن آب بزرگ را شناخت کہ من از دیم و از آن دیم در آنجیت و آن آب تیرہ کہ آن آب بزرگ
را شناخت و اورا غیر خود دید و غیر جنس دید پناہ بہ رنگہا و تیر گیا گرفت تا با بحر نیامیزد و از آمیزش
دور تر شود چنانکہ فرمود، فماتعاسفت منها اسلف و اما نہک منها اختلاف و ازین

لے کافرون کے دوست شیاطین ہیں جو اہلین ردنی سے نکال کر تا کیونین لاتے ہیں ۱۳ (بقرہ ۳۸)

۲۔ یہ وہی ہے جو اس سے قبل ہیں رزق لی چکا ہے ۱۳ (بقرہ ۳۸)

۳۔ ”جس روح نے اس سے موافقت کی، وہ اس سے لی گئی“ اور جس نے اس سے بیگانگی اختیار کی
وہ الگ ہو گئی، حدیث صحیح، (بخاری کتاب بدر الخلیف)

فرمود لہذا جاء کمر سمول من الفسکمر یعنی کہ آب بزرگ از جنس آب خردست و از نفس اوست و از گوہر اوست و آنچہ از نفس خودی نیند آن تناکر از نفس آب نیست از قرین بدست با آب کہ عکس آن قرین برین آب می زند و او نمی داند کہ میدن من از آن آب بزرگ و بحر از نفس نیست و یا از عکس این قرین بد از غایت آمیزش چنانکہ گل خواندند کہ میل من بگل از طبیعت نیست یا از علی کہ با طبع من در آمیختہ است،

بدانکہ ہر تری و حدیثی و آیتی کہ با ستشہاد آرد، بچون دوشادہ و دو گوہست، و لطف بر گوہیہائی مختلف، بہر مقامی گواہی و ہند مناسب آن مقام چنانکہ دو گواہ باشند گواہند بر وقت خانہ و گواہند بر یح و گنہ و ہین گواہ اند بر نکاح و در ہر قضیہ کہ حاضر شوند بر وفق آن گواہی و ہند صورت گواہ ہمان باشد و منی دیگر و فغننا اللہ و یا کما اللہ لون الد و الد یح س یح المسک

فصل

گفتم کہ آرزو شدہ اور کہ شمار ایندیومی گفت دی خواہم کہ خداوندگار را بدیدے مولانا فرمود کہ خداوندگار را این زمان بنیند بحقیقت زیر آنچہ او آرزو می برد کہ خداوندگار را بینیم آن نقاب خداوندگار بود خداوندگار را این ساعت بنے نقاب بینند و بچنین ہمہ آرزو ہا و ہر ہمتہا و شغقتہا کہ خلق دارند بر انواع چیز ہا و پیر و مادر و برادر و دوستان و آسما نہا و زمینہا و باغنا و ایوانہا و علما و علما و طعامہا و شرابہا ہمہ آرزو می حق دارند و آن چیز ہا بجلہ نقاب ہاست چون ازین عالم بگذرند و آن شاہ را بے این نقاب ہا بینند بدانند کہ آن ہمہ نقاب ہا و دلو شہا

لے نقابے پاس رسول تعین مین سے آیا ہے، (توہرہ ۱۶)

ہو، مطلقاً نشان حقیقت یک چیز ہو، ہمہ مشکلاصل شود، ہمہ سوالها و اشکالها را کہ در دل
داشتند ہمہ را جواب بنمودند، و ہمہ عیان گردید، جواب حق چنان بنا شد کہ ہر مشکلی را علی الانوار
جدیداً جواب باید گفتن، بیک جواب ہمہ سوالها بیکبار معلوم شود و مشکل حل گردد، و بچنان کہ
در زمستان ہر کسے در جامہ یا در پوستینے یا در تنوسے یا در غارگمے از سرما خنزدہ باشد و پناہ گرفتہ
و بچنین جملہ نباتات از درخت و گیاه و غیرہ از زہر سرسبز بے برگ و بر ماندہ و درختار اور باطن
برودہ و پنهان کردہ تا آنکب سر بار و زرسد چون بہار آید، جواب ایشان تجلی بفرماید،
جملہ سوالهای مختلف ایشان از احیاء و نباتات و اموات بیکبار حل گردد و آن سہما بر خیزد
و جملہ سرسبز و رون کنند و بداند کہ موجب آن بلا چہ بود،

حق تعالی این نقابہا را بر لے آن مصلحت آفریدہ است، کہ اگر جمال حق بے نقاب رہد
ناید، طاقت آن نداریم، و بہرہ مند نشویم، بواسطہ این نقابہا مدد و منفعت می گیریم، این
آفتاب می بینی کہ در نور او می رویم، و می نیم، و نیک را از بد تمیز می کنیم، و در دگر می شویم
و فضا و باغ و شجر می شوند، و میوہ ہاے خام و ترش از حرارت او پختہ و شیرین می شود، و معاون
زرد و نقرہ و لعل و یاقوت از تاثیر او ظاہر می شوند، اگر این آفتاب کہ چندین منفعت می دہد
بوسایط اگر چہ نزدیکتر آید ہیچ منفعت نہ دہد، بلکہ جملہ عالم و خلقت بسوزند و نماند حق تعالی
چون بر کوہ کجاب تجلی می کند آن را پر درخت و پر گل و سبزه و پیراستہ و آراستہ می گرداند
و چون بے حجاب تجلی می کند اور از یزہ ریزہ و فزہ فزہ می گرداند فلما تجلی سبہ للجلجل
جعلہ دگلجل

سوالی سوال کرد کہ آخر در زمستان نیز بہان آفتاب ہست گفت ما را غرض اینجا

لے جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسے چور چور کر دیا، (معراج ۱۷)

حل گفتن مثال است اما آنجا نه حل است و نه حل، مثل دیگر است و مثال دیگر، هر چند که عقل آن چیز را بجهاد ادراک نکند، اما عقل جبهه خود را کی را بگذارد اگر جبهه خود را را بگذارد آن عقل نباشد عقل آنست که همواره شب در روز مضطرب و بی قرار باشد از فکر و جهاد و اجتهاد نمودن در ادراک باری تعالی، اگر چه او مددک نشود و قایل ادراک نیست، عقل همچون پردانه است و مشوق همچون شمع است هر چند که پروانه خود را شمع زند بسوزد و هلاک شود اما پروانه آنست که بر د آسب آن سوختگی دالم می رسد (د) از شمع نشکند و اگر حیوانی باشد مانند پروانه که از نور شمع بشکند و خود را بر آن زندا پروانه (نه) باشد و اگر پروانه خود را بر نور شمع زند و خود آن نیز شمع نباشد پس آدمی که از نور حق بشکند و اجتهاد نماید او آدمی نباشد و اگر تواند حق را ادراک کردن آن هم حق نباشد پس آدمی آنست که از اجتهاد و خالی نیست و اگر در نور جلال حق می گردد و بی آرام و بی قرار و حق آنست که آدمی را بسوزاند و نیست گردد و مددک هیچ عقلی نگردد،

فصل

پروانه گفت که مولانا بهاء الدین پیش از آنکه خداوند گار روی نماید عذر بنده میخواست که مولانا بجهت این حکم کرده است که امیر بزیارت من نیاید و رنج نه شود که ما را حالت است حالتی باشد که سخن گوئیم حالتی آید که گوئیم حالتی پروانه خلقان باشد حالتی عزالت و خلوت حالتی استغراق و حیرت بهباد که امیر در حالتی آید که نه توانم در بجوئی او کردن، و فرغت آن نباشد که با من بود عظم و مکالمت پروانه ازیم، پس آن بهتر که چون ما را فراغت باشد که تو این بدوستان پروانه ختن و بالیشان منفعت رسانیدن ما برویم دوستان را زیادت کنیم، امیر گفت که مولانا بهاء الدین را جواب دادم که من بجهت آن نمی آیم که مولانا بمن پردازد و با من مکالمت کند، برای آن می آیم که مشورت شوم و از زمره بندگان

باشم ازینها که این ساعت واقع شده است کی آن است که مولانا مشغول بود و روی نمود
تا دیر می مرا در انتظار را که دامن بدانم که اگر مسلمانان را دینکان را چون بر در من نیاید
منظرشان نگذارم و زود راه بدیم انتظار چنین صعبست و دشوار است مولانا شایسته آن را بچنانید
و مرا تا دیب کرد تا بادیگران چنین نه کنم،

مولانا فرمودی بیاک آنک شمار انتظار را که دامن از عین عنایت بود حکایت می آورد
که حق تعالی می فرماید که ای بنده من حاجت ترا در حالت دعا و ناله زود بر آوردی اما
آواز ناله تو مرا خوش می آید در حاجت جهت آن تاخیری افتد تا بسیار بنالی که آواز
و ناله تو مرا خوش می آید مثلاً دو گدا بر در شخصی آمدند یکی مطلوب و محبوب و آن دیگر عظیم مغض
است خداوند خانه گوید بعلام زود بی تاخیر بآن مغضوب نان پاره بده تا زود را آواره شود و
آن دیگر را که محبوب است و عده بده که هنوز نان نه بچته اند صبر کن تا نان برسد و پسر و
که دوستان را بیشتر خاطر مخواهد که بنم دور ایشان سیر سیر نظر کنم و ایشان نیز دور
تا چون اینجا بسیار دوستان صاحب گوهر هدیه گیر اینک نیک دیده باشند چون در آن
عالم حشر شوند آشنائی قوت گرفته باشد زود هم دیگر را باز شناسند و بدانند که ما در دینا
به هم بوده ایم، و بهم خوش پیوند زیر که آدمی یا خود را زود گم می کند، غمی بینی که درین
عالم که با شخصی دوست شده جانانه تو در نظر تو یوسف است بیک فعل قبیح از نظر تو پوشیده
می شود، و او را گم می کنی، و صفت یوسفی بگرگی مبدل می شود که همان را که یوسف مبدی
کنون بصورت گرگش می بینی هر چند که صورت او مبدل نشده است و همان است که

سلف شوی، و دفتر هیام، حکایت آن زاهد که در سال قحط خندان و خدا بود الخ

از پدر بر تو جفا بچون رود آن پدر در چشم تو سنگ می شود،

می دیدی، باین یک حرکت عارضی گش کر دی فردا که حشر و یگر ظاهر شود و این ذات بذات دیگر مبدل شود چون نیک اورا نشناخته باشی، و در ذات او نیک فردوز فته باشی چون خواهی شناختن حاصل آنکه همدیگر را نیک نیک می باید دیدن و از اوصاف بد نیک که در آدمی مستعار است از آن گذشتن و در عین ذات او رفتن، و نیک نیک دیدن که این اوصاف که مردم همدیگر را می دهند اوصاف اصلی ایشان نیست، حکایت گفته اند که شخصی گفت که من فلان مرد را نیک می شناسم و نشان او بد هم گفتند فرما گفت مکاری من بود و دو گادسیاه داشت اکنون همه تخمین برین مثال است که خلق می گویند که فلان دوست را دیدیم می شناسیم، و هر نشانی که دهند در حقیقت همچنان باشد که حکایت دو گادسیاه داده باشد آن نشان او نباشد، و آن نشان هیچ کاری نیاید اکنون از نیک و بد آدمی باید گذشتن و فردوز رفتن در ذات او که چه ذات او چه گوهر دارد که دیدن و دانستن او آن است،

عجم می آید از مردمان که گویند اولیاء و عاشقان بعالم چون که اورا جایی نیست و صورت نیست و مکان نیست و بے چون چگونه است، چگونه عشق بازی می کنند، و مدد و قوت می گیرند، و متاثر می شوند، آخر شب و روز در آتد، این شخص که شخص را دوست میدارد و از مدد می گیرد، آخر این مدد از لطف و احسان و علم و ذکر و فکر و از شادی و غم او می گیرد، و این جمله در عالم لامکان است، و او و بدم ازین معانی مدد می گیرد و متاثر می شود و عیش نمی آید و عیش می آید که بعالم لامکان چون خوش شوند و از وی چون مدد گیرند

حکمی منکر می بود این معنی را روزی رنجور شد و از دست رفت و پنج برود را از

کشیہ حکیم الہی بزیارت اور رفت، گفت آخر چہ می طلبی، گفت صحت، گفت صورت این صحت را بگو کہ چگونه است تا حاصل کنم، گفت صورتی ندارد، و ادبی چون مست چونش می طلبی، گفت آخر بگو کہ صحت چیست، گفت "این می دانم کہ چون صحت بیاید، تو تم حاصل می شود، و فربہ می شوم، و سرخ و سفید می گردم، و تازہ و شکفتہ می گردم"، گفت من از تو نفس صحت را می پرسم کہ ذات صحت بد چیست، گفت نمی دانم بچون ست، گفت اگر مسلمان شوی و از مذہب اول باز گردی ترا ماحجہ کم و صحت را بتو رسانم،

از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کردند کہ ہر چند کہ این معانی بی چونند اما بواسطہ این صورت آدمی از آن معانی منفعت می توان گرفت، فرمود اینک صورت آہان و زمین بواسطہ این صورت منفعت می گیرند از آن معنی کل چون می بینی تصرف چرخ و فلک را، و باریدن ابر بار بوقت و تابستان و زمستان و تبدیلیہای روزگار را، می بینی ہمہ بر صواب و بر حکمت آخر این ابر چہ داند کہ بوقت می باید باریدن، دین زمین را می بینی چون نبات را می پرورد و یکی را دہ می دہد آخر این را کسی می کند و او را می بین بواسطہ این عالم مددی گیر بچنانکہ از قالب آدمی مددی گیری از معنی آدمی از معنی عالم مددی گیر بواسطہ صورت عالم،

چون پناہ مبر صلی اللہ علیہ وسلم مست شدی و بے خود گشتی سخن گفتی قال اللہ آخر از روی صورت زبان آدمی گفت اما او در میان نبود گویندہ در حقیقت حق بود چون

لے شتوی، و فتر شستم، عنوان تنہیل حرص بر دنیا

زین سبب قل گفتہ دور یا بود

گر بہ نطق احمدی گویا بود،

گفتہ ادا جملہ دتر بحسب بود،

کہ دلش را بود در دیا نفوذ،

اور اول خود را دیدہ بود کہ از چنین سخن جاہل و نادان بود و بے خبر، اکنون از دی
چنین سخن می زاید دانند کہ او نیست کہ اول بود این تصریح نیست چنانکہ صلی اللہ علیہ وسلم
خبر می دہد پیش از وجود خود چندین ہزار سال از آدمیان و انبیای گذشتہ و تا آخر قرن
در عالم چو خواہد شدن و از عرش و کرسی و از خلا و وجود او دینہ بود قطعاً آن چیز ہمارا وجود
دینہ حادث اونمی گوید حادث از قدیم چون خبر می دہد پس معلوم شد کہ اونمی گوید حق میگوید
کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی،

حق از صوت و حرکت منفرد است، سخن او بیرون از حرف و صوت است، اما سخن خود را
از ہر حرفی و صوتی و از ہر زبانی کہ خواہد روان کند، چنانک در راہما و کاروان سرا ہماست
اند، بر سر حوض مرے سنگین و یا مرغے سنگین، از دہان ایشان آب می آید، و در حوض میریزد، ہمہ
عافلان دانند کہ آن آب از دہان مرغے سنگین نمی آید، و از جای دیگر می آید، آدمی را
خواہی کہ بشناسی اورا در سخن آرد، از سخن اورا بدانی، و اگر طرار باشد و کسی بوی گفتم باشد
کہ از سخن مرور البشناسد و او سخن را نگاہدار و قاصد تا اورا در نیابند،

ہچنان کہ آن حکایت کہ بچہ در صحرا ہما و گفت کہ مراد شب تاریک سیاہ ہوئے
مانند دیور دی می نماید، و عظیم می ترسم، مادر گفت مترس، چون آن صورت را بینی، دلیر بر د
حکم کن پیدا شود کہ خیاست یا حقیقت، گفت اسی مادر اگر سیاہ را مادرش چنین وصیت
کردہ باشد من چہ کنم، اکنون اورا وصیت کردہ باشد کہ سخن مگو تا پیدا گردی نقش چو نقش
شناسم گفت در حضرت او خاموش کن و خود را بوی دہ و صبر کن باشد کہ کلمہ از دہان او
بجہد و اگر بجہد باشد کہ از زبان تو کلمہ بجہد بنا خواہست مادر خاطر تو سخنی و اندیشہ سر بر زند از آن

لے "یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولے، بلکہ ہمارے وحی ہی کے مطابق کہتے ہیں" (پہنچ ۱)

سخن د از ان اندیشہ حال اور ابتدائی، زیراکہ از دستاثر شدی آن عکس، ادست و احوال
ادست کہ در اندرون تو سر بر زده ات،

شیخ سررزی رحمۃ اللہ علیہ میان مریدان نشستہ بود و مریدی را سر بریان
اشتها کردہ بود، شیخ اشارت کرد، کہ برای فلانی سر بریان بیارید، گفتند بچہ دانستند کہ اورا
سر بریان می باید، گفت زیراکہ سی سالست کہ مرا بایست نمازہ است و خود را از ہم
بایستہ پاک کردہ ام و منزع ہم بچون آئینہ بی نقش سادہ گشتہ ام چون سر بریان در خاطر
من آید، و مرا اشتہا کرد، و انتم کہ آن تقاضائے فلان ست زیراکہ آئینہ بی نقش است
اگر در آئینہ نقش نماید نقش غیر باشد،

عزیزی در چہ نشستہ بود بر لے طلب مقصود می، بوی ندا آمد کہ اینچنین مقصود بلند چہ
حاصل نہ شود، از چہ بیرون آئی تا نظر بزرگ بر تو افتد، آن مقصود ترا حاصل شود، گفت آن
بزرگ را کجا یابم؟ گفتند در جامع گفت میان چندین خلق اورا چون شناسم کہ کدہ است
گفتند برو اورا بشناسد و بر تو نظر کند، نشان آنک نظر او بر تو افتد آن باشد کہ ابرق
از دست تو سبقت دے ہوش گردی بدانی کہ او بر تو نظر کردہ است، چنان کرد ابرق
بر آب در دست گرفت و جامع مسجد را ستقائی می کرد و میان صفوف می گردید و گمان
حالتی برے پدید آمد و شہقہ بزود ابرق از دست او افتاد و ہوش در گوشہ ماند خلق چہلہ
رفتند چون بخود باز آمد خود را تنہا دید آن شاہ کہ بر وے نظر انداختہ بود آنجانہ دید اما
بمقصود خود برسید،

خدای را مر و اند کہ از غایت عظمت و غیرت حق رسے نمایند اما طالبان را بہ
لے شیخ سررزی کچھ حالات تھی، دفتر نجم بن مرتبین، زیر عنوان حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس اللہ روحہ،

مقصود کا خطر برساند و موبہت کنند اینچنین شاہان عظیم نادرند و نادرین،
گفتم پیش شما این چنین بزرگان می آیند گفت مارا پیش نمازید است دیرست که مارا
پیش نیست اگر می آیند پیش آن تصور می آیند که اعتقاد کرده اند عیسی را علیہ السلام گفتند
بجائے تومی آئیم گفت مارا در عالم خانه کجاست و در کجای خانه بود،
حکایت آورده اند که عیسی علیہ السلام در صحرائی می گردید، بارانی عظیم فرد گرفت
در خانه سیه گوش در کنج غاری پناہ گرفت، بخظہ کہ باران منقطع شد وحی آمد کہ از خانه سیه گوش
بیرون زد کہ بچگان ادیب تو منی آیند، ندانم کہ یارب کلین ادوی مادی و دلیس کلین مت
مادی، گفت فرزند سیه گوش را پناہیست بجایست و فرزندیم دانہ پناہست و
نہ جایست و نہ خانه است و نہ مقام است،

مولانا قدسنا اللہ بسیرہ العزیز فرمود کہ اگر فرزند سیه گوش را خانه است اما چنین
مشوقی اورا از خانه نمی راند، تر چنین رانده است، اگر تر خانه بنا شد چه باک کہ لطف
چنین رانده و بلطف این خلعت تو مخصوص شدی کہ او ترا می راند، صد ہزاران زمین و
آسمان و دنیاد آخرت و عرش و کرسی می ارزود و افزونست و در گذشتہ است،

فرمود کہ آنچہ امیر آمد و مازود روی ننمودیم نمی باید کہ خاطرش بشکند زیر مقصود
او ازین آمدن اعزاز نفس با بود یا اعزاز خود اگر برای اعزاز ما بود چون بیشتر نشست و
مارا انتظار کرد اعزاز ما بیشتر حاصل شد و اگر عرضش اعزاز خود است و طلب ثواب
چون انتظار کرد و رنج انتظار کشید ثوابش بیش باشد پس علی کلی التقیرین با آن مقصود کہ
آمد آن مقصود مضاعف شد و افزون گشت پس باید کہ دل خوش و شادمان گردد،

فصل

انجہ می گویند کہ ان القلوب علی القلوب شواهد گفتیت و سخیت کہ می گویند
و حکایتست کہ بر ایشان کشتن نشده است و اگر نه سخن چه حاجت بودی چون قلب
گوایی می دهد، گوایی زبان چه حاجت باشد،

امیر ناب گفت کہ آری دل گوئی میدهد، اما دل را خطیست جدا و گوش را
جدا و چشم را جدا و زبان را جدا بهر کی احتیاج هست تا فائده افزون تر باشد،

مولانا فرمود قدس اللہ سرہ العزیز کہ اگر دل را استغراق باشد همه محو او گردند، عجب
زبان نباشد آخر لیلی را حسن رحمانی بنود جسمانی نفسی بود و از آب و گل بود عشق و او آن
استغراق بود کہ مجنون را چنان فرا گرفت و غرق گردانید کہ محتاج دیدن لیلی بشیم ظاهر نبود
و سخن او را بگوش شنیدن حاجت نبود کہ لیلی از خود جدا نمی دید کہ

ضیالک فی عینی واسمک فی فمی

و ذکرک فی قلبی فکیف لکیف

اکنون چون معشوق جهانی را آن قوت باشد کہ عشق او دیر ابدان حال گرداند کہ
خود را از وجد انبند حساس او بکلی دروغ غرق شوند کہ از چشم و سمع و شمع و غیره هیچ عضوی حظی
دیگر نطلبند همه را جمع بیند و حاضر داند اگر یک عضو از این عضو با کہ گفتیم حظی تمام یابد همه در ذوق آن
غرق شوند و حظی دیگر نطلبند و این طلبیدن حس دیگر دلیل آن می کند، کہ این یک عضو
چنانک حق خطیست، تمام نگرفته است، حظی یافته است ناقص، لاجرم در آن حظ غرق
نشده است، حس دیگرش حظ می طلبد و عود می طلبد هر حس را حظی جدا و او اس جمعه از او

معنی دازدی صورت متفرقند، چون یک عضو استغراق حاصل شد، ہمہ در وی غرق
شوند چنانک گس بالامی پرد، و پرش می جنبند و سرش می جنبند و ہمہ اجزایش می جنبند چون
چون در آئین غرق شد و ہمہ اجزایش یکسان شد ہیچ حرکت نکند استغراق آن باشد کہ او
در میان نباشد و او را جہد نماند، و فعل نماند و حرکت نماند غرق آن آب باشد ہر فعلی کہ از او
آید آن فعل او نباشد فعل آب باشد، اگر میوز در آب دست و پائی می زند آن را غرق
نگویند یا بانگی می زند کہ آہ غرق شدم این را نیز استغراق نگویند

آخر این انا الحق گفتن منصور ہم ازین معنی است مردم ہزارند کہ بخوشی گستاخا انا بعد گفتن و عوی
بزرگست انا الحق عظیم تو اضعست، زیرا آنک می گوید کہ من عبد خدایم و دوستی انبات می کند
یکی خور او یکی خدا را انا آنک انا الحق می گوید خود را عدم کرد و یاد او می گوید کہ انا الحق معنی
من نیستیم ہمہ اوست جز خدا را اہستی نیست من بکی عدم محضم و ہیچ تو اضع در اینجا بیشتر است
انیت کہ مردم فہم نمی کنند

اینک مردی کہ بندگی کند حسبہ اللہ آخر بندگی او در میان ہست اگر چہ برائے خداست
خور می بیند و خدا را می بیند او غرق آب نباشد غرق آنکس باشد کہ در او ہیچ جنبشی و فعلی
نماند اما جنبشہائی او جنبش آب باشد شیرے آہوے را در پی کرد آہو ازے می گرختند و

لے شفی دفر اول عنوان باز گردانیدن را بطریقین عرف نظر اورا از مقام گریہ الخ

جست و جو در مکہ حال و قال نہ غرت گشتہ دجال فداجلال غرتے کھلائی باشند کر یا بحر دیا کے تشاؤش
حضرت خواجہ باقی بامتہ فرماتے ہیں،

در معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و وجود حقست ہیچ

لکھنؤ بات مجتہ دی و فر اول حصہ ہم ص ۷۷ مطبوعہ امرتسر

ہستی بودیکے شیردیکے ہستی آہو اما چون شیر برورسید و در زیر پنچہ قہرا و شدہ از مہبت
شیر بے ہوش و بے خود در پیش شیر افتاد این ساعت ہستی شیر مانند تنہا ہستی آہو محو شد
و نہ اند،

استغراق این باشد کہ حق تعالیٰ اورا غیر آن خوف کہ خلق دارند از شیر و پلنگ
و از خاتم حق تعالیٰ اورا از خود خائف گرداند و برایشان کشف گرداند کہ خوف از حقست
و امن از حق و طرب از حق و خورد و خواب از حق حق تعالیٰ اورا صورتی بنماید
مخصوص و محسوس در بیداری چشم باز صورت شیر و پلنگ یا آتش چنانک اورا معلوم شود
بحقیقت کہ آن صورت شیر و پلنگ یا آتش ازین عالم نیست صورت غیبست کہ
مصور شدہ است و ہمچنین صورت خویش بنماید بحال عظیم و بسایتین کہ انوار و انہار و حور
تصور و طعما و شرا بہا و ظلمتا و براتما و شہر با و منزلہا و عجائبہا می گوناگون و حقیقت
میداند کہ ازین عالم نیست حق تعالیٰ آنہار بنظر آدمی نماید و مصور می گرداند پس یقین
شود کہ اورا خوف از خداست در جا و ہمہ را احتما و مشاہدہ اکنون این خوف او بخوف خلق
نماند زیرا انکان این مشاہدہ است بدلیل نیست چون حق بوی معین نمود کہ ہمہ از اوست،
فلسفی نیز آرا داند اما دلیل پائیدار نباشد و آن خوشی کہ از دلیل حاصل شود آن را
بقای نباشد تا دلیل را بکوی می گوئی خوش و گرم و تازہ می باشد چون ذکر دلیل بگذرد،
گرمی و خوشی او نماند چنانک شخصی بدلیل دانست کہ این خانہ را بتائے است و بدلیل
داند کہ این بتار چشمست و کور نیست قدرت دارد و بجز نذر و بموجب بود معدوم نبود زندہ
بود مردہ نبود بربناے خانہ سابق بود این ہمہ را داند اما بدلیل داند و دلیل پائیدار نباشد
زود فراموش شود اما عارفان چون خدمتا کردند بتار اشتاقتند و یقین دیدند و نماند

نمک بہم خوردند اختلاطها کردند ہرگز بنا از تصور و از نظر ایشان غائب نہ شود پس چنین
کس فانی حق باشد و در حق او گناہ گناہ نبود جرم جرم نبود چون او مغلوب و
مستملک آب است،

بادشاہی غلامان را فرمود کہ ہر یکے قدے زرین بکفت گیرند کہ مہمانے می آید
و آن غلام مقرب را نیز فرمود کہ قدے گیر چون پادشاہ روئے نمود آن غلام خاص از
دیدار پادشاہ بخود دست شد و قدح از دستش بیفتاد و شکست دیگران چون از چنین دیدند
گفتند، گر چنین می باید، قدحا بقصد می سید افتند بادشاہ عتاب کرد کہ چرا چنین کردید گفتند
او مقرب بود چنین کرد بادشاہ گفت ای ابلہان آزار او نکرد آزار من کردم، از روئے
ظاہر ہمہ گناہ بود اما آن یک گناہ عین طاعت بود بلکہ بالئے ہمہ طاعتا بود چون
مقصود از ہمہ آن غلام او بود باقی غلامان تبع و طفیل و نیز زیر آن غلام بادشاہ بود در
باین معنی کہ گفتیم و ہمہ غلامان پادشاہند پس تبع او باشد چون او عین پادشاہست و غلامی
بر دوز صورت نیست از جمال پادشاہ پرست حق تعالی می فرماید، لا کلاما حلقا
الا فلاک^۱ ہم انا الحق است معنیش اینست کہ افلاک را برای خود آفریدم
این انا الحق است بزبانے دیگر و مرے دیگر،

سخنهای بزرگان اگر بصورت زبان مختلف نماید یک باشد چون حق کیست

لے شتوی و فرودم عنوان آفت تاخیر خیرات بہ فردا،

ناموہ چون حرف جان خود زندہ گردان عین کن شود ہنرمیرہ حرین نارشد نیزگی فن و ہمہ افراشد
لے ۱۱۱ سہنبر اگر تجھے نہ پیدا کرتا، تو میں آسمانوں کو بھی نہ پیدا کرتا، یہ حدیث قدسی، عام طور
پر زبان زد ہے لیکن سند نہیں ملی،

در اہ کیست سخن و چون باشد اما بصورت مخالفت می نماید معنی یکیت و تفرقہ و صورت است در معنی ہم جمعیت است چنانکہ بفرماید کہ خمیہ بد و زندگی رسیان می تابد و یکی میخ می تراشد و یکی می بافتد و یکی می دوزد و یکی می در دین صورتها اگر چه از یک ظاہر مختلفند و متفرق اما از دسے معنی جمعند و یک کاری کنند و همچنان احوال این عالم نیز چون در گری ہمہ بندی حق می کنند، از فاسق و از صالح و از عاصی و از مطیع از دیو و از فرشتہ مثلاً پادشاہ خواهد کہ غلامان را امتحان کند، و بیا زباید، با سباب تا با ثبات از بی ثبات پیدا شود و نیک عہد و از بد عہد بے وفاز با وفا ممتاز شود اورا موسوس و میبھی می باید تا ثبات او پیدا شود، و اگر نباشد ثبات او چون پیدا شود؟ پس آن موسوس بندگی بادشاہ می کند، چون خواست پادشاہ این است کہ چنین کند، باد را نرساند تا ثابت را از غیر ثابت پیدا کند، پشہ را از دخت و باغ جدا کند تا پشہ برود و آتش غیر پشہ باشد باند،

ملکی کنیز کے را فرمود، کہ خود را بیاراسے و بر غلامان عرضہ کن، تا امانت و خیانت ایشان ظاہر شود، فعل آن کنیز کہ اگر چه بظاہر معصیت می نماید، اما حقیقت بندگی پادشاہ می کند، این بندگان خود را چون درین عالم ویدند نہ بہ دلیل و تقلید بل بمعائنہ بی پردہ و حجاب کہ جملہ از نیک و بد بندگی و طاعت حق می کنند کہ وان من شیء الا یستجیبون پس در حق ایشان بہین عالم قیامت باشد چون قیامت عبارت از آنست کہ ہمہ بندگی خدا کنند و جز بندگی او کاری دیگر نہ کنند این معنی را ایشان بہین جامی ببیند کہ لکشت الذطاء ما انددت یقیناً،

لے کوئی شے ای نہیں، جو خداوندی کی سیج میں نہ لگی رہتی ہو۔ ربی اسرائیل معہ

عالم از روی لغت این باشد که از عارف عالی تر باشد زیرا خدا را عالم گویند
اما عارف نشاید گفتن معنی عارف آنست که نمی دانست و این در حق خدا نشاید
اما از روی عرف عارف بیش است زیرا عارف عبارتست از پنج بیرون از ویل
داند علم را بشاوده و معائنہ دیدہ است عرفاً عارف این را گویند،

گفته اند که عالمی بہ از صد زاهد است عالم بہ از صد زاهد چون باشد آخر این زاهد
بعلم زہد میکند زہد بی علم محال باشد آخر زہد چیست از دنیا اعراض کردن در دے بطاعت
و آخرت آوردن آخر می باید کہ دنیا را بدارند و رشتی دینی ببنای دنیا را بدارند و لطفت و بخت
و بقای آخرت را بدارند و اجتهاد بر طاعت کہ چون طاعت کم ؟ و چه طاعت کم ؟ این
ہمہ علمست پس زہد بی علم محال باشد پس زاهد ہم عالمست و ہم زاهد این عالم کہ بہ از
صد زاهد است چون باشد منشی را فہم نہ کردہ اند آن علم دیگر است کہ بعد ازین علم وزہد
کہ اول داشت حق تعالی بوی دہد کہ این علم دوم ثمرہ آن علم وزہد باشد قطعاً این
چنین عالم بہ از صد زاهد باشد نظیر این همچنان کہ مردی درختی را نشاند و درخت بار داد
قطعاً کہ آن درخت بار داد بہ از صد درخت باشد کہ بارند اوہ باشد زیرا کہ آن درختان
شناید کہ بہ نرسند کہ آفتائے در راہ بسیار است حاجی کہ بچبہ رسد بہ از آن صد حاجی باشد
کہ در باد و روان است کہ ایشان را خوف است برسند یا نرسند اما این بحقیقت نیست
است یک حقیقت بہ از صد ہزار شک است

امیر نازک گفت آنگ نرسیدیم امید دارد فرمود کو آنگ امید می دارد تا آنگ
رسید از خوف تا امن فرقی بسیار است و چه حاجت است بہ فرق این بر ہمہ ظاہر است
سخن در امن است کہ از امن تا امن فرقی عظیم است تفصیل مصطفیٰ اصلی الد علیہ وسلم

بر انبیاء اُخرا از رے امن باشد و اگر نہ جلد انبیا بر آمدند، و از خوف گذشته اند، الا کہ در امن مقامهاست کہ در غنا بعضہم فوق بعضی درجات، الا کہ در عالم خوف مقامات خوف را نشان توان داد اما مقامات امن بی نشان است در عالم خوف نظر کنند ہر کسے در راہ خدا چہ بذل می کند یکے بذل تن می کند و یکے بذل مال یکے بذل جان یکے روزہ یکے زکوٰۃ یکے نماز یکے و ہر کسے یکے صد رکعت پس منازل نشان متصورست و معین است ازان توان نشان دادن بچنان کہ منازل قونینہ تا قیصریہ معین است اول قیاد و ادب و سلطان و غیرہ اما منازل در یا از انطاکیہ تا مصر بی نشان آن را کشتی بان دانند با بل خشکی نگویند چون نتوانند ہم کردن،

امیر نائب گفت ہم گفت نیز فائدہ می دہد اگر ہمہ را ندانند اندکے بدانند و بی بُر و گمان بر نہ فرمودای و اللہ کسی کہ در شب تارے نشسته است بیدار بجزم آنک سوے روز می روم اگر چہ چگونگی رفتن را نمی دانند، اما چون روز را منتظرست بروز نزدیک شود یا تنھن در شب تار یک دابر پس کار دانی میرود نمی دانند کہ بجا رسید و کجا می گذرد و چہ قطع مسافت کرد اما چون روز شود حاصل آن رفتن را بنید سر بجای بر زند ہر کہ حسبہ شد و چشم بر ہم زند ہم صنائع نیست، ضمن عیال متعال خستہ خیر میرد

الا چون اندرون تار کسیت و محو بست، نمی بیند کہ چہ قدر پیش رفتہ است آخر بیند کہ الدنيا صد رقتہ آخستہ ہر کہ اینجا بجا رود آنجا بر گسرد،

علی علیہ السلام بسیار خندیدی و یحیی علیہ السلام بسیار گریستی، یحیی علیہ السلام گفت کہ تو

لے ہم نے بعض کے دے بعض سے ہند کئے ہیں، (زخرف، ع ۳)

لے جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی ٹپکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا، (سورہ زلزال)

از کرمای قیق حق قوی این شدی کہ چنین می خندی عیسیٰ گفت کہ تو از عنایتها و لطفهای
 غریب بہنای حق قوی غافل شدی کہ چندین می گری و پتے از او لیا درین ماجرا حاضر
 بود از حق تعالی پرسید کہ ازین ہر دو مقام کرا عالی ترست جواب رسید کہ اناعند من
 احسنہم ربی ظنا من انجام کہ ظن بندہ نیست بہر بندہ مرا صومیت و خیالیت
 ہر چہ او مرا خیال کند من آنجا باشم من بندہ آن خیالم کہ حق آنجا باشد بیزارم از آن
 کہ حق آنجا نباشد بخیا لہار اسی بندگان من پاک کنند کہ جا نگاہ و مقام منست، اکنون تو خود
 را می آزمای کہ از گریہ و خندہ و صوم و نماز و خلوت و جمعیت و غیرہ ترا کدام نافع تر است و ہوا
 تو بکدام طریق راست ترمی شود و ترقی افزون تر آن کار را پیش گیر استغث قلبک و
 ات افتاک المفتک، ترا مفتی معنی ہست در اندرون فتویٰ مفتیان بر دعوہ دوا
 تا پنج اور موافق آید آن را اگر دہچنان کہ طبیب نزد بیماری می آید از طبیب اندرون
 می پرسد زیرا ترا طبیبیست در اندرون و آن مزاج شست، کہ دفع کند، و می پذیرد، و
 لہذا طبیب بیرونی از دوسے می پرسد، کہ فلان چیز کہ خوردی چون بود، سبک بودی
 و یا اگر آن بودی، جوابت چون بود از آنچہ طبیب اندرون خبر دہد، کہ طبیب بیرون

لے فتویٰ، دفتر اول، عنوان، دل نہادن مرد عرب بر التماس الخ

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	من گنج بیج در بالا و پست
بر زمین و آسمان دعوش نیز	من گنج این یقین دان ای عزیز
در دل مومن بہ گنج اسے عجب	گر مرا جوئی در آن دلما طلب

۲۷ اپنے دل سے فتویٰ لو، اگرچہ مفتی لوگ فتویٰ دیتے ہیں، محدثین حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے

افک الناس و افتک و المقاصد المحمہ، سخاوی، حرف ہمزہ)

بدان حکم کند، پس اصل طبیب اندرون است (و آن مزاج اوست) چون این طبیب اندرون ضعیف شود و مزاج فاسد شود از ضعف ہمہ چیز بار لکس بیند و نشانی کثرت دهد، شکر را تلخ گوید و سرکہ را شیرین، پس محکم شدیم بطیب ببردن کہ اورا مدد دہد، تا مزاج برقرار اول آید، بعد از آن او باز بطیب خود نماید و از دفتوی می ستاند، بچنین مزاجی بہت آدمی را از روی مہنی چون آن ضعیف شود و احساس باطنہ ادھر چہ بیند و ہر چہ گوید ہمہ برخلاف باشد پس انبیا و اولیا طبیبانند اورا مدد کنند، تا مزاجش مستقیم گردد، و دل و دینش قوت گیرد کہ اسنی لاشیا لکما فی

آدمی عظیم چیز است، و روی ہمہ چیز کم تر است، حجب و ظلمات نمی گذارد کہ او آن علم را در خود بخواند، حجب و ظلمات این مشغولیہای گوناگون است، و تدبیر ہای گوناگون دنیا و آرزو ہای گوناگون با اینہ کہ در ظلمات است و حجب پردہا بہت ہم چیز ہے می خواند و از آن واقف است، بنگر کہ چون این ظلمات پردہا و حجب برخیزد چہ سان واقف گردد و از خود چہ علم ہا پیدا کند، آخر این حرفتا از خیاطی و بنائی و نجاری و درودگری و زرگری و علم نجوم و طب و غیرہ و انواع حرفائی کہ بعد و لا یحصی از درون آدمی پیدا شدہ است، از سنگ و گل و خ پیدانشدہ، آنک می گویند ز اسخ آدم را تعلیم داد مرده را اورا گور کردن، آن ہم از عکس آدمی بود بر مرغ زدا، تقاضای آدمی اورا بر آن داشت آخر حیوان جز فادمی است، جز کل را چسان آموزد، ہچانک آدمی خواہد کہ بدست چپ نبوسید قلم بدست گیرد اگر چہ دل قومیت ابادست در بشتن می لرزد و دست با مر دل نبوسید، امیر گفت کہ مولانا دایم سخنان عظیم و عالی می فرماید، فرمود کہ سخن منقطع نیست

لے حاشیہ او پر گذر چکا،

از آن کسی کہ اہل سخن بہت دانا سخن بومی می رسد و سخن بومی مختصست، در زمستان اگر
درختان برگ در بند ہوتا بینند از ند کہ در کار نیستند، ایشان دانا در کارند،

زمستان ہنگام خلست تا بہستان ہنگام خر جہست، خر ج را ہمہ بینند ہمہ دخل را نہ بینند
چنانک شخصہ مہمانی کند، و خر جہا کند این را ہمہ بینند، اما آن دخل را کہ اندک اندک بمع
کرده بود، آن را نہ بینند نہ داند کہ اہل دخل است، کہ خر ج از دخل می آید، مار با آنکس کہ اتصال
باشد، و مہدم با دے درخت، و درختی و در غلبت و در حضور، ہلک و در جنگ ہم ہمیم و آہنہ ایم
اگر چہ مشت بر ہمید بگری نیم، با دے درختیم، و یکا نہ ایم، و تعلیم از آہشت میں در آن ہشت میوز باشد
بادی کئی کئی، باز کن دبیں، چہ جای میوز کہ جای گوہر ہائے عزیز آخردیگران از دقائے در قی
و معارف می گویند از نظم و نثر اینک میل امیر این طرفست و با ما ست، از روی معارف
و دقائے و موعظہ نیست، چون در ہمہ جای ہا ازین جنس بہت و کم نیست پس اینکہ مراد درست
می دارد و میل می کند، این غیر آہناست، و چیزے دیگر می بیند، و درای آنکہ از دیگران دبستہ
روشنائی دیگر می یابد،

آورده اند کہ پادشاہی مجنون را حاضر کرد، کہ ترا چہ بودہ است و چہ افتادہ است کہ خود را
رسوا کردی و از خان دمان برآمدی و خراب و فنا گشتی، لیلی چہ باشد و چہ خوبی دارد و بیا ترا
خوبان و لغزان نامم و فدائے تو کم و بہت بخشم چون حاضر کردند مجنون را در حال خوبان در جلوی
آمدند مجنون سرفرو افگندہ بود و بر خود می تکیست پادشاہ فرمود آخر سر بر گیر و نظر کن گفت
می ترسم عشق لیلی تمشیر کشیدہ است، اگر سر بردارم سرم بیند از دے، عسرق عشق لیلی،
آخر چنان گشتہ بود پردای دیگرے نہ داشت نظر بر غیر لیلی اورا تمشیر قاتل بود آخر دیگران
را چشم و رخ دلب دینی بود آخر در دے چہ دیدہ بود کہ بدان ساکن گشتہ بود،

فصل

مولانا امیرؒ فرمودشتائیم، الا چون می دانیم کہ شما بصالح خلق مشغولید، زحمت و دُرد میداریم، امیر گفت این بر ما واجب بود، دُشست برخاست، بعد ازین بخدمت اَکُم، مولانا فرمود کہ فرقی نیست ہمہ کیست شمار، آن لُطف بہت کہ ہمہ یکے باشد از زحمتا چونید لیکن چون می دانیم کہ امروز شما ید کہ بخیر ارت و حسنات مشغولید، الا جرم رجوع بشما می کنیم، این ساعت بحث دین می کردیم کہ اگر مردی را عیالست و دیگری را نیست از وی برزند و بوی می دهند اہل ظاہری گویند کہ از میل می بری و بغیر میل می دہی، چون بگری خود میل ادنیست، در تحقیق، پنجان کہ اہل دلی را گوہری باشد (برای مصلحت پنهانی) شخصی را بزند و بینی و دہان و سر بکنند ہمہ گویند کہ مضروب مظلومست، اما تحقیق مظلوم زندہ است و آن سر شکستہ ظالم چون این زندہ صاحب گوہر است و تہلک حق کردہ ادا کردہ حق بود خدا را ظالم نگویند، پنجان کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم می کشت و خون می ریخت و غارت می کرد، و با اینہم ظالم ایشان بودند و اظلوم، مثلاً مغربی در مغرب مقیمست و صاحب گوہریت و مشرقی بمغرب آمد غریب آن مغربیت، اما این چہ غریب کہ از مشرق آمد، چون ہمہ عالم خانہ میش نیست ازین

لے تھی، و فزا آل عزان، جواب گفتن علی علیہ السلام، الخ ۳

من چون نیم دان زندہ آفتاب	ما زینت اُذینت در حجاب
من چون نیم پر گہ لمے وصال	زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
سایہ ام من کے جدایم نہ آفتاب	حاجم من نیم اورا حجاب

گوشہ بدان گوشہ رفت آخر ہم درین خانہ ہست اما آن مغربی کہ آن گوہر دارد از سیر و نمانہ
آمدہ است غریب است آخر می گویند کہ الاسلام بد اُغما بیّا نہ گفت کہ المشرق
بد اُغما بیّا،

ہمچنان کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چون شکستہ شد مظلوم بود و چون شکست ہم مظلوم بود
زیرا در ہر دو حالت محق او بود و مظلوم آن ست کہ حق بدست او باشد مصطفیٰ را اصلی اللہ علیہ
وسلم دل بسوخت بر اسیران حق تعالی برای خاطر رسول وحی فرستاد کہ بگو ایشان را درین
حالت کہ شما در بند و زنجیرید اگر نیت خیر کنید حق تعالی شمار ابرہہ اند و آنچہ رفتہ است بشمار باز
دہد و اضعاف آن زعفران و رضوان در آخرت دو گنج یکے آن کز شمارت و دیگر گنج آخرت
امیر سوال کرد کہ چون بندہ عمل کرد آن توفیق خیر از عمل می خیزد یا عطای حقست فی مود
کہ عطای حقست و توفیق حقست اما حق تعالی از غایت لطفت بہ بندہ اضافت می کند ہر دور
ومی فرماید کہ ہر دور ازنت جناء بما کانتوا یعملون گفت چون خدای را ازین لطفت
پس ہر کہ طلب حقیقی کنی باید فرمود لیکن بی سالار نشود ہمچنان کہ موسی را علیہ السلام چون
میطیع بودند و درو یا راہ ہامید امی شد و گرد از دریا بر آمد و بر می گذشتند اما چون مخالفت آغاز
کردند در فلان بیابان چہل سال بمانند کہ فرمود اس لعین سنۃ یتیمون فی الاسلام ص ۳۷
و سالار آن زبان در بند اصلاح ایشان باشد تا سالار بیند کہ در بند اویند و مطیع و فرمان بردار
مثلاً چندین سپاہی در خدمت امیر چون مطیع و فرمان بردار باشند او نیز عقل در کار ایشان
صرف کند و در بند اصلاح ایشان باشد اما چون مطیع نباشند کی در تذکرہ ایشان کوشد و

لئے اسلام کی ابتدا و غربت سے ہوئی، "حدیث محمد ان النافین انی یؤید الاسلام عنی بالکے جو کچھ کہیں کہیں (احداث)

ع ۲۷ ص ۳۷ "چالیس سال تک زمین میں بھٹکتے رہے" (مائدہ، ع ۳۷)

عقل خود را صرف کند.

بناکنہ عقل در تن آدمی همچون امیر سیت مادام کہ رعایا سے تن مطیع او باشند ہمہ کار با
باصلاح باشند اما چون مطیع نباشند ہمہ بفساد آید یعنی سستی می آید و خمر خورده ازین دست
و پا و زبان رعایای وجود چہ فساد ہا برمی آید روزی دیگر بعد از ہشیاری می گوید کہ چہ کردم
و چرا زدم! و چرا و دشنام دادم! پس متعنے کار با مصالح باشند کہ در آن دہ سالاری باشند
ایشان مطیع باشند اکنون عقل وقتی اندیشہ اصلاح رعایای آن اعضا کند کہ بفرمان او باشند مثلاً
فکر کرد کہ بروم وقتی فکر کند کہ پای بفرمان او باشد و الا این فکر نہ کند اکنون بچنان کہ عقل
در میان تن امیرست، این وجود ہائی دیگر کہ خلقند، ایشان نیز جملہ با عقل و دانش و نظروں
خود نسبت بان ولی جملگی تن صرفند، عقل اوست در میان ایشان، اکنون آن خلق کہ تمند،
مطیع آن ولی باشند احوال ایشان ہموارہ در پریشانی و پشیمانی گذر و اکنون چون مطیع شوند
چنان باید شدن کہ ہر چہ او کند مطیع باشند و عقل خود در جوئے نکتہ زیر آتشاید کہ عقل خود آن را
نہم نہ کنند باید کہ اورا مطیع باشند بکلی بچنان کہ کودکی را در دوکان خیاطی نشانند اورا

علی کل حال مطیع استاد باید بودن اگر تکلی و ہ کہ بدوزن کل دوز و اگر شلال دہ شلال و وز و
اگر خواہد کہ پیشہ بیاموزد، تصرف خود را بکلی را کند، و محکوم امر استاد شود امید داریم از حق تعالی
کہ حالتی پدید آرد کہ آن عنایت اوست و آن بالای صد ہزار جہد و کوشش است کہ
لیلتا القدس خیر من ألف شمس این سخن و آن سخن کیفیت کہ جذبہ مت
جذبات الحق خیر من عبادۃ المقلین یعنی چون عنایت بیاید کار صد ہزار کوشش کند

۱۰ شب قدر ہزار مسنونہ بہتر ہے، ۱۱ دستورہ قدس ذات حق کی ایک کش و دون جہان کی عبادتوں بہتر ہے، ۱۲ سہ سالہ
و ۱۳ بن اس قول کہ حدیث نبوی کی حدیث پیش کیا جو حاجی لغات اللہ بن اسے ابوالقاسم غفر تادی کی جانب منسوب کیا ہے،
ذکر اہم اہم

و افزون کوشش خوب و مفید است، اما پیش عنایت چه باشد،

پروانه پر سید که عنایت کوشش و به گفت چراند چون عنایت بیاید کوشش ہم بیاید،
عسی علیہ السلام چه کوشش کرد کہ در مہد گفت اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ اَنَا فِی الْکِتَابِ عَمَّی عَلَیْہِ السَّلَام مہنذو
شکم مادر بود کہ وصف آدمی کرد،

گفت محمد رسول اللہ را بے کوشش شد فرمود امن شیخ اللہ صد سالہ السلام
اول فصلت چون فضیلت بیداری درو آید آن فضل حقست و عطای محض است
والا چرا آن یاران دیگر رانند کہ قرین او بودند، بعد از آن فضل و جزا بچنان کہ ستارہ آتش
جست اولش عطاست، اما چون پنبہ نہادی و آن ستارہ را می پردرد افزون می کنی بعد
ازین فضل و جزا است آدمی در اول و هلت خورد دست و ضعیف کہ خلق اکالسان ضعیفا
بچنان کہ اول از آهن و سنگ در جامہ سوخته درختی بہجد اول ضعیفت اما آن آتش
ضعیف را پرورند عاقلی و جہانی را بسوزاند او آن آتش خرد بزرگ و عظیم شود کہ انک علی خلق عظیم
گفتم مولانا شمار عظیم در دست می داد و فرمود کہ فی آمدن من بقدر دوستی و فی گشتن
من انک می آیدی گویم اگر خدا خواہد این اندک سخن را نافع کند، و آن را در اندرون سینہ
نہا قائم دارد، و نعمتہای عظیم کند و اگر نخواہد صد ہزار سخن گفتہ گیر، بیچ در دل قرار نگیرد ہمہ بگذرد
و فراموش شود، بچنان کہ ستارہ آتش بر جامہ سوخته افتاد، اگر حق خواہد، همان یک ستارہ بگذرد

لے شوی و فرسوم، عنوان تناکردن ہارت و مارت مقام بشریت،

جز عنایت کہ کشتاید چشم را جز محبت کہ نشاند خشم را

جہد بے توفیق جان کندن بود زار زنے کم گر چہ صد خرمن بود

لے بین خدا کا بندہ ہوں میرے اوپر کتب اتاری ہو، (مجموعہ ۲) لے کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا، (نہجۃ
لے انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے، (نہجۃ ۵) لے بیشک تمہارا خلق اعلیٰ درجہ کا ہے، (قلم، ۱۱)

و بزرگ شود، و اگر نہ خواہد صد ستارہ بدان سوختہ برسد و نہ اندوینج اثر نکند و لاہما جنود
 السموات و الارض این سخنرا ہم سپاہ حقند، قلہارا بدستوری حق بکشائید، و بگيرند، اگر بفرمایند
 چندین ہزار سوار بروید بقلان قلعه و رومی بنمائید اما بگيرید چنین گفتہ و اگر یک سوار را بفرماید کہ
 بگير آن قلعه را ہمان یک سوار بکشاید و بگيرد، پشتہ را بر خرود بگمارد و ہلاکش کند، چنانکہ می گوید
 استوی عند العاصف الدانی والدینا و الامسا و المصاۃ، اگر حق تالی برکت
 دہد و در افقی کار صد ہزار دینار کند، و اگر از ہزار دینار برکت برگیرد کار دافعی نکند، و همچنین
 اگر گریہ برکے گمارد و ہلاک کند، چون پشتہ خرود را (و اگر خواہد شیر را مرکب درویشان کند
 و از ہم ایشان می لرزد) چنانکہ بعضی از درویشان بر شیر سوار می شوند و چنانکہ آتش برابر ہم
 علی الصلوۃ و السلام برود و سلام شد و سبزہ و گلزار گشت، چون دستوری حق نبود کہ
 اورا بسوزاند،

فی الجملہ چون ایشان دانستند کہ ہمہ از حقست، پیش ایشان ہمہ یکسان شد از حق
 امید داریم کہ شمایں سخنرا ہم از اندرون خود بشتوید، کہ مفید آن ست، اگر ہزار دزد و بزدنی تیار
 در را نتواند باز کردن تا از اندرون دزدی بار ایشان نباشد کہ از اندرون باز کند، ہزار
 سخن از بیرون بگوئی تا از اندرون مصدقے نباشد سودندار و همچنان کہ درختی را تا در رخ او تری
 نباشد، اگر ہزار سیلاب بر دریزی سودندارد، اول در رخ او تری بیاید تا آن
 مدد او شود، بیت،

نور اگر صد ہزار می بیند، جز کہ بر جل نور نشیند
 اگر ہمہ عالم نور گیرد تا در چشم نوری نباشد ہرگز آن نور را بیند،

لے آسمان دین میں جذبی کے لشکر ہیں، (فتح ع ۱)

اکنون اصل آن قابلیت است که در نفس است، نفس دیگر است، و روح دیگر،
 نمی بینی که نفس در خواب کجا می رود، و روح در تن است، اما این نفس می گردد، و چیز
 دیگر می شود پس آنچه امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ گفت، مَن عَايَ كَهْنَهُ فَقَدْ عَايَ سَابِقَهُ
 این نفس را گفت، روح را گفت، و اگر گوئیم که این نفس را گفت هم خرد کاری نیست و اگر
 آن نفس را شرح دهیم او همین نفس را خواهد فهم کردن، چو او آن نفس را بینداند، مثلاً آئینه کوچک
 در دست گرفته اگر در آئینه نیک و بد و یا خود و بزرگ نماید آن باشد بگفتن حال است، که
 فهم شود و گفت همین قدر باشد که درو خا خاری پدید آید که بیرون آن که مای بیتم، المی هست
 تا بطلبیم این دنیا و خوشیها که در دست نصیب حیوانیت آدمی است، این همه قوت حیوانیت
 آدمی کند و آنچه اصل است که انسان است در کاشش است، آخر می گوید که اَلْاِنْسَانُ
 حَيَوَانٌ مُّاطِلٌ پس آدمی و چیز است آنچه درین عالم قوت حیوانیت اوست نهست
 و آرزو با آنچه خلاصه اوست غذای آن علم و حکمت و دیدار حقست، آدمی را آنچه منتش
 هست از حق که بخواهد آنست و انسانیتش از دنیا که بر آن فَنَصْلُكُمْ كَأَقْبَابِ قَوْمٍ مِّنْ دُونِكُمْ
 درین وجود در تنگند،

«تا بخت کربود کرد او در دست»

درین تنگ نیست که این عالم است و عبادت را بجلود چو ای گویند زیرا که همه
 منجمند این سنگ و کوه و این جامه که پوشیده وجود همه منجمست اگر ندی هست، عالم چرا
 منجمست عالم معنی بسیط است در نظر نیاید اما تاثیر توان دانستن، که باد و سرماست

له حاشیه او بر گذر چکا له پس تم ہی من کافر بھی ہیں، اور تم ہی من مومن

بھی، «تفانین» ۱۷

این عالم همه چون فصل و سست که همه بخند اما عقلی نه دے حسی چون آن هوای الهی
 بیاید که در آگد آفتن گیرد عالم آب شود همچنان که چون گرمای تیز یاید، همه بخند آن در گذر اند
 روز قیامت چون آن هوا بتابد، همه بگدازند حق تعالی این کلمات را لشکر بکند گردشما، تا از
 اعدا شمار اسدے شود و سبب قهر اعدا باشد یعنی اعدای اندرون، آخر اعدای بیرون چیری
 نیستند، چه چیز باشد؟ بی بی چندین هزار کافر اسیر یک کافرند که پادشاه ایشان است و آن
 کافر اسیر اندیشه پس دانستم که کار اندیشه دارد، چون بیک اندیشه ضعیف که در چندین هزار
 خلق و عالم اسیرند، آنجا که اندیشه بی بی پایان باشد بگر که آنرا عظمت و شکوه باشد و چگونه
 قهر اعدا کنند، و چه عالم با سحر کنند چون می بینم معین که صد هزار صورت بی حدود سپاه بی پایان
 صحرا و صحرا اسیر شخصی اند، و آن شخص اسیر اندیشه حقیر، پس این همه اسیر یک اندیشه باشد،
 تا اندیشه های بی پایان عظیم خطر قدسی و علوی چون باشند پس دانستم که کار اندیشه ها دارند
 صورت همه تابعند، و آنگه و بی اندیشه معطلند و جهاد پس آنک صورت بیند و نیز جهاد باشد، و
 در محنی نه اندارد، و طفلست و نابالغ، اگر چه بصورت پیر است و صد ساله است،

سرجه نامن الجهاد الا صغالی الجهاد الا کبیر، یعنی بانفس مصاف کردن جهاد اکبر است
 و در جنگ صورتها بودیم و کفمان صوری مصاف می کردیم این ساعت بشکرهای اندیشه مصاف
 می زنیم تا اندیشه های نیک اندیشه های بد را بشکند، و از ولایت تن بیرون کند، پس اکبر این
 جهاد باشد و این مصاف اکنون کار فکر دارد و که بی واسطه تن در کارند، همچنان که عقل فسال

لے ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف، آگے، تنہی، دنیوی و دنیوی، عزت و تنہی، سرجہ نامن الجہاد الا صغالی

چونکہ دانستم زیکار بردن دوسے آدم بہ پیکار دردن

قد سرجہ نامن جہاد اصغایم بامنی اندر جہاد اکبریم

بی آلت چرخ رامی گرداند، آخری گوید که آلت محتاج نیست، بیت،
 تو جوهری و هر دو جهان متر ارض گوهر که از عرض طلبی هست ناپند
 چون عرضت بر عرض بناید ماندن، زیرا این جوهر چون نافه مشک است، و این
 عالم و خوشبهای او همچو بوی مشک این بوی مشک نماند، زیرا عرض مست، هر که ازین
 بوی مشک را طلبید، و بر بوی قانع نشد، نیکست، اما هر که بر بوی مشک قرار گرفت، آن
 بدست نیز اوست پیغمبری زنده است که آن در دست او نماند، بوی صفت مشکست، چنانکه مشک را
 روی درین عالمست، بوی می رسد، چون در حجاب رود، و روی در عالم دیگر آرد، آنها که
 به بوی زنده بودند، میرند، زیرا بوی ملازم مشکست، آنجا رود که مشک جلوه می کند پس نیک نخت
 آن است که از بوی بر روی رسد، و عین او شود، بعد از آن او را فنا نماند، و در عین ذات مشک
 باقی باشد، و حکم مشک گیرد، بعد از آن او خود با عالم بوی برساند، و عالم از وی زنده باشند و
 برو از آنج بود جز نامی نه ماند، بچنان که حیوانی در نمکسار نمک شده باشد، برو از حیوانی جز
 نام نمانده باشد، همان دریای نمک باشد، در فعل و در تاثیر، آن اسم او را چه زیان دارد، از
 نمکیش بردن نخواهد کردن، و اگر این کان نمک را نام دیگر نهی از نمکی بیرون نیاید،
 پس آدمی را ازین خوشبها و لطفا که بر تو و عکس حقت بیاید گدشتن و بدین قدر
 بناید قانع شدن، هر چند این قدر هم از لطف حقتست، و پر تو حجاب اوست، اما نسبت به ما باقی
 نسبت نسبت بحق باقیست، و نسبت بخلی فانیست، چون شعاع آفتاب که در خانه نامی تابد
 سه فتوی و فرودم عنوان گمان بردن کار و اینان، الخ

گرمیان مشک تن را جاشود	روز مردن کند بایده شود
مشک را بر تن مزین بردل بال	مشک چه بود اسم پاک ذوالجلال

سه فتوی و فرودم عنوان، آلت تاخیر خیرات به فردا سه
 آن خرمی و مردگی یکسو نهاد، در نمکسار را از خرمی جدا

ہر چند کہ شمع آفتاب است و نورست، اما ملازم آفتاب است چون آفتاب غروب کند،
روشنائی نماند، پس آفتاب باید شدن، تا خوف جدائی نماند، اصل باخت مست و شناخت
بعضی را داد و عطا ہست اما شناخت نیست و بعضی را شناخت ہست، اما باخت نیست، اما
چون این ہر دو باشند عظیم موفقی کسے بود، یحنین کس بی نظیر باشد، نظیر این مثلاً مرے را ہیر و
اما نیداند کہ این را ہست یا بی را ہست میر و علی الہی بوک آواز خردی یا نشان آبادانی پید
آید، کو این، و کو آن کہ را ہر امیداند، و میر و د، محتاج نشان نیست، کار او دار و پس نیست
و رای ہمہ است،

فصل

اللیل طویل فلا تقص، و البہار مضی فلا تكد، سا با نامک
شب در از ست از بہر را ز گفتن، و حاجات خواستن، بی تشویش خلق و بی ہمت دوستان
و دشمنان غلوتے و سلوتے حاصل شدہ، و حق تعالیٰ پر دہ فرو کشیدہ، تا عملہا از ریامہون و
مخروس باشند خالصاً للہ تعالیٰ، و در شب نیز در یائی از مخلص پیدا شود، شب ہمہ چیز ہا مستور
شوند، روز رسوا شوند، مرد در یائی بشب رسوا شود، گوید چون کسی نبیند، از بہر کہ کم ہی گویندش
کسی می بیند، لیکن تو کسی نیستی، تا کسی را پسینی، آنکس کہ می بیند ہمہ کسان در قبضہ قدرت ویند
و بوقت در ماندگی اورامی خوانند، و بوقت در دوزدان و در دگوش و در چشم و ہمت و خوف
ہمہ اورا خوانند، و برو اعتماد دارند، کہ می شنود و حاجت ایشان روا خواہد کردن و پنهان حق
می دہند از بہر دفع بلا را و صحت رنجورے را، و اعتماد دارند

کہ آن دادن صدقہ را قبول می کند چون صحت نشان داد، و فراغت آمد، از ایشان آن
یعین باز رفت و خیال اندیشی باز آمد، می گویند خداوند آن چه حالت بود کہ بصدق ترائی خواندم
در آن کج زندان، با ہزار قل ہو اللہ بالاہ وزاری بے ملالت، کہ حاجات رو اکر وی،
اکنون بایرون زندان بچنان محتاجیم، کہ اندرون زندان بودیم، تا مارا ازین زندان عالم
ظلمانی بیرون آوری، بعالم انبیا کہ نورانیست در آری، اکنون مارا چراہمان اخلاص بیرون
زندان و بیرون حالت در دینی آید ہزار خیال فردمی آید کہ عجب فائدہ کند یا کجہ و تاثیر
این خیال ہزار کاہلی و ملالت می دہد آن یقین خیال سوز کو

خدا ہی تعالیٰ جواب می فرماید کا کجہ گفتم نفس حیوانی شما عدد دست شمار اُبیا را کانتقل
عَلَدَیْ وَعَدُوْکُمْ اَدْلٰی ^۱ ہمارہ این عدد را در زندان مجاہدہ دارید کہ چون او در زندان
و در پنج و بلاست، اخلاص تو روی نماید، و قوت گیرد، ہزار بار آزمودی کہ از پنج و زندان
و از در و سر و از خوف تن ترا اخلاص پدید آید چرا در بند راست تن گشتی در تیار او مشغول شدی
سر رشتہ را فراموش کنیدی، و پیوستہ نفس را بی مراد دارید تا بمراد بی برسید، و از زندان
تاریکی خلاص یابید کہ دنیہ النفس عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَدٰی ^۲

فصل

شیخ ابراہیم گفت کہ سیف الدین فرخ چون یکی را بزودی، خود را با کسی مشغول کردی
بحکایت، تا ایشان را نبردندی، و شفاعت کسی باین طریق و شیوہ پیش ز رفتی،

۱۔ میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بنانا، (مختصر، ع، ۱) جس نے نفس کو خواہش سے
روکا، پس جنت اس کا ٹھکانا ہے، (نازعات، ع، ۱)

مولانا فرمود کہ ہر چہ در این عالم می بینی، در آن عالم ہم چنان است، بلکہ این عالم ہمہ نمودج آن عالم اند، و ہر چہ درین عالم است، ہمہ ازان عالم آوردہ اند و ان من شیء الا عندنا خزائنه و ما ننزلہ الا بقدر معلوم،

طو افاق بر سر طبہاے ادویہ مختلف می ہند از ہر انبارے شتے لعل شتے مصطلی شتے انبار ہابی نہایتند، لیکن در طبہ اویش ازین نمی گنجے، پس آدمی بر مثال طوائف است یا دکان عطاریست، کہ در وی از خزانہ صفات حق شست و شست و پارہ پارہ و دُحّتہا و طبہا نہادہ اند تا درین عالم تجارت میکنند لائق خود، از سمع پارہ، و از بصر پارہ، و از لطف پارہ، و از عقل پارہ و از کرم پارہ، و از علم پارہ اکنون پس مروان طو افاق حنّند، طوائفی می کنند، و روز و شب طبہا پر می کنند، و تو تھی می کنی، یا ضائع میکنی، یا بآن کسب میکنی بروز تھی میکنی و شب باز پر می کنند و فوت می دهند، مثلاً روشنی چشم را می بینی در آن عالم دیدہ است و چشمہا بہت و نظر بہت مختلف از آن نمودجی تو فرستادہ اند، تا بدان تفرج عالم می کنی، دید این قدر نیست، لیکن آدمی بیش ازین تحمل نکند و ان من شیء الا عندنا خزائنه این صفات ہم پیش ہست بی نہایت، بقدر معلوم، تو فرستہ پس تا علی کن کہ چندین ہزار خلق کہ قرناً بعد قرن آمدند و ازین دریابہ شدند، و باز تھی شدند، بگو کہ آن چہ انبار است اکنون ہر کراہ آن دریا و قوت بیشتر ول او بر طبہ سر در،

پس پنداری کہ ہمہ عالم از ضرر انجانہ بدر می آیند، و باز بدار الضرب رجوع می کنند، کہ
 اَللّٰهُمَّ وَاِنَّا اِلَيْكَ رَاٰجِعُونَ اَنَا لِلّٰهِ لِيُنِيحَ اِجْرَايَ مَا اَزْجَا اَمَدًا و نَفُوج
 سلفہ حاشیہ او پر گذر چکا، سلفہ ایضا سلفہ بے حکم ہم اللہ کے لئے ہیں، اور اسی کی طرف
 پلٹے والے ہیں، (البقرہ ۱۱)

آنجانند و بآنجای جمع می کنند از خرد و از بزرگ و از حیوانات و از این طببله زود و ظاہری شوند،
 و بی طببله ظاہری نمی شوند، از آن است که آن عالم لطیفست، و در نظر نمی آید، چه عجب می آید،
 نه می بینی نسیم بہار را، چون ظاہری شود در اشجار، و سبز باد گلزار ہا و ریاحین، جمال بہار را بواسطہ
 اینہا تفرج می کنی، و چون در نفس نسیم بہار بنگری ہیچ ازینہا نمی بینی، نہ از آنست کہ دردی این
 تفرج ہا دگلزار ہا نیست، آخر نہ اینہا از پر تو دوست، بلکہ در او موجد ہاست انگزار ہا و ریاحین
 لیکن موجد ہاے لطیفند، و در نظر نمی آیند، الا بواسطہ ذل لطیف پدید می شوند، چنانچہ در آدمی نیز اوصاف ہا
 نہا نیست، ظاہری نمی شود، الا بواسطہ اندرونی یا بیرونی، از گفت کسی، و آسیب کسی، جنگ
 کسی، صلح کسی پدید می شود، صفات آدمی نمی بینی در خود تالی می کنی ہیچ نمی یابی و خود را تہی میدانی ازین صفات
 نہ از آنست کہ تو از آنچہ بودہ متیز شدہ الاین ہا در تو نہا نیست، مثال آب اندر دریا، از دریا بیرون نیامد، الا بواسطہ
 ابری، و ظاہر نہ شوند الا بوجہ موج جوئے باشد کہ از اندون تو ظاہر گردد بے واسطہ بیرونی، لیکن مادام کہ دریا ساکت
 ہیچ نمی بینی، و تن تو بر لب دریاست، و جان تو دریا نیست، نمی بینی درو ہزارگونہ ماران
 و ماہیان و مرغان و خلایق گوناگون و عجب بدر می آیند و خود را نمی نمایند، و باز بدریای روند،
 صفات تو مثل خشم و حسد و شہوت و غیرہ ازین دریا سر بر نمی آرند، پس گوی صفات
 تو عاشقان حقند از لطیفی ایشان را نتوان دیدن الا بواسطہ جامہ بعضی ازینان چون برہنہ می
 از غایت لطیفی در نظر نمی آیند،

فصل

در آدمی عتق دہدے و طلبے و خلفائے و تقاضائے بہت، کہ اگر صد ہزار عالم ملکات
 شود او نیا ساید، و آرام نیابد، این خلق بتفصیل در ہر حرفتی و ہر پیشہ و صنعت و منصب و تکفیل علوم

و نجوم وغیرہ می کوشند و بیچ آرام نمی گیرند، زیرا کہ اینج مقصود دست بدست نیامده، آخر معشوق را دل آرام می گویند یعنی دل بد آرام یابد، پس بغیر چون آرام و قرار گیرد، این جملہ خوشبها و مقصود چون زدن نیست و چون پاهای زردبان، جای اقامت و باش نیست، از بہر عبور است، شگ آنکس کہ زود تر بیدار و واقف گردد، تاراه دراز برود کوتاہ شود، و درین پاهای زردبان عمر خود را ضائع نکند،

سوال کرد مغلان مال ہائے ماری ستانند و ایشان نیز مارا گاہ گاہے مالہامی بخشند عجب حکم آن چون باشد،

فرمود ہر چہ مثل بستان و بچیان است، کہ در قبضہ و خزینہ احق در آمدہ است، بچیان کہ از دریا کوزہ را دیا بخی را بیرون آری آن ملک تو گردد، مادام کہ در کوزہ یا نخست، کس را در آن تصرف نہسد و ہر کہ از آن غم بیرونی اذن تو غاصب باشد اما چون باز بدیاری بخشد بجلہ حلال گردد، و از ملک تو بیرون آید پس مال ما بر ایشان حرامست و مال ایشان بر ما حلال،

کلام ہانیتانی الاسلام، جامعۃ شیعہ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوشش و جمہیت نمود کہ مجمع ارواح را اثر ہاست بزرگ و خطیر، در وحدت و تنہائی آن حاصل نہ شود، و سریر این کہ مسجد ہا را نہادہ اند، آنست تا اہل محلہ آنجا جمع شوند تا حجت دفائدہ افزون باشند،

لے اسلام میں رہبانیت نہیں، حدیث معنی صحیح ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ سند نہیں ملی مولانا نے فتویٰ دفتر پنجم میں اس کی شرح ایک مستقل عنوان کے ماتحت کی ہے،

لے جماعت رمت ہے، حدیث بہ سند ضعیف (المقاصد الحسنہ، سخا دی، حروف جم، اور افواہ المجمعہ شرکائی، ص ۱۹۱)۔

وفا ہمارے جداگانہ برائے تفریقیت و ستر عیبا فائدہ آن ہمیں مست و جامع را نہادند تہمت
اہل شہر آنجا باشند و کعبہ را واجب گردند تا غلب خلق عالم از بلاد و اقالم آنجا جمع گردند
امیر گفت کہ مغلان اول درین ولایت آمدند غور و برہنہ بودند، مرکوب ایشان
گاؤ بود، و سلاحستان چوین بود این زمان محشم و سیر گشتہ اند و اسپان تازی ہر چہ بہتر و
سلاح ہامی خوب پیش ایشان مست،

مولانا فرمود کہ اکن وقت کہ دل شکستہ ضعیف بودند و قوتے نہ داشتند خدا ایشان
را یاری داد و دنیا را ایشان را قبول کرد و درین زمان کہ چنین محشم و قوی شدند، حق تعالی با
ضعف خلق ایشان را ہلاک کند، تا بداند کہ آن عنایت حق بود کہ عالم را گرفتہ نہ بہت
خود، اول ایشان در صحراے بودند و دراز خلق، بے نوا و مسکین و برہنہ و محتاج مگر بعضی
از ایشان بطریق تجارت بولایت خوارزم شاہ می آمدند و خرید و فروختے می کردند کہ بایں
می خریدند، بہت جامہ خود و خوارزم شاہ آن را منع کرد و تجارت ایشان را می فرمود کشتن و از ایشان
نیز خراج می شد و بازارگانان را می گذشت کہ آنجا بروند تا تاران دباڑ پیش بادشاہ
خود بتفرع رفتند کہ ہلاک شدیم یا دشاہ از ایشان مہلت طلبید، در بن غارے رفت، و
روزہ داشت خضوع و خشوع کرد و سکنی پیش گرفت از حق تعالی ندا آمد کہ قبول کردم
زار می ترا، خرد و ج کن ہر جا کہ روی منظور باشی آن بود کہ چون بدون آمد بامر حق منظور
شدند و عالم را گرفتند،

امیر گفت تا آنرا نیز خسرو اعمر مست دمی گویند کہ فردا مرغی خواہ بودن و خوا
دحسابی بہتہ رفتے خواہ بودن،

مولانا فرمود کہ دروغ می گویند خواهند کہ خود را با مسلمانان مشارک کنند یعنی کہ ا

نیز مقیم دمی دینم، اشترے را گفتند از کجای آئی، گفت از حمام، گفتند از پاشنه است پیدا است، اکنون اگر ایشان مقرر حشرند کو علامت و نشان آن؟ این معاصی و ظلم و بدی همچون بر فہاست و پنہاست، توے بر توے جمع گشته چون آفتاب انابت و پیشانی و خبر آن جهان و ترس خدای در آید آن بر فہای معاصی جملہ بگذازند، همچنان کہ آفتاب بر فہا و پنہا را می گزاند اگر بر فی و نجی بگوید، کہ من آفتاب را دیدہ ام، و آفتاب تو از بر من تافت و او بر قرار است بیچ عاقل ان را قبول کند، بگفت کہ آفتاب تو بتا بدرفت و بیچ نگذارد حق تعالی اگر چه وعده داده است کہ جز لے نیک و بد و ز قیامت خواهد بود ان اما منوچ آن بقدر در و در دنیا و بدم و لمحہ طبع میرسد اگر آدمی را شادی در دل می آید جز آنست کہ کسی را شاد کردہ است و اگر غمگین می شود کسی را غمگین کردہ است، آن از من ان آن عالمست، و نمودار روز جزا است، تا بدین اندک آن بسیار را فہم کنند چنانکہ از انبار گذرم شستی بنمایند،

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بآن عظمت و بزرگی کہ داشت شبے دست او در و کرد الہام آمد کہ از تاثیر در و دست عباس است کہ اورا اسیر گرفته بود و با جمیع اسیران دست بسته اگر چه بستن با مرتحق بود، ہم جزا رسید، تا بدانی کہ این قبضہا دتیر گہا و نا خوشیہا کہ بر تو می آید از تاثیر آزارے و معصیتے است کہ کردہ، اگر چه تفصیل ترا یاد نیست اما از جزا بیان کہ کار ہا بد بسیار کردہ کہ ترا معلوم نیست، کہ آن بدست از جہل یا از غفلت یا از غمیشنی بی دینی کہ گناہان را بر تو آسان کردہ است، کہ آن را گناہ نمی دانی و جزا می نگر کہ چہ قدر کثرت داری و چہ قدر قبض داری قطعاً قبض جزا می معصیت ست، و بسط جزا می طاعت است آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برای آنک انگشتی در انگشت خود بگردانید و عت

سے شوی و دفع حج بعنوان غسل آوردن اشتران
ان کی گشت اشتراک ہے انکای آئی لے اقبال ہے
گفت از حمام گرم کنی تو گفت خود بہت دلت لے تو

آمد که تر برای بازی و تعطیل نیا فریدیم که اَفَحَبِیْنُکُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا ازینجا
قیاس کن روز در چه می گذرد و در خیر می گذرد و یا در شر و مصیبت می گذرد و یا در طاعت و موی
علیه السلام بخلق مشغول کرد و جهت مصلحت و خضر علیه السلام بکلی مشغول خود کرد مصطفی صلی الله
علیه وسلم را اول بکلی مشغول خود کرد و بعد از آن امر کرد که خلق را دعوت کن نصیحت ده و هدایت
کن مصطفی صلی الله علیه وسلم در فغان و زاری درآمد که آه یارب چه گناه کردم مرا از حضرت چرا
می رانی من خلق را نخواهم حق تعالی گفت ای محمد هیچ غم مخور که ترا نگذارم که بخلق مشغول
شوی، در عین آن مشغولی با من باشی، و یک سر موی از آنج این ساعت با منی، چون
بخلق مشغول شوی هیچ از آن از تو کم نه گردد، در هر کاسی که در می در عین وصل باشی،
سوال کردند که حکمای از بی، و آنج حق تعالی تقدیر کرده است هیچ بگردد؟
فرمود که حق تعالی آنج حکم کرده است در ازل که بدی را بدی باشد و نیکی را نیکی آن
حکم هرگز نگیرد، زیرا که حق تعالی حکیم است گنگوید بدی کن تا نیکی یابی، هرگز کسی گندم کارود
جو بردارد و یا جو کارود کند بردارد، این ممکن نباشد و همه انبیاء و اولیاء چنین گفته اند که جز
نیکی نیست، و جزای بدی بدست، که فَنِعْمَ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّؤْتِيهِ وَ مَرَّةً يَّعْلَىٰ مِثْقَالِ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَّؤْتِيهِ اگر از حکم از لی آن می خواهی که گفتیم و شرح کردیم هرگز آن نگیرد، و معاذ الله
و اگر این نخواهی که جزای نیکی و بدی کم و افزون شود و بگردد، چندانکه نیکی بیش کنی بیکها پیش آید
و چندانکه ظلم بیش کنی بدیها پیش آید، این بگردد اما اصل حکم نگیرد،

امیر سوال کرد که ما می بینیم که شقی سعید می شود و سعید شقی می شود،

فرمود آخر آن شقی نیکی کرد یا نیکی اندیشد که سعید شد، و آن سعید که شقی شد بدی اندیشد،

له . یکتا تم اس خیال میں ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کر دیا ہو، (مومنون ۶) ۷۳ حاشیہ ادب و کدچکا،

پہچان کہ الیس در حق آدم اعتراض کرد کہ خَلَقْتَنی مِنْ مَّاءٍ وَخَلَقْتَنی مِنْ طِینٍ، بعد از آن کہ استاد ملا نگہ بود، ملعون ابد گشت در اندہ در گاہ مانیز، چہین می گوئیم کہ جزای نیکی نیکیت و جزای بدی بدیت پس آن کی کہ در ازل از سعد ابنود شفی گردید، پتو الیس، و نفوذ بانہ مومن کہ کافر گردد، ہرگز از سعد ابنو باشد و لیکن آن کہ در ازل سعید ست، اگرچہ کافر ست مومن گردد،

پس امیر سوال کرد یکی نذر کرد کہ روزی روزہ دارم اگر آن را بشکند کفارت باشد یا نہ،

فرمود کہ در مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیک قول کفارت باشد جبث آنکہ نذر را مین گسرد و ہر کہ تمین را بفکند بر ادکفارت باشد، اما پیش ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مذہب معنی عین نیست پس کفارت بنا شد و نذر بر دو جبث، یکی مطلق و یکی مقید، مطلق آن ست کہ گوید عَلٰی اَنْ اُصُوْمَ یَکُمَا، مقید آنست کہ گوید عَلٰی کَذَا اِنْ جَاءَ فَلَا تُکَفِّرُ سِوَاہُ غَرَمَ کُمَا، گفت یکے را خری گم شدہ بود سہ روز روزہ داشت بنیت آنکہ خسر خود را بیابد بعد از سہ روز خرامر دہ یافت بر بخید و از سر بخشش روی بر آسان کرد و گفت کہ اگر عوض این سہ روزہ کہ دادم بخشش را از رمضان نخورم مرد بنامم از من صرفہ خواہی بردن،

یکی سوال کرد کہ معنی التیمات چیست و الصلوات و الطیبات،

جواب فرمود یعنی این پرستشہا و خد متہا و بندگیہا ہمہ بخشش و ملک حقست زیرا کہ اگر حق را صحت ندہد این پرستشہا و فراغتہا ہم از مانیاید، و بدان مارا فراغت بنا شد پس حقیقت شد کہ صلوات و طیبات و تہیات لذت است از آن مانیت، ہمہ از آن اوست

لے "مجھے تو نے لگ ہے پیدا کیا اور اسکو خاک سے" (اعراف، ۲۷)

و ملک اوست همچنان که در فصل بهار خلجان زراعت می کنند و بصر ابرون آیند و سفرها کنند
و عمارت ها کنند این همه بخشش و عطای بهار است و اگر نه ایشان همه چنان که بودند مجوس خاها
و غارها بودندی پس حقیقت آن زراعت و تفرج و تنعم همه از آن بهار است و
و نیست اوست،

مردم را نظر با سبب است و کارها را از آن اسباب می دانند اما پیش اولیا
گفت شده است که اسباب پرده بیش نیست تا سبب را بینند و بدانند که پرده طلسمی نیست
همچنان که کسی از پس پرده سخن میگوید، پندارند که پرده سخن میگوید و ندانند که پرده بکار نیست
و حجاب است چون او از پس پرده برون آید معلوم شود که پرده بهانه بود، او لیا حق
برون اسباب کارها دیده اند که گزارده شد و برآمد همچنان که از کوه اشتر برآمد، و عصای
موسی^ع تبیان شد، و از سنگ خار ادا داد و چه چشمه روان شد و همچنان که مصطفی^ص صلی الله علیه و سلم
ماه را بے آلت با نشارت بنگافت، و همچنان که آدم علیه السلام بی پدر و مادر در وجود آمد
و عیسی علیه السلام بی پدر، و برای ابراهیم علیه السلام از نار گلزار رست، و همچنین الی ما لا ینها یت
پس چون این را دیدند و دانستند که اسباب بهانه کار سازد گریست، اسباب جز و پوچی
نیست، تا عوام بآن مشغول شوند، ذکر یار علیه السلام حق تعالی وعده کرد که ترا فرزند خواهم
دادن، و فریاد کرد که من پیرم دزن پیر و آلت شهوتم ضعیف شده است وزن بجالتی

سے مثنوی دفتر ہفتم، عنوان بیان آنکہ مور کے برگذ می رفت انج سے

صورت آمد چون بہاں چون عصا	جزیہ عقل و جان نہ بچند نقشہا،
یک زمان لادوی عنایت بر کند	عقل زیرک الہیہامی کند
یخبر بود آن کہ در عقل و فواد	بے زلقیب خدا با شد جواد

رسیده است کہ امکان حل نیست یا رب از چہین زن فرزند چون شود قَالَ سَبَّ اُنّی لَکَ
فِی غُلَاوَدُ کَا نَتِ اَمَّا فِی عَا قَرَا اَوْ قَدْ بَلَغَ عَنّی اَلْکَلْبُ اَلْاَکَیَ تَمَّ

جواب آمد کہ ہاں ای زکر یا باز سر رشته گم کردی صد ہزار بار تو نمودم کہ
کار ہارون اسباب است آنرا فراموش کردی نمیدانی کہ اسباب بہانہ است حق دارم
کہ دین بخطہ دیش نظر تو صد ہزار فرزند از تو پیدا کنم بی زن و بی حل بلکہ اگر اشارت
کنم عالم در عالم خلق پیدا شوند تمام و بالغ و دانا تر از منبے مادر و پدر در عالم ارواح ہست کردم
و از من بر تو لطف نمودنایم تا سابق بود پیش از ان کہ دین وجود آئی آنرا چہ فراموش میکنی
احوال انبیاء و اولیاء و حسنات و نیک و بد علی قدر مراتبم وجوہ ہم مثال

آنست کہ علامان را از کافرستان بولایت مسلمانان می آوردند و می فروشتند بعضی را پنج سالہ
می آوردند بعضی را دہ سالہ و بعضی را پانزدہ سالہ آن را کہ طفل آوردہ
باشند چون سالہای بسیار در میان مسلمانان پروردہ شود و پیر شود احوال آن ولایت را
بکلی فراموش کند و هیچ از آنش اثری یاد نباشد و چون بارہ بزرگ تر باشند اندکیش یاد آید
و چون قوی بزرگتر باشند بیشترش یاد باشند بچہین ارداداح در آن عالم در حضرت حق بودند کہ
اَلْکُتُبُ بِکَلِمَکُمُ فَاُولَٰئِکَی وَغَدَا قَوْتُ اِیْشَانَ کَلَامُ حَقِّ بُودِی بَی حَرْفِ دَی صَوْتِ چُون
بعضی را بطغلی آوردند چُون آن کلام را بشنود، از آن احوال یاد یابند، و خود را از ان
کلام بیگانہ بیند و آن فریق مجربانند کہ در کفر و ضلالت بکلی فرو رفته اند، و بعضی را پارہ یادی آید
و جوش دہوشے آن طرف در ایشان سر می کند، و آن مومنانند، و بعضی چُون آن کلام بشنوند

لے عرض گئی کہ پروردگار میرے کیونکر اولاد دہوگی، میری بیوی یتیم ہے، اور میں بوڑھا ہو چکا،

اَلْاَمْرَانِ ع ۴) کسے کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ عرض کیا کہ ضرور ہیں، (اعراف، ع ۲۲)

اُن حالت در نظر ایشان چنانکہ در قدیم بود پیدی آید، و حجاب با کجی برداشته می شود، و در اُن صل می پیوندد آنها انبیا، و اولیا دارند،

وصیت میکنم یاران را کہ چون شمار عدوسان معنی در باطن روی نمایند، و اسرار کشف گردد، ہاں، آنرا با غیار مگوئید، و تشریح نکنید، و این سخن ما را کہ می شنوید، بہر کس مگوئید کہ لا تقطعوا الحکمۃ غیر اہلہا فتظلموہا و لا تمنعوا ہا عن اہلہا فتظلموہم ترا اگر شاہد ہی دیا مشوقہ بہست آید، و در خانہ تو پنهان شود، و بگوید کہ مرا کس منہائی کہ من از اُن توام، بہرگز روا بود و سزد کہ اورا در بازار ہا گردانی، و بہر کس را گوئی کہ بیا این را بین، آن مشوقہ را بہرگز این خوش آید، از تو برود و دروے پنهان کند، و خشم گیرد، حق تعالیٰ این سخن را برابر ایشان حرام کردہ است،

بہچنان کہ اہل دوزخ با اہل بہشت افغان کنند کہ آخر کو کرم شما از آن عطا ہا و بخششہا کہ حق تعالیٰ بشما کردہ است، از دروے صدقہ و بندہ نوازی بر ما نیز اگر چیزے ریزید ایشا رکنید، چہ شود،

ولا مرض من کأس الکلام تضیب

کہ ما درین آتش می سوزیم، و نمی گدازیم از آن میوہ دیا از آن آبہای زلال قطرہ جان ما ریزید چہ شود و وفادای اصحاب الناس اصحاب الجنۃ ان فیضنا علیہما من الماء او مصار ذلکما اللہ قالوا ان اللہ ص ما علی لکما فی بہشتیان جواب دہند کہ سلمہ "اہل دوزخ، اہل جہنم کو پکار کر درخواست کریں گے، کہ ذرا ہمیں بھی پانی عنایت کرد، یا ہم نے اپنے فضل سے جو ذوق بخش دے رکھا ہے، اسی میں سے عنایت کرو، اہل جہنم جواب دین گے، کہ خدا نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کر دی ہیں" (اعراف ص ۶)

آن را خدا بر شما حرام کرده است، تخم این نعمت در دوزخ دنیا بود، چون آنجا کشیدید و نور زید و آن ایمان و صدق بود و عمل صالح، اینجا چه برگزید، و اگر ما زردی کرم بر شما اشیاء کنیم، چون خدا آن را بر شما حرام کرده است، حلقه از بسوزاند، و بگلو فرو نرود و اگر در کیسه بنید کیسه دریده شود و سیفتد،

بخدمت مصلیٰ المد علیہ وسلم جماعتی از منافقان آمدند، و اصحاب در شرح اسرار بودند و مصلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میگردید، پینا مبر بر منبر به صحابہ فرمود که خَيْرُ دَانِيَتِكُمْ یعنی سرهای کوزه ها و کاسها و دیگها و سبوتا و خمارا پوشانید که جانوران نمهند پلید و زهرناک، مبادا که در کوزه ها سبب شرافت، و بنادانی از آن کوزه آب خورید، شمار از میان دوزخ باین صورت ایشان را فرمود که از اغیار حکمت را همان داید و دمان را دوزبان را پیش اغیار بسته دارید که ایشان مو نشانند، لائی این حکمت و لغت نیستند،

فرمود که آن امیر که از پیش بایرون رفت اگر سخن را را تفصیل فہم نمی کرد اما اجمالا میداند که ما در این دعوت می کنیم آن نیاز و سر جنبانیدن و مهر عشق و ادرا بجای فہم گیریم آخر این روستائی که در شهری آید بانگ نماز می شنود، اگر معنی بانگ نماز را تفصیل نمی داند اما مقصود را فہم می کند،

فصل

فرمود که ہر کہ محبوب است خوب است و لائیکس لازم نیست کہ ہر کہ خوب باشد محبوب باشد، خوبی جزو محبوبیت، و محبوبی اصلست، چون محبوبی باشد البتہ خوبی باشد

لے اپنے برتون کو ملک لو، (بخاری کتاب دالخلق، باب خمس من الدواب فواسق)

ہرچیز کے از گلش جدا باشد، و ملازم کل باشد، نے در زمان مجنون خوبان بودند از لیلیٰ
خوبتر بودند، اما محبوب مجنون بودند، مجنون را گفتند کہ از لیلیٰ خوشتر ان ہست بر تو بیاریم
اومی گفت آخر من لیلیٰ را بصورت دوست نمی دارم، و لیلیٰ صورت نیست، لیلیٰ بدست من
ہیچون جاست من از آن جام شراب می نوشم، پس من عاشق آن شرابم، کہ از می نوشم،
و شمارا نظر بر قد حسرت از شراب آگاہ نیستید اگر مرا قدح آرید ندین و مرصع بچہ درد و سر کہ
باشد یا غیر شراب در د چیز می دیگر باشد، مرا آن بچہ کار آید؟ کدوی کہ نہ شکستہ کہ در خوشتر
باشد نبرد من بہتر است از آن قدح و از صد چنان، و این را عشقی خوشی می باید، تا شراب
را از قدح بشناسد،

ہیچانکہ گر سنہ دہ روز چیزی نخورہ باشد، و دیگر بروزی پنج بار خوردہ است، ہر دو
در نان نظر می کنند، ان سیر صورت نان می بیند، و گر سنہ صورت جان می بیند زیرا
این نان ہیچون قد حسرت، و لذت آن چون شیرست، جز بنظر اشتہا نتوان دیدن،
اکنون اشتہا و شوق حاصل کلے تا صورت بین نہ باشی، و در کون و مکان ہمہ معشوق بینی،

صورت این خالقان ہیچو جاست، و این علما و ہنر ما و دانش ہا نقشبائے جاست، نمی بینی
کہ چون جام شکستہ می شود آن نقشبانی ماند پس کار آن شراب دارد کہ در جاست، و آن کسی کہ آن
شراب را می بیند و می نوشد کہ دالباقیات الصالحات خیراً

سائل را دو مقدمہ می باید کہ تصور کند، و در ذہن بگرداند، تا او سائل باشد کہ

۱۔ شنوی و فرسوم، عنوان در بیان آنکہ حق تعالی ہرچہ داور آفرید الخ،

ہر کجا دروے دوا آجا رود، ہر کجا فقرے نوا آجا رود،

آب کم جو تشنگی آوید بہت، تا بچہ شد بہت از باہ و بہت

۲۔ اور باقی رہنے والے اچھے عمل بہتر ہیں" (کہت ۶۷)

آنکہ جازم باشد که من در نیکه می گویم مخیطم، غیر ازین چیزی هست، دوم آنکه اندیشد که بر این
 و بالای این گفتی حکمتی هست که من نمی دانم، پس دانستم که حسن السؤال نصف العلم
 ازین روست، که هر کسی که روی بجای آورده است و همه را مطلوب حق است، و بان میدهد
 عمر خود را صرف می کند، اما دین میان میز می باید، که تا بداند که ازین میان کیست که او
 مصیب است و بروی نشان زخم چو گان بادشا هست تا یکی گوئی باشد و موحد
 مستغرق است که آب در او تصرف می کند، او را در آب تصرفی نیست، سباح
 و مستغرق هر دو در آبند، اما این را که آب می برد و نمولست، و سباح حامل بقوت خویش است
 و با اختیار خود دست، پس هر جنبشی که مستغرق کند و هر تولی و فعلی که از دصا در شود،
 آن از آب باشد او در میان بهانه است، پنجا که از دیوار نخی بشنوی دانی که از دیوار
 نیست، یکمست که دیوار را در گفت، در آورده است، اولیا را می مانند که پیش از مرگ مرده اند
 و حکم در دیوار گرفته در ایشان یک سرموی از هستی مانده است، و دوست قدرت حق
 سپری اند، سپر جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود، سپری گوید من در میان نیستم
 حرکت از دست حقست، این سپر احمی بینید با حق پنجه میزند که آنها که چنین کسی زدند
 و حقیقت بجای نیک کرده اند، و خود را بر خد آورده اند، از دور آدم تا اکنون می شنوی که برین
 چهارفت از فرعون و شداد و عمرو و عاد و ثمود، الی مالا نهایه و آبخنان سپر تاقیامت قاست
 دورا بعد و بعضی بصورت انبیا که از میش رفته اند، و بعضی بصورت اولیا که بودند و هستند
 و خواهند بود، تا اقیانوس امتیاز گزند، و اعدا از اولیا هر ولی تجست بر خلق، خلق را بعد
 تلقن که بوی کردند مرتبه و مقام باشد، اگر دشمنی کند دشمنی بحق کرده باشد، و اگر دوستی
 در زند بحق و ورزیده باشد که من را لا فقد سانی و من قصد لا فقد قصدنی،

بندگانِ خدا محرمِ حرمِ حق اند بچوںِ خدا و انِ حق تعالیٰ ہمہ رنگہا می ہستی و شہوت و بے گنجائی بخت
 را از ایشان بکلی بریدہ است، تا لا جرمِ محذومِ عالم شدہ اند، و محرمِ اسرار گشتند کہ لا یمنہ
 الا المظہر و...

فصل

فرمود کہ اگر نشیت بہ تربیت یارانِ دوزخ زان کردہ ام اما از انکار و غفلت نکر دہم
 دوی بہ روح ایشان دارم زیرا آن سخن کہ از دہانِ بایرون می آید، جان ایشان است
 اگر نشیت بن کنند و ردی بجان آزند زیان ندارد،

مرا غولے ہست کہ خواہم ہیچ حیلے از من آزر دہ شود، اینک جماعتی در سماع خود را
 بر من می زنند، بعضی یارانِ ایشان را منع می کنند، مرا آن خوش نمی آید، و صد بار گفتہ ام برا
 من کسی را چیزے نگویید، من بآن را ضمیم، آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران
 کہ نزد من می آند، از ہم آنکہ ملول نشوند، شعری گویم، تا بدان مشغول شوند و اگر نہ من کجا
 شعرا کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، و بیش من ازین بتر چیزی نیست، بے گنجائیست کہ یکے
 دست در تنگبندہ کردہ است و می شود بر ای آرزوی مہمان، چون اشتہای مہمان
 بدانست، مرا لازم شد، آخر آدمی بگوید کہ غفلت را در فلان شہر چہ کالامی باید آن خرد
 آن فروشد اگر چہ دون ترین متاعا باشد من تحصیلا کردم و علوم و در بنہا بردم کہ نزد من
 فضلا و محققان و زیر کان آیند تا بر ایشان چیزی غریب و نفیس و دقیق، عرض کنم حق تعالیٰ
 خود چنین خواست، آن ہمہ علما را این جامع کرد، و آن سیمہا را اینجا آورد، کہ من باین

لے، بجز پاکون کے اور کسی کی دسترس اس تک نہیں،، (واقعہ، ۱۳۷۰)

کارشنوی شوم، چہ تو انم کرو، در دلایت ما از شاعری ننگتر کا بے نبود، اما اگر در آن ویلا
می مانیم، موافق طبع ایشان می یستیم و آن می در زیدیم کہ ایشان خواستندی مثل درس
گفتن، و تصانیف کتب، و تذکیر و زہد و عمل ظاہر و زیدین

امیر پروانہ گفت کہ اصل علمت؟

مولانا گفت کہ اہل عمل و صاحب عمل، تا با ایشان عمل نہائیم، حالی تو طالب قوی،
گوشت نہادہ تا چیزے بشنوی، اگر گوئیم مول شوی، طالب عمل شو تا بنائیم، ماد عالم ہرے
می طلبیم، کہ بوسہ عمل بنائیم، چون مشتری عمل نمی یابیم، و مشتری گفت می یابیم، بگفت شنو لیم
و تو عمل را چہ دانی چون عالی نیستی بعمل عمل را توان دانستن، و بعلم علم را توان فہم کردن
و بہ صورت صورت را و بمعنی معنی را چون درین راہ راہ رو نیست و خالیست، اگر د
راہیم (و در تعلیم) چون خواهند دیدن،

آخر این عمل نماز و روزہ نیست، و اینہا صورت عمل ست، عمل معنی ایست در باطن
آخر از دور آدم تا بدو مصطفیٰ نماز و روزہ باین صورت نبود، و عمل بود، پس این صورت عمل باشد
عمل معنی ایست در آدمی، بچنانکہ میگویند دارد و عمل کرد، و آنجا صورت عمل نیست، الا معنی ایست
در و چنانکہ گویند آن مرد در فلان شہر عاملست چیزی بصورت نمی بینند، کارہا کہ باو
تعلق دارد و او را بواسطہ آن عامل میگویند، پس این عمل غیر آن ست کہ این خلق فہم کردہ
اندا ایشان می پندارند کہ عمل این ظاہر ست اگر منافعی آن صورت عمل بجائے آرد بیج او رسود
نمزد و چون در معنی صدق و ایمان نیست،

لے "مناوی ہی ہست کہ نہ خواہم، سے لیکر میان ہنگ کی ساری عبارت سے بعض اشعار زائد کے رسالہ

پہ سالار (۱۳۰۳ء) میں بھی درج ہے،

اہل ہمہ چیز ہاگفت ست و قولست، تو ازگفت و قول خبر نداری، آن را خود می بینی
گفت میوہ درخت علم ست کہ از عمل می زاید، حق تعالی عالم را بقول آفرید، گفت کن بیکون
و ایمان در دست اگر بقول نگوئی سود ندارد، نماز را کہ فعلست اگر قرآن خوانی درست
نباشد، و درین زمان کہ کوئی قول معتبر نیست این ہم بقول می گوئی،
یکی سوال کرد کہ چون باخیر کنیم و عمل صالح، اگر از خدا امیدوار باشیم و متوقع جزا
باشیم ما را آن زیان دارد،

فرمود ای و اللہ امید باید داشتن، و ایمان بہن خوف و رجاست، یکی مرا پرسید
کہ رجاء خود خوش ست، این خوف چیست؟ گفتم تو مرا خوفی نباشد رجاء را جابجا بے خوف،
چون از ہم جدا نیستند و بے ہم دیگر نیستند چون می پرسی مثلاً یکے گندم کاشت رجاء دارد و اللہ
کہ گندم بر آید و در ضمن آن خائفست کہ مبادا مانع و آفتی پیش آید؟ پس معلوم شد کہ جابجا
خوف نیست، و ہرگز نتوان تصور کردن خوف بے رجاء یا جابی بے خوف اکنون اگر امید
باشد و متوقع جزا و احسان (و قطعاً) در آن کار گرم تر و مجرب تر باشد آن توقع پر
اوست ہر چند پرش قوی تر پر و ازش بیشتر؛ و اگر ناامیدی باشد کابل گردد، و از دو
کار بے بندگی نیاید، بچنان کہ بیمار دارے تلخ را می خورد و دہ لذت شیرین را رب
می کند اگر اورا امید صحت نباشد آن را کہ تواند کردن لَا لِنَاسِ حَيٰوةٌ نَّالِقُ آدمی
مرکبست از حیوانی و نطق بچنانک حیوانی در و د اوست، و متفک نیست، نطق نیز
بچنین است، و در و د اوست، اگر لفظ ہر سخن نگوید در باطن گویاست؛ و انما نطق
ست بر مثال سیلابست کہ در و گل آمیختہ باشد آب صافی نطق اوست، و گل تیرہ
حیوانی اوست، اما گل در و عارضی است، غنی بینی کہ آن گلہا در قبال ہمارافتند و بوسیدند

و لفظ و حکایت و علوم ایشان مانده است از نیک و بد،

صاحب دل کل هست چون اورا دیدی همه را دیدی الصید کلمه فی جوت
الغای خلقان عالم اجزای اویند او کست،

جز در درویشند جمله نیک و بد در نباشد اینچنین درویش نیست
اکنون چون اورا دیدی که کست قطعاً همه عالم را دیده باشی و هر کرا بعد
از و بینی مکر باشد، و قول ایشان در اقوال کست، چون قول ایشان را شنیدی
هر سخنی که بعد از ایشان شنوی مکر باشد،

من یک فی منزل فکاً نصاً ساری کلی انسان و کلی مکان

ای نسخه نامه الهی که تویی وی آئینه جمال شاهی که تویی
بیرون ز تو نیست هر چه در عالم هست در خود بطلب هر آنچه خواهی که تویی

فصل

نائب گفت پیش ازین کافران بتان می پرستیدند و سجود می کردند، مادیان
زمان همان می کنیم اینجا می رویم و منقول را سجد می کنیم، و خود را مسلمان می دانیم، و
چندین بتان دیگر در باطن داریم از حرص و حسد و کبر و ما می طمع این جمله ایم، پس ما نیز ظاهر
و باطناً همان کار می کنیم، و خود را مسلمان می دانیم،

فرمود اما اینجا چیزی دیگر هست چون شمار این در خاطری آید که این
بدست و ناپسندست، قطعاً دیده دل شما چون دجله گوی چیزی عظیم دیده است، که
اورا این قیج می نماید، که آب شور کس را شور نماید که او آب شیرین دیده

و خورده باشد،

و یبند هاتکتین الاشیه

پس حق تعالی در جان شما نور ایمان نهاده است، که این کار بار ازشت می بیند
آخر در مقابل لغزی این زشت می نماید و اگر بگوید گران را چرا این در نیست؟ در
آنچه هستند شادند، می گویند خود کار این دارد، حق تعالی شمار را آن خواهد داد و آن که بطلو
شما و نعمت شما است، آنجا که هست، آن خواهد داد و آن الطیر بطیر بجناحیه
و المی من یطیر بهمت،

خلق سه صنف اند، بعضی ملائکه که ایشان عقل محض اند و بندگی و ذکر ایشان را
طبعست و غذا و حیاست، چنانکه ماهی در آب، زندگی او از آبست و بستر و بالین
او آبست آن در حق او تکلیف نیست، چون او از شهوت مجردست و پاک، پیچ
منست اگر او شهوت زراند، یا آرنوی هوای نفس نکند چون ازینها فارغ است او را
پیچ مجاهده نیست، و اگر طاعت کند آزاد حساب طاعت نگیرند، چون طبعش است
و بے آن نتواند، و صنف دیگر بهائم اند که ایشان محض شهوتند، عقل زجر ندارد
بر ایشان تکلیف نیست و یک صنف دیگر آدمی مسکین، که مرکبست از عقل و شهوت
نیش فرشته، نیش حیوان، نیم مار نیم ماهی، ماهیش سوی آب کشد، مارش سوی خاک
در کشد و جنگست من غلب عقله علی شهوته، فاعلی من الملائکة و من غلبت
شهوته علی عقله، فیهی ادنی من البهائم،

فرشته است بعلم و بهیمه است بجهل میان این دو منافع بماند مردم را
اکنون بعضی از آدمیان متابعت عقل چندان کردند، که کلی ملک شدند،

و نور محض گشتند، ایشان انبیار و اولیا انداز خوف و رجا رہیدند که، لَا خَافُ عَلَيْهِمْ ذَلَالٌ
 هُمْ يَخْتَلِفُونَ، و بعضی را شہوت بر عقلشان غالب گشت، تا بکلی حکم حیوانی
 گرفتند، و بعضی در تناسخ مانده اند، و آنها کن طائفہ اند کہ ایشان را در اندرون در می
 ورنج و تحسرت و فغانے پدید می آید و بزندگانی خود راضی نیستند اینها مومن مانند اولیاء کہ مایمان
 این بحر اند منتظر ایشانند، کہ مومنان را در منزل خود رسانند، و آن اعلیٰ علین است و چون
 خود کنند و شیاطین کہ ماران این خاکدان اند نیز منتظر اند کہ ایشان را بتمام خود کشند و آن اسفل السافلین است
 مای خواہیم و دیگران می خواہند تا بخت کرا بود کرا خواہد دوست

فصل

اذا جاء نصر الله والي اخيه ففسر ان ظاهرين تفسيرى كنه مصطفى صلعم متهما
 داشت کہ عالمی را سلمان کنم، و در راه خدا آرم، چون وفات خود را دید گفتم آه نذر ستم
 کہ خلق را دعوت کنم، حق تعالی گفت غم مخور، درین ساعت کہ تو بگزری و لایتمها دشوار را
 کہ بہ لشکر و شمشیر می کشودی بی لشکر میطیع و مومن گردانم، و اینک نشان آن باشد، کہ
 در آخر وفات تو خلق را بینی از دور می آیند گردہ گردہ و مسلمان می شوند چون این نشان
 بیاید، بدانکہ وقت سفر تو رسید، اکنون تسبیح کن و استغفار کن کہ نزد ما خواہی آمدن،

اما محققان می گویند کہ معنیش آنست، کہ آدمی پندارد کہ اوصاف ذمیرہ را بعلل خود
 و جہاد از خوشنیتن دفع کند، چون بسیار مجاہدہ کند و قوت باو آگہتا را بذل کند، نومید شود و خدا
 تعالیٰ اورا گوید کہ می پنداشتی کہ بقوت و فضل و عمل تو خواہد شدن، آن ستمیست کہ نلوم یعنی آنچه تو
 داری در راه ما بذل کن، بعد از آن بخشش ما در رسد، درین راه بے پایان، ترامی فرمایم،

لے «انھن نہ کسی طرح کا خوف ہو گا، نہ غم» (بقرہ، ع ۸)

کہ باین دست و پائے ضعیف سیر کن، مار معلوم ست کہ باین دست و پای ضعیف این
 راہ را نخواهی بریدن، بلکہ بصد ہزار سال یک منزل ازین نہ توانی بریدن، الا چون
 درین راہ بروی چنانکہ از پای در آئی و سفتی و ترا دیگر ہیچ طاقت رفتن نماند، بعد از آن
 عنایت حق ترا بر گیرد چنانکہ طفل را مادام کہ شیر خواہ است اورا بر می گیرند، چون بزرگ
 شد اورا بخود راہ می کنند تا می رود اکنون چون قوتی تو نماند در آن وقت کہ این قوتها
 داشتی و این مجاہدہ می نمودی، گاہ گاہے میان خواب و بیداری بتو لطف می نمود تا بدانی
 در طلب ما قوت می گرفت، و امید واری شدی، این ساعت کہ این قوت نماند خشبتا
 ما و عنایتی مارا ببینی وقتی کہ تو خود در در میان نہ مینی دوست و پای خود را بی ہدایت
 و ارشاد ما با قوت ندانی، عنایت و جذبہ مادر رسد، و ترا بر گیرد، و فوج فوج عنایت ما
 بر تو فرود می آیند، کہ بصد ہزار کوشش از ان ذرہ نمی دیدی، اکنون فیجہ عجد سبک و
 استخفص است، پس استغفار کن ازین اندیشہ و پندار کہ می پنداشتی، کہ آن کار از دست و
 پای تو خواہد بر آمدن، و ازمانی دیدی، اکنون چون دیدی کہ از ماست استغفار کن، کہ
 إِنَّكَ كَانَتْ تَوَّابًا،

ما میر را از برای دینا و تربیت علم و عملش دوست نمی داریم، دیگر انش برے این
 دوست می دارند کہ روی امیر را نمی بیند پشت اورا می بینند، امیر همچون آئینہ است، این
 صفہتا همچون درہائے نئین کہ بر پشت آئینہ نشاندہ اند، آنہا کہ عاشق زرد و جوہر اند نظرشان
 بر پشت آئینہ است، و ایشان کہ عاشق آئینہ اند نظرشان بر دوزر نیست، پیوستہ رو بہ
 بآئینہ آورده اند، و آئینہ را برای آگینش دوست میدارند، زیرا کہ در آئینہ جمال خوبی بینند
 و از آئینہ طول نمی گردند اما آن کس کہ روی زشت و معیوب دارد در آئینہ زشتی می بیند و دلیلت

رامی گرداند، و طالب آن جو ہر می شود اکنون بر پشت آئینہ ہزارگون نقش سازند و جو ہر نشانند
روی آئینہ را چہ زبان دارد پس حق تعالیٰ حیوانیت را و انسانیت را مرکب کرد تا ہر دو ظاہر گردند
و بلند ہا بنین الاشیاء چون تعریف چیز می بی ضد او ممکن نیست و حق تعالیٰ ضد
نداشت می فرماید کنت کفرًا مخفیًا فاجبت ان اُعرِفَ پس این عالم را آفرید تا از
ظلمت عالم انوار او پیدا شود، و پختن انبار و اولیاء پیدا کرد کہ لَحْجُجُ بَصْفَانِی اِلٰی خَلْقِ
و ایشان منظر نور حق اند، تا دوست از دشمن پیدا شود و یگانہ از یگانہ ممتاز شود، کہ آن معنی را
از روی معنی ضد نیست الا بطریق صورتی چنانکہ در مقابلہ آدم البلیس و در مقابلہ موسی فرعون
و در مقابلہ مصطفیٰ صلعم ابو جہل الی ما لانہایہ پس با اولیاء خدا را ضد پیدا شود، اگر چہ در معنی
ضد ندارد و چنانکہ دشمنی و ضدی می نمودند کار ایشان بالاتر می گرفت و مشہور ترمی شدند کہ
يُرِيدُ وَ تَسْتُوْنِ لِي سَاءَ اللّٰهُ بَاغِيَ اِهْمِهِ و اللّٰهُ مُتِمِّمٌ لِّسَاءِ و لَسَا كِبَا الْكَافِرِ وَ
مر نور می نشانند و سگ با سگ میکند مہ را چہ جرم خاصیت سگ چنین بود
از ماہ نور گیر دار کان آسمان خود کیست آن سگی کہ بنار زمین بود
بسیار کسان هستند کہ حق تعالیٰ ایشان را بجاہ و نعمت عذاب می دهد،
و جان ایشان از آن گریزانست، فقیرے در ولایت عرب امیرے را سوار بدید

۱۷ میں ایک گنج منان تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچان جاؤں، یہ حدیث قدسی حضرات صوفیہ
میں بہت مشہور ہے، اگرچہ محدثین کی تحقیق میں ثابت نہیں،

۱۸ میں اپنی صفات سے اپنی خلق میں آتا ہوں،

۱۹ یہ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو چھونک مار مار کر بھادین سو خدا اپنے نور کو پھیلا کر رہنے والا
ہے، خواہ کافروں کو شاق ہی لگے، (ص، ع ۱)

در پیشانی اور روشنائی انبیاء و اولیاء گفت سبحان اللہ من یحب العباد بالمعتم

گفتند کہ فلان مقرر قرآن را درست می خواند،

گفت آری صورت قرآن را درست می خواند، و لکن از معنی خبر دلیل بر آنکه

حاصل کہ مقرر دیگر را می بیند، رد می کند بنابینائی می خواند، نظیر شمرے در دست قند

دارد قندے دیگر از آن بهتر آوردند، رد میکنند، پس دانستیم کہ قند را نمی داند کسی اورا

گفته است کہ این قند است، بتعلیل بدست گرفته است، همچون کودکان باگردگان بازی

می کنند چون مغز گردگان بایشان دہی رد کنند کہ گردگان آنست کہ چغچغ کند این

را ہلنگے پیچنے نیست، آخر خزائن خدا بسیار است و علمای خدا بسیار اگر قرآن را بداند

می خواند قرآن دیگر را چرا رد می کند،

بامقری تقریری می کردم کہ در قرآن می گوید قل لکان الہی مدا اذا الکلمات تنزل

لمن قال الہی قبل ان تنفذ کلمات سبحانی، اکنون برینجاہ در سنگ کرب

۱۵ یک نوبت در دہے می رفت، امیری با خیل دشمن بدیشان تلاتی شد، چون نظر بہر ہمد گرفتار دہان

امیر از دور سزا سپ کشیدہ زمانے بسیار با ستاد، بعد از آن انگ ریزان ردان گشت حضرت مولانا غفرلہ

عظم اللہ ذکرہ بر زبان راند کہ سبحان من یعذب بالنعیم سپہ سالار ص ۶۷ ۶۵ مناقب شمس تبریز

۱۶ ثنوی، دفتر عنوان، تفسیر حدیث اللقن ان ظہر الہ

حرف قرآن را مدان کہ ظاہرست زیر ظاہر بار طئے ہم قاہرست

نور قرآن اے سپہر ظاہر مبسین دیو آدم را نہ بیند غیر طسین

۱۷ اے پیغمبران لوگوں سے کہدو کہ اگر سراسر سمندر روشنائی بنجائے اور اس سے میرے دیک کلمات لکھے جائیں

تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خود یہ سمندر ختم ہو جائیگا، (کعب، ع ۱۲)

این قرآن را توان مشیت، پس این رفرسے است از علم خدا ہمہ علم خدا این تنہا نیست
 عطار سے در کاغذ پارہ داردی نہاد، اگر تو گوئی ہمہ دکان عطار در اینجا است، این الہی
 باشد، آخر در زمان موسیٰ و عیسیٰ و غیرہ کلام خدا بود، عبرتی نبود، تقریر این میدادم، در آن
 مقرری اثر نمی کرد، ترکش کردم، آورده اند کہ در زبان رسول علیہ السلام ہر کہ یک سورہ
 یا نیم سورہ یاد گرفتے اور عظیم خواندے و انگشت نمائستی کہ سورہ یاد دارد، از بہر آنکہ ایشان
 قرآن را می خوردند، ہستی نان یاد و من خوردن عظیم باشد الا کہ در دہان کنند و بخانند و
 بیند از نہزار من توان خاییدن

آخری گوید سبب تالی للقاء آن والقاء یعنی پس این در حق کسی است، کہ از
 معنی قرآن خبر ندارد، الا ہم نیکست، قومی را خدای تعالیٰ چشہا بغفلت بست تا عمارت
 این عالم می کنند کہ اگر بعضے را از آن عالم غافل نہ کنند ہیچ عالمی آبادان نہ گردد بغفلت عمارت آباد
 اینہا انگیزاند، آخر این طفل از غفلت بزرگی شود چون عقل او بکمال میرسد دیگر در ازنی شود، و
 نمی بالد، پس موجب و سبب عمارت غفلت است، و سبب ویرانی ہشیار نیست،

۱۷۷ فتویٰ، دفتر ۳، عنوان، در میان آنکہ در میان صحابہ حافظ کسے نبود،

در صحابہ کم بے حافظ کسے	گرچہ سنوے بود جان شان را بسی
مغریم افزود کم شد پوستش	ز آنکہ عاشق را بسوزد و دوستش

۱۷۸ فتویٰ، دفتر ۴، عنوان، آموختن پیشہ گور کنی قایل، سے

پس ستون این جہان خود غفلت است	چیت دولت کین دود و دالت است
اولش دود و باخسرت بخور	جز دیرین دیرانہ نبود مرگ خور
توجہ کاری کہ بگرختی بدست	عیش این دم بر تو پیشہ شدہ است

اینک من می گویم از دبیرون نیست، یا بنا بر حسی گویم، یا بنا بر شفقت، حاشا
 که حسد باشد، برای آنکه حسد را از دسب بردن در لغت، نابالک نه از رویه باشد الا
 از غایت مهر و رحمت که می خواهم که یار عزیزا یعنی کشم، و از قرآن خواندن لغت برده
 آورده اند که شخصی در راه حج در بادی افتاده بود و تشنگی بر روی عظیم غالب شده
 از دور خیمه کوچک کهن دید، آنجا رفت و کیزی دید، آواز داد که من همایم، المراء
 آنجا فرد آمد و نشست، و آب خواست، آبش دادند، خورد و آتش گرمتر بود، و از آنک
 شور تر، از لب تا کام تا آنجا که فرو می رفت همه را می سوخت، این مرد از غایت شفقت
 و نصیحت آن زن مشغول شد، و گفت شمارا بر من حق است جهت آن قدر آسایش که از
 شما یافتم، تشنگم جوشیده است آنچه با شما گویم پاس دارید، اینک بعد از نزدیک ست و کوفه
 و واسطه و غیره از شهرهای بزرگ اگر مبتلا باشد تشنه تشنه غلطان غلطان می توان
 رفتن، تا آنجا که آنجا آبهای شیرین و خنک بسیار است، و طعمهای گوناگون و مایه
 و تنعمها و لذتهای آن شهر را بر نمرد بخاطر دیگر آن عوب بیامد که شوهرش بود تائی چندین
 از این موشان دشتی صید کرده بود زن را فرمود که آن را بخت و چیزی از آن به همان
 دادند، همان چنانک بود و کورو کورو از آن تناول کرد، بعد از آن در شب بیرون
 خیمه خفت زن به شوهر می گوید بیچ شنیدی که این همان چه صفتها کرد، قصه همان تمام
 بر شوهر بخواند عوب گفت بان ای زن مشنوا زین خبر با که حسودان در عالم بسیارند
 چون بینند که بعضی به آسایش و دولتی رسیده اند، حسد میکنند، و خواهند که ایشان را -
 آنجا آواره کنند و از آن دولت محروم کنند،

اکنون این خلق چنین اند چون کسی از دمی شفقت پند دهد حل بر حسد کنند

الاجون دردی اصل باشد یا صلے باشد، عاقبت روی یعنی آرد، چون بردی از روز است
قطرہ چکانیدہ باشد، عاقبت آن قطرہ اور ابدیای اصل کشد و از تشویشها و محنتها برہاند
بیا، آخر چند از ما دوری و بیگانہ در میان سودا ہائے و با قومی کسی چہ سخن گوید چون جنس
آن نہ شنیدہ اند، از کسی، و نہ این شیخ خود، مگر بوی برودہ باشد و لیکن کسی کہ بوی نہ برودہ است قطعاً قبول نکند،
چون اندر تبارش بزرگی نبود و نیاز و حدیث بزرگان شنود

روی یعنی آوردن اگر چہ اول چندان لغت نماید آا ہر چند کہ رود شیرین تر
نماید بخلان صورت اول لغز نماید، اما ہر چند کہ بادی پیشتر نشینی سرد شوی کو صورت قرآن و کجا معنی
قرآن، در آدمی نظر کن کہ صورت او کو معنی او اگر معنی از صورت آدمی می برد و در خانہ اش حظ را ہنی کند

حکایت

فرمود مولانا شمس الدین قدس اللہ سرہ کہ قافلہ بزرگ بجای می رفتند
و ہادیانی نمی یافتند، و نہ آبی، ناگهان چاہی پیش آمد، سطلی بدست آوردند و ریسمان بستند
این سطل را بر زیر چاہ فرو او کھیندند و کشیدند، سطل بریدہ شد، دیگر را فرستادند، ہم بریدہ
شد، بعد از آن از قافلہ کی را بر ریسمان بستند و در چاہ فرو کردند تا چند کسی بر نیامد عاقلی گفت
من بروم اورا فرو کردند نزدیک آن بود و فقر چاہ رسید، سیاہی با ہستی ظاہر شد، این عاقل
گفت من نخواہم رسیدن، بارے عقل را جمع کنم، تا بینم کہ بر من چہ خواہد رفتن، آن سیاہ
گفت قصہ دراز گو، تو اسیر منی، نہ ہی الا بجاواب صواب گفت فرما، گفت از مقامہا
کجا بہتر، عاقل گفت اگر بگویم بعد او یا مصر و غیرہ چنان باشد کہ در مقام او طعمہ زوم
و نفی کردم، گفت جاکجا ہ آن بہتر کہ کسی را آنجا مولی و انسی باشد اگر چہ تعزین بود، بہتر
آن باشد، و اگر در سورخ موشی بود خوشتر آن بود و گفت ہزار حسنت رسید می

آدمی در عالم توئی، اکنون ترار ہا کر دم، و دیگر از ابرکت تو آزاد کر دم، بعد ازین
 پہنچ خوشے نکم، عالم را محبت تو بہ بخشیدم، بعد از آن اہل قافلہ را سیراب کرد،
 اکنون غرض ازین نیست ہم این معنی را تو ان در صورت دیگر گفتن الا مقلدان بہین نقش را
 می گیرند دشوار است با ایشان گفتن اکنون ہم این سخن را در مثال دیگر گوئی نشنوند،

فصل

فرمود کہ تاج الدین قبائی می گفت کہ این دانشندان در میان ما می آیند و ما را بے
 اعتقاد می کنند و الا ایشان حاشا کہ از ما باشند، مثلاً گئے را طوق زرین بستند، آنرا
 کہ بآن طوق سبک شکاری خوانند شکاری معنی ایست در خواہ طوق زرین
 باشد و خواہ پیشین، این عالمی بچہ و دستار نہ باشد، عالمی ہنر نیست
 در ذات وے، اگر آن ہنر در قبا و عبا باشد تفاوتی نکند، همچنانکہ در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 منافقان قصہ زنی دین می کردند، و جامہ نمازی پوشیدند تا مقلدی را در راہ
 دین بُست کنند، و این نتواند کردن، تا خود را از مسلمانان نسا زد، اگر فرنگی یا یہودی
 طعن کند، و می را کی شنوند، فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساهون و
 الذین ہم میساون و یمنعون الماعون ^۱، سخن کلی این ست، نور داری آدمیت
 نداری آدمیت طلب کن مقصود این ست باقی دماز کشیدنت سخن را چون بسیار آرایش میکند مقصود فراموشی
 بقالے ز سہ را دوست می داشت، با کینزک حسا تو ن پیغامہا
 لے کم سختی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز میں سنی کرتے ہیں اور یاد دہاش کرتے ہیں اور چھوٹی
 چیزوں تک میں بخل کرتے ہیں، (داعون، ع ۱)

کرد کہ من چنیم و چنانم، عاقبت منی سوزم و آرام ندارم، بر من تمامی رود و دی چنین بودم
و دوش بر من چنین گذشت قصهای در اندر خود خواند چون کینرک بخدمت خاقان آمد
گفت بقال ترا سلام رساند و میگوید که بیاتابا تو چنین و چنان کنم، گفت باین سرودی
گفت گفت او در از کشید، اما مقصود این بود، اصل مقصود دست باقی در دست

فصل

می فرمود که شب و روز جنگ می کنی و طالب تهذیب و اخلاق زن می باشی
و نجاست زن را بخود پاک می کنی، خود را در و پاک کنی، بهتر است که او را در خود
و خود را بوسه تهذیب کن، سوی دی روی رو، و آنچه او گوید تسلیم کن، اگر چه نزد تو آن سخن
محال باشد، و غیرت را ترک کن، اگر چه وصف رجاست، ولیکن بدین وصف نیکو
و صفتهای بد در تو دمی آید از بهر این پیامبر علیه السلام فرمود کلا سب حبابینہ فی
الاسلام کہ رہبانان را طریق خلوت بود و کوه نشینی، وزن ناستدن، و دینار
کردن، خداوند عزوجل را ہی باریک و پنهان نمود پیامبر را (و آن چمیت)
زن خواستن تا جو ر زنان می کشند، و محالهای ایشان می شنوند و رود می دو اند
و خود را تهذیب می گردانند و آنکہ لعلی خلق عظیم جو ر کسان بر تافتن و تحمل محال
چنان است که نجاست خود را در ایشان مالیدن است خلق تو نیک می خود را از
ردباری و خلق ایشان بد می شود از بسکساری و قندی کردن پس چون این را
دانستی خود را پاک می گردان و ایشان را همچون جامه دان که پلید بیابای خود
سے حاشیہ گذر چکا، بٹہ حاشیہ گذر چکا،

را بدان پاک می کنی و تو پاک می گردی و اگر نفس خود بر نمی آئی از روی عقل بخود
تقریر ده که چنان انگارم که عقده سے زفتہ است مشوقہ ایست خراباتی ہر گز کہ شہوت لہجہ
می شود پیش وی می روم باین طریق حمیت و حسد را از خود دفع می کن تا ہنگام
آن کہ در ای این تقریر ترالذت مجاہدہ و تحمل روی نماید و از محاللات ایشان
ترا حالمہا پدید شود بعد از آن بی این تقریر و مزید تحمل و مجاہدہ و حیث بر خود گرفت
کردی چون سود خود بین در آن بینی،

آورده اند کہ پینا صلعم با صحابہ از غزائے آئندہ بود فرمود کہ طبل را بزنید کہ مشب بر در
شہر بخیم فردا در آیم گفتند یا رسول اللہ پیچ مصط بہ گفت شاید کہ زنان شما بامردان
بیگانہ جمع بینید و متالم شوید و فتنہ بر خیزد یکے از صحابہ نشنید در رفت، زن خود را با بیگانہ
یافت، اکنون راہ پیغمبر این است، کہ می باید رنج کشیدن، از دفع غیرت، و حمیت و
رنج اتفاق و کسوف زن، صد ہزار زہر مشقت چشیدن، تا عالم محمدی روی نماید،

راہ عیسیٰ خلوت و شہوت نارا ندن، راہ محمدی غصہ های زن و مردم کشیدن
چون راہ محمدی نمی توانی رفتن، بہاری راہ عیسیٰ برو تا یکبارگی محروم نمائی اگر صفای
مدارسی کہ صد سیلی می خوری، و بر آنرا ویا حاصل آن را می بینی، یا غیب معتقدی، چون
فرمودہ اند و خبر داده، پس چنین چیزی هست، صبر کنم تا زمانی، تا آن حاصل کہ خبر داد
اند من نیز برسد بعد از آن بینی، چون دل بر اینہا نہادہ باشی کہ من ازین رہنما اگر چہ این
ساعت حاصل ندارم عاقبت بگنجا خواہم رسیدن، بگنجا رسی و افزون کہ توقع و امید دشتی
این سخن اگر این ساعت اثر کند، بعد از مدتی کہ بختہ تر گردی عظیم اثر کند، زن چہ باشد
عالم چہ باشد، اگر گوی و اگر نہ گوی و خود ہمانست، و کار خود بخوار کردن بلکہ بگفتن

بتری شود مثلاً نانے گیر و زیر بغل نہ و از مردم منع کن کہ این را البتہ کسی نخواہم داد و
 چہ جای دادن بلکہ نخواہم نمود اگر چہ آن نان بردہ افتادہ است و سگان نمی خوردند بسیار
 ایا چون منع آغاز کردی ہمہ خلق رغبت کنند و در بند آن نان گردند و در شفاعت و شہادت
 در آیند کہ البتہ خواہم کہ آن نان پنهان آکہ منع می کنی بنیم علی الخصوص کہ آن نان را اگر سالی
 در آستین نہی و مبالغہ و تائیدی کنی و نہ داد و نہ نمودن رغبت شان از حد و اندازہ بگذرد
 کہ اَلْاِنْسَانُ حَالِیضٌ عَلٰی مَا یَمْنَعُ،

ہر چند کہ زن را امر کنی کہ پنهان شود و او نداند غم خورد و نمودن بیشتر گردد و خلق را
 از پنهان شدن او رغبت بآن زن افزون تر شود پس تو نشسته و رغبت را از دو طرف
 تیز میکنی و می پنداری کہ اصلاح کار سے می کنی و آن خود عین فساد است و اگر او را گوہری
 باشد کہ نخواہد فعل بد کند و اگر منع کنی و اگر نہ کنی او بر آن طبع نیک خود و سرشت پاک خود
 خواہد رفتن قاغ باش و تشویش مدار و اگر بر عکس این باشد باز ہم چنین بر طریق خودخواہ
 رفتن منع خیر رغبت کردن نیست علی الحقیقت،

این مردمان می گویند کہ نامس الدین تبریزی را دیدیم ای خواجہ ما اورا دیدیم ای
 عن خواہر کجا دیدی کی بر سر بام شتری را نمی بیندی گوید کہ من سورخ سوزن را دیدم
 و رشتہ گزاشتم،

خوش گفتہ اند آن حکایت را کہ خندہ ام از دو چیز می آید یکی آن کہ زنگی سر انگشتان
 سیاہ کند یا کورس سر از ریچہ بیرون کند ایشان ہمانند اندوہناہ باطنہا می کور سر از ریچہ
 جسم قالب بد می کنند چہ خوانند و بدین از تحسین ایشان و قبیح ایشان چہ نزد عاقل ہر دو
 یکست چون ہر دو ندیدہ اند ہر ز می گویند بنیای می باید حاصل کردن بعد از آن نظر کردن

و نیز چون بینائی حاصل شود ہم کی تواند دیدن تا ایشان را نیابد،

در عالم چندین اولیا، اندینا دو اهل، و اولیای دیگر مذکور اسے ایشان کہ ایشان
را مستوران حق گویند و این اولیا زار بیامی کنند کہ امی بار خدا از مستوران خود یکی با بناتا
ایشانش بخوبی بند تا ایشان را نیابند، ہر چند کہ چشم بینا دارند نتوانند نشان دیدن، ہنوز
خواباتیان کہ قبضہ تا ایشان را نیابند، کسی نتواند بدیشان رسیدن و ایشان را دیدن مستور
حق را بی ارادت ایشان کی تواند دیدن و شناختن این کار آسان نیست کہ فرستگان
منہ داند کہ سخن نبی محمد ص و لقد س لک ما ہمس عشق پاکیم و روحانیتم
و نور محضیم، و ایشان کہ آدمیا نند مست شکم و خوار و خون ریز و بسفک
الد ماعہ

اکنون این ہمس بر اسے آ نسبت، تا آدمی بر خود لرزان
شود، کہ فرستگان روحانی کہ ایشان را نہ مال و نہ جاہ و نہ حجابست نور محض، خدا نشان
بحال خدا و عشق محض دور بینان تیر چشم ایشان میان اقرار و انکار بودند، تا آدمی بر خود
بلرزد کہ وہ من چہ کم و کجاشناسم، و نیز اگر بروی نوری بتابد، و ذوقی روی نماید، ہزار
شکر کند خدائے را کہ من چہ لایق ام،

این بار شما از سخن شمس الدین مشیر ذوق خواہید یافتن، زیرا کہ بادبان کشتی وجود
آدمی اعتقادست، چون بادبان باشد با دویر ایگے عظیم برد، و چون بادبان نباشد،
سخن بہاد باشد، خوش است عاشق و معشوق میان ایشان بی تکلفی محض، این ہمس

لے ہم تیری حمدین تسبیح پڑھتے رہتے اور تیری ہی تقدیس کرتے رہتے ہیں، (لہرۃ ۴)

لے اور وہ خون بہائیگا، (لہرۃ ۴، ۵)

تکلفنا برای غیر است، ہر چیز کہ غیر عشق است برد حرام است،

این سخن را تقریرِ داد می عظیم، ولیکن کی است، و بسیار می باید کردن وجوہا
 ساختن تا بخوش دل برسد، الا قوم مولود، یا گویندہ طوست و بہانہ می آورد، و اگر نہ آن گو کہ
 از قوم ملالت نبرد و بول نیز زد، بیج کس را عاشق دلیل نتواند گفتن بر حسن معشوق، بیج کس
 نتواند در دل عاشق نشان دین، و لیکی کہ بر نقص معشوق دال باشد، پس معلوم شد کہ اینجا دلیل
 کا ندارد، اینجا طالب عشق باید شد، اکنون اگر در بیت بمالند کہیم در حق معشوق آن بہانہ
 بنامند، و نیز می بینیم کہ مریم معنی خود را بذل کرد برای صورت،

کان نقش تو از ہزار معنی خوشتر،

زیر اہر مرید کہ بر شیخ آید، اول از سر معنی بر خیزد و محتاج شیخ می شود،
 بہاؤ الدین سوال کرد کہ برای صورت شیخ از معنی خود، بر نمی خیزد، بلکہ از معنی
 خود بر می خیزد برای معنی شیخ

فرمودن شاید کہ چنین باشد، پس ہر دو شیخ باشند، اکنون جہدی باید کردن کہ در
 اندرون نور حاصل کنی، تا ازین نارِ تشویشات خلاص یابی و این شوی، انکس
 کہ چنین نورے در اندرون حاصل شد کہ احوالہای عالم کہ بدینا تعلق دارد مثل
 منصب امارت و وزارت در اندرون اومی تابد، مثال برقی می گزرد همچنانکہ اہل وینا
 را احوالہای عالم غیب از ترس خدا و شوق بہاؤ اولیا در ایشان می تابد و چون
 برقی می گزرد، اہل حق کلی خدا را گشتہ اند و روی بحت دارند و مستغرق حق اند و ہوسہا
 دینا بچون شہوت عینین روی نماید و قرار ستی گیرد و می گزرد، اہل دینا در احوال
 عقی نقس این اند،

فصل

شریف پاسخ داده گوید،

آن منم قدس که جهان مستغنیست جان همه اوست از جان مستغنیست
هر چیز که بهم تو بد گشت محیط او قبله آنست از آن مستغنیست

این سخن سخت رسواست نه مدح شاه است و نه مدح خود اے مردک آخر ترا
ازین چه ذوق باشد که از تو مستغنیست، این خطاب دوستان را بنا شد، این خطاب
و دشمنان است که بدین گویند که من از تو فارغم و به مستغنیم اکنون این مسلمان عاشق و گرم رو بر این
که در حالت ذوق از معشوق دورا این خطاب است که از تو مستغنیست مثال این آن
باشد که تویی در تون نشسته بود و میگویی که سلطان از من تو نیم فارغست و از همه
تو یان مستغنیست این تویی مردک را چه ذوق باشد که پادشاه از تو فارغست آری سخن
این بود که تویی گوید من بر بام تو بودم سلطان گذشت اورا نشناختم در من نظر
بسیار کرد و از من گذشت و هنوز در من نظری کرد این سخن باشد ذوق و هنده الا
این که پادشاه از تو یان فارغست این چه معنی باشد پادشاه را چه ذوق دهد تویی
را هر چیز که بهم تو بد گشت محیط، ای مردک خود زو بهم تو چه خواهد گشتن جز نیکی
مردمان از حال تو و از تو بهم تو مستغنی اند و اگر از تو بهم بایشان حکایت می کنی بول
می شنود می گریزند چه باشد بهم که خدا از آن مستغنی نباشد خود آیت استغفار اے
کافران آمده است حاشا که بموستان این خطاب باشد ای مردک استغنائے او

ناتبست! الا اگر حالی باشد ترا که چیز سے ارزد از تو مستغنی نباشد بقدر عورت تو،
 شیخ محله می گفت که اول دیدست بعد از آن گفت و شنود چنانکه سلطان را هم
 می بینند ولیکن خاص آن کس است که پادشاه سخن گوید،

فرمود که این کثرت و سواست و باز گونه است موسی علیه السلام گفت و شنود و دیدار
 می طلبید مقام گفت از آن موسی و مقام دید از آن مصطفی صلعم بود پس این سخن چون راست
 آید؟ می فرمود یکی پیش مولانا سلطان المحبوبین شمس الدین تبریزی گفت که من بدلیل قاطع
 هستی خدا را ثابت کردم با دوا مولانا شمس الدین فرمود که دوش ملائکه آمده بودند و آن مرد را
 دعای کردند که الحمد للہ کہ خدای ما را ثابت کرد، خدا اش عمر دہاد، در حق عالمیان تقصیر نہ
 کرد ای مردک خدا را تبست اورا چه دلیل می باید اگر کاری می کنی خود را بر تبت و مقامی
 پیش او ثابت کن و اگر نہ بی دلیل تو او ثابت است، *وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لِنَحْمِ بِحَبِّهِ*،

درین شک نیست کہ این فقیہان زیرک اند، و دہ اندر دہ می بینند و رفن خود، و
 لیکن میان ایشان و آن عالم دیواری کشیدہ اند برای نظام بچوز و لایحوز، کہ اگر آن
 دیوار حجاب شان نشود، ہیچ آن را نخواهند، و از کار محطل مانند نظیر این مولانا بزرگ
 مثال فرمود کہ آن عالم مثال دریا می است و این عالم مثال کف و خدای عزوجل
 خواست کہ کفک را مغمور وارد، قومی را پشت بدریا کرد، برای عمارت کفک، اگر
 ایشان باین مشغول نشوند، خلق بہدگیر افتا کنند، و از آن خرابی لازم آید، پس خیمہ نیست
 کہ زدہ اند برای شاہ، قومی را برای عمارت این خانه و خیمہ مشغول کرده اند، یکی می گفت
 اگر من سخن نہ سازم طناب را کجا بندند آن دیگر می گوید کہ من اگر طناب نہ ساختم خیمہ چون

ایستادے چون ہمہ کس دانند کہ این ہمہ بندگان این شاهند کہ در خیمه خواهند بستن و تفرج منسوب
خواهد کردن، پس اگر جو لاهه ترک جو لاهی کند برای طلب وزیری، همه عالم برهنه و عور مانند
پس اور اور آن میشود ذوقی بخشدند که بدان خرسند شده است پس این قوم را برای نظام
عالم کفک آفریده اند، و عالم را برای نظام آن ولی خنک آن که عالم را برای نظام او آفریده
باشند، اور اور برای نظام عالم، پس هر یکی را در آن کار خدای عزوجل خرسندی و خوشی می بخشد
که اور او صد هزار سال اگر عمرش باشد همان کاری کند و هر روزی عشق اور او آن کار بیشتر میشود
و ویر اور آن پیشه و قیامی زاید و لذتها از آن می گیرد که و ان من ضیاع الا لیستیم بحمد الله
طباب گر را تسبیح دیگر و سنج ساز را تسبیح دیگر و مود ساز را دجامه باف را تسبیح دیگر و اولیا
را که در خیمه نشسته اند و عشرت می کنند تسبیح دیگر،

اکنون قوم برامی آیند اگر خاموش می کنیم ملول می شوند و می رنجند و اگر چیزی می گوئیم
لایق ایشان می باید گفتن، پس می رنجند و می رنجند و می رنجند که از ما ملولست و می ریزد و می ریزد
از دیگر کی گیرد و الا دیگ می ریزد و وظائف ندارد پس گر بختن آتش و می ریزد و می ریزد
اور چون دید که ضعیف است از و دور می شود پس در حقیقت علی کل حال دیگر می گیرد
پس گر بختن با گر بختن ایشان است، ما آئینه ایم اگر در ایشان گر بختن است در ظاهر می شود
ما برای ایشان می گیریم آئینه آن است که خود را در می بینند، اگر بار الملول می بینند
از ملالت ایشان است، بهر آنکه ملالت صفت است این با ملالت ننگد، و ملالت
چه کار دارد

مراد گرما به افتاد که شیخ صلاح الدین را تواضعی زیادت می کردم، و شیخ
صلاح الدین تواضعی بسیار می کرد و در مقابل آن تواضع شکایت می کردم، و در دلم آمد

کہ تو تواضع را از حدی بری، تواضع بتدیرج باید، اول دتش بالی، بعد از ان بانک اندک
 بجای برسانی مگر آن ظاہر نہ شود و نہ نماید، و خو کرده باشد، لاجرم بنایدش در زحمت افتاد
 و عوض خدمت را خدمت کردن چون بتدیرج اورا خوگر آن تواضع کرده باشی، دوستی را چہ
 دوستی را چنین باید کرد، اندک اندک بتدیرج مثلاً دشتی را اندک اندک اول نصیحت بدی
 و اگر نشود ویرا از خود دور کنی و اگر ہم نہ شود آنگہ دیر ابرزی در قرآن می گوید فَخَطُّوْهُنَّ وَاُجْحِزْنَ
 فِی الْمَضَاجِعِ وَاصْبِرْ لِهِنَّ ۖ

و کارهای عالم بدین سان می رود یعنی صلح و دوستی بہادر اورا آغاز اندک اندک گرمی نماید
 و آنگہ بیشتر و در درختان نگر اندک اندک پیش می آیند، اول تسبی آنگہ رختہا از برگ و میوہ
 پیدای کنند و صوفیان ہمہ را در میان می نهند و ہر چہ دارند جملہ را در می بازند پس کارهای
 عالم را دقتی را جملہ را ہر کہ شتاب کرد و در اول کار مبالغہ نمود آن کار میسر او نشد اگر
 ریاضتست طریقتش چنین گفتہ اند کہ اگر منی نان می خورد و ہر روزی درم سنگی کم کند بتدیرج چنانکہ
 سالی دو بر و بگردانمی رانیم من رساند چنان کم کند کہ تن را کی آن نماید و ہم چنین عبادت و
 خلوت در آوردن بطاعت و نماز اگر بکلی نمازی کرد چون در راہ حق در آید او مدتی پنج نماز را نگہ
 دارد بعد از آن زیادت می کند، تانی صلوٰۃ دائمۃ ۖ

فصل

والہ میلان یحفظ ابن چاقوش حق الشیخ صلاح الدین حفظاً فی الغیب لاند

لے۔ پس ان کو سمجھاؤ پھر ان کے ساتھ تجوابی ترک کر دو، پھر انہیں مارو (نہار، ع ۶)

لے وہ نماز میں ہمیشہ رہتے ہیں، کلام مجید کے الفاظ یون ہیں، علی صلوٰۃ ہم دایم (ساجد ۱)

سأبما ينفعه، وينافع منه هذه الظلمات والغشاوة هذا ابن جاش، أما يقول
في نفسه؟ أن خلقاً من الناس قد تكو بلا دهم وأباعرهم أما تهم وأبليهم وقتلهم
وعشيرتهم، وسافر وأمن الهند إلى السند، وعملوا سراً بيل من الحديد حتى
تقطعت سبما النفس اسجداً له، سلحجة من ذلك العالم وكلم من أناس ما توافي هذا
حسناً وما قاتلوا وأولاقاً مثل هذا الرجل، أما أنت فقد الفيت في بيتك حاضراً
مثل هذا الرجل وتولى عنه، ما هذا إلا بلا عظيم وغفلة،

ولم ينزل مولانا فيصحى في حق شيخه المشايخ صلاح الحق والدین خلد الله الملك
أنه رجل عظيم، وأقل الأشياء أني ما سمعت من لا فاطم في يوم دخلت في خدمته لسميه
إني ما من إلا يا مولانا باسم سيدنا ومولانا وما من بنا وخالفنا وغير ذلك العباس،
..... ليس

ان اغراضه الفاسدة قد حجبته عن هذا، فالقوم يقول في الشيخ صلاح الدين انه ما
لبنى عمل الشيخ صلاح الدين من الاساءة في حقه غير انه يرا لوقع في الحب فيقول
له لا تقع في الحب، تشفته عليه وعلى سائر الناس، وهو يكره ذلك لشفته، لانك
اذا فعلت شيئاً لا يرضى به صلاح الدين كنت في وسط قهرة واذا كنت في قهرة فكيف
يقبل، بل كلما رحت تفشى وتسود من دحان جهنم فيصحك، ويقول لك، لا تسكن
في قهري وانتقل من دار قهري وغضبي الى دار لطفى ورحمتى
لانك اذا فعلت شيئاً يرضى به دخلت في لطفى فمنه يغلب فوا لك، وتصور
لنرا نيا انما يصحك لاجل غرضك وخيرك وانت تأخذ تلك الشفقة
والنصيحة من علمه غرض، اليس يكون لمثل ذلك الرجل اليك

ومن غرض او عداوة، ليس انك اذا حصل لك ذوق ما من خمير حسا مر
 او من حشيش او من سماع او من سلب من الاسباب في تلك الساعة
 ترضى عن كل عداوة لك وتغنى هم وتميل ان تبوس اسافلهم وايدى بهم والكاف
 والمومن كلاهما ليتويا من تلك الساعة في نظرك ويحمدان
 فالشيخ صلاح الدين انما هو اصل هذا الذوق واجم الذوق كلها عندك
 يكون له. بغض الى احد، او غرض، معاذ الله انما يقبل هذا شفقتا
 على العباد وصحة عليهم، لو لا ذلك فليس ما يمكن منه غرض الى
 هؤلاء الجراد والعنقا دمر لمن يكون لما ذاك الملك وتلك العظمة، اليس
 يستوى هؤلاء الساكنين ليس ان ماء الحياة كما قالوا انهم في الظلمات انما هي
 اجسام الا ولياء وماء الحياة فيهم ولا تقدر ان تقبض ماء الحياة الا في الظلمات
 فان كنت تكسر هذه الظلمات وتنتفض منها فكيف يصل اليك ماء الحياة
 ليس انك اذا طلبت ان تتعلم الخفاف من الخنثيين او القويبة من القباب
 ما تقدر ان تتعلم ذلك الا ان تتحمل الف مكسوة، وضرب وخلاف ^{تلك} اراد
 حتى تفوز بما تريد، وتتعلم ذلك فكيف تريد تحصيل حياة باقية
 سديدة وهي مقام الانبياء والاولياء ولا يحق اليك مكسوة
 ولا تترك بعض ما عندك، كيف يصير هذا، لا يحكم عليك الشيخ
 مثل ما حكمت مشايخنا الاولون ان اترك المأثرة والاولاد والمال
 والمنصب بل كانوا يحكمون عليهم ويقولون اترك اما انك حتى
 نأخذ نحن وكانوا يتعلمون ذلك، وانتم، اذا انكم بشئ يسير ما لكم

لا تَحْمِلُوا وِثْرَی ان تَكُمُ هُوَ اَشْيَاءُ هُوَ خَيْرُكُمْ اَلَيْسَ يَقُولُ هُوَ لَاءَ النَّاسِ، قَدْ
غَلَبَ عَلَيْهِمُ الْعَنَى وَالْجَمَلُ، وَمَا يَتَمَلَّوْنَ اَنْ الْمَجْلُ اِذَا عَشِقَ صَبِيًّا اَوْ امْرَاةً
نَكِيفٌ يَخْتَفِعُ لَهَا وَيَتَدَلَّلُ، وَيَقْدِرُ الْمَالُ حَتَّى يَجِدَ عَمَّا يَبْذُلُ
مَجْهُودَهُ مُقْتَرِدًا اِلَيْهِ، بِطِيبِ قَلْبِهَا نَيْلًا وَنَهَاسًا اَلَا تَمَلُّ
مِنْ هَذَا وَتَحْمِلُ مِنْ غَيْرِ هَذَا، فَاِنْ كَانَتْ مُحَبَّةً لِلشَّيْخِ
وَمُحَبَّةً لِلَّهِ، اَقْلُ مِنْ هَذَا، وَيَتْرَكَ الشَّيْخُ لَادُنَى حُكْمٍ اَوْ
نَصِيحَةٍ، اَوْ دَلَالٍ وَبَعْضُ عَنْهُ، فَاَعْلَمُ بَانَهُ لَيْسَ بِعَاشِقٍ
وَلَا طَالِبٍ، وَلَوْ كَانَ عَاشِقًا وَطَالِبًا لَتَحْمِلُ اَصْعَافَ مَا قَلْنَا
وَكَانَ عَلَى قَلْبِهِ، الَّذِي مِنَ الْعَصْلِ وَالسَّكَنِ،

فصل

فرمود که جانب توقان می باید رفتن، که آن طرف گرم سیر است، انظار کیه اگر چه
گرم سیر است، اما آنجا غلب روی می آید، سخن ما را فهم نه کنند، اگر چه در میان رویان نیز کسی
هستند که فهم می کنند، روزی سخن می گفتم میان جماعتی، هم جماعتی از کافران بودند، در میان
سخن می گریستند، و متذوق می شدند، و حالت می کردند،

یکی سوال کرد که ایشان چه فهم کنند، این جنس سخن را از مسلمانان گزیده از هزار ایک
فهم کند ایشان چه فهم کردند که می گریستند،

فرمود لازم نیست که بنفس این سخن را فهم کنند آنچه اصل این سخن است آن را

فہم می کنند آخر ہمہ متقصد بہ بیگانگی آن خدا که خالق است و در ذات است و در ہمہ مقصد و رجوع بوی است و عقاب و عفو از دست، چون این سخن را شنیدند نایب سخن و صفت حق است تذکر است پس جلد را اضطراب و ذوق و شوق حاصل شد، کہ ازین سخن بوی مطلوب و معشوق ایشان می آید: اگر راہبها مختلف است اما مقصد و کیفیت، یعنی مینی کہ راہ بکعبہ بسیار است بعضی از روم و بعضی از شام و از بر و بحر پس اگر در راہبها نظر کنی اختلاف عظیم و مبانیست بی حدست، اما چون بمقصد و نظر کنی ہمہ متقصد بود و در نہار بکعبہ از تباطی عظیم است کہ آنجا خلانی نمی گنجد، آن تعلق نہ کفرست و نہ ایمان یعنی آن تعلق مشتبہ نیست بآن راہبهای مختلف کہ لغتیم چون آنجا رسیدند آن مباحثہ و جنگ و اختلاف کہ ہمہ دیگر را باطل و مبطل می گفتند منقطع شد چون بکعبہ رسیدند معلوم شد کہ آن جنگها در راہ بود و دیدند کہ مقصد یکست،

مثلاً اگر کاسہ را جان بودی بندہ کاسہ گر بودی، و با وی عشقها باختی، اکنون این کاسہ را کہ ساخته اند بعضی می گویند کہ این را چین می باید برخوان نهادن، و بعضی می گویند اندرون او را می باید شستن، و بعضی بیرون او را، و بعضی مجموع کاسہ را، بعضی می گویند حاجت نیست شستن اختلاف درین چیز باست، اما تنگ داند کہ کاسہ را صاف می هست و از خود نشده است متفق علیہ هست، و کس را درین هیچ خلاف نیست، اکنون آدمیان در اندرون دل از روی باطن محب حق اند و طالب او بند و نیاز بد و داند و چشم داشت ہر چیزے از او دارند و غیر حق را متصرف و قادر بر اشیاء یعنی دانند این چنین معنی نہ کفرست و نہ ایمان و آن را در باطن نامی نیست اما چون از باطن سوی ناودان زبان آب آن معنی روان شود و افشردہ شود نفثش و عبارت گردد و حاو و دال گردد اینجا نفثش کفر و ایمان و نیک و بد می شود ہمہ چنان کہ نباتات کہ از زمین می رویند در ابتدا می خود صورتی ندارند

و چون روی باین عالم می آرد در آغاز کار لطیف و نازک می نماید و سپید رنگ چندانکه درین
عالم قدم پیش می نهند، و سومی عالم می آیند کثیف و غلیظ تری گردند، و رنگی دیگر می گیرند
اما چون مومن و کافر بهم نشینند چون عبارت چیزی نگویند بیکانه اند و بر اندیشه گرفت
نیست و در دن عالم آزاد نیست زیرا اندیشه ها لطیف اند بر ایشان حکم تواند کردن بچن
حکم بالنظاره الله تعالی المسکآن اندیشه ها را که حق تعالی پدید می آرد در تو، تو توانی آنرا
بصد هزار لاجول و جهد از خود دور کردن، پس آنچه می گویند خدا را آلت حاجت نیست
را هست، بخی می آن تصورات و اندیشه ها را در تو چون پدید می آرد بی آلتی و بی قلمی درنگی
آن اندیشه ها هم چون مرغان هوائی و آهوان وحشی اند که ایشان را بیش از آن که بگیرد
و قفس مجوس کنی و فروختن ایشان از روی شرع روا نباشد زیرا که مقدور نیست مرغ هوا
را فروختن زیرا که در بیع تسلیم شرط است و چون مقدور تو نیست چه تسلیم کنی پس اندیشه ها مادم
که در باطن اند بی نام و نشان و بر ایشان حکم توان کردن نه به کفر و نه به اسلام هیچ قاضی
گوید که تو اندرون چنین اقرار کردی یا چنین بیع یا سوگند بخورد که در اندرون چنین اندیشه کردی
نه گوید زیرا کس را بر اندرون حکمی نیست،

اندیشه ها چون مرغان هوا اند چون در عبارت آمدند بعد از آن توان حکم کردن بکفر
و به اسلام و به نیک و بد بچنان که اجسام را عالمیست و تصورات را عالمیست و تخیلات
و توهمات را عالمیست، و حق تعالی در ای همه عالمهاست، نه داخل و نه خارج، اکنون
تصرفات حق در نگردین تصورات، که چون این بار ایچون و چگونگی قلم و آلت مصوری
آنرا آن خیال و تصورات را اگر لطلبی و سینه را بشکافی و ذره ذره کنی آن اندیشه را نیابی
در خون نیابی و در رگ نیابی، بالا و زیر در هیچ جزوے نیابی به جهت و به چون

و چگونہ وہم چنین بیرون نیز نیابی پیچہ تصرفات او درین تصورات بدین لطیفی است
کہ بی نشان ست، پس او کہ آفرینندہ این ہمہ ست، بگر کہ چگونہ بی نشان باشد و بہ لطیف
لطیف لطیف خواہد بود، چنانکہ آن قابلہا نسبت بمعنی اشخاص کثیف اند این معانی
لطیف بہ چون و چگونہ نسبت بہ باری تعالی اجسام و صورت کثیف اند، بیت

ز پرده ہا اگر آن حق قدس بنودی عقول و روح بشر ابدن شمرودی

و حق تعالی در عالم مصورات نگنجد، و نہ در پیچ عالمی، کہ اگر در عالم تصورات گنجد، لازم
آید مصور بر او محیط باشد، پس او خالق تصورات نباشد پس معلوم شد کہ او در ای ہمہ تصور ہا است
لَعَدَا صَدَقَ اللّٰهُ سَوَّلَهُ الدِّیَالِ الْحَقِّ لِلّٰهِ حَلَّی الْمَجْدِ الْحَقِّ انْشَاء اللّٰہِ ہمہ می گویند کہ کہ
در ہم بعضی گویند کہ انشاء اللہ ہمہ انشاء اللہ ہمہ می گویند کہ کہ
پس می گویند، اگر معشوق خواہد در ہم اکنون مسجد حرام پیش اہل ظاہر کہبت است، پیش عاشقان
و خاصان وصال حقست، پس می گویند اگر خدا خواہد بوی برسم، و بدید از مشرق شوم اما
آنکہ معشوق گوید انشاء اللہ آن نادر است و حکایت آن غریب است، غریبی باید تا حیات
غریب باشند و تو نہ شنیدن،

خدا را بند گانند کہ ایشان معشوقی محبوب حق تعالی طالب ایشان ست، و ہر چہ طیفہ
عاشقان ست، او برای ایشان می کند، و می نماید، بچنان کہ عاشق می گفت انشاء اللہ برسم
حق تعالی برای آن عزیز انشاء اللہ می گوید اگر بشر حق معشوق شوم، اولیای واصل شمر
گم کنند، پس چنین اسرار بخی چون توان گفتن،

قلم این جا رسید و سرشکست

لے خدا نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر خدا چاہے گا، تو مسجد حرام میں داخل ہوگا (فتح ۴۷)

یکی کہ شتر بر سارہائی بیند تار موی در دهن شتر چون بیند آیدیم بجاییت اول اکنون
عاشقان کہ انشاء اللہ می گویند یعنی پر کار معشوق است اگر معشوق خواهد کعبہ در آیم ایشان عزق
حق اند آنجا غیر نمی گنجند و یا دغیر حرام است چه جای غیرست کہ خود را تا نحو نکر د آنجا نگنجند
لیس فی الداسین غیر اللہ

اکنون این کہ می فرماید رسولہ اللہ یا خواہای عاشقان و مشتاقان و صادقانست
و تعبیرش در آن عالم پیدا شود بلکہ احوال جملہ عالم خوابست تعبیرش در آن جهان پیدا شود
ہیچانک خوابی می بینی کہ سواری بر اسب برادری اسب برادری است و اردو اگر بینی کہ
کہ تو در ہما در دست دادند تعبیرش سخنهای نیک از عالمی بشنوی درم سخن چہ ماند بچنین کہ گفتیم
احوال ہمہ عالم خواب است الدینکلمہ الذائقہ تعبیر ہا شش در آن عالم دگرگون باشد کہ
کہ باین مانند آن را معتبر الہی تعبیر کنند زیرا ہر وہمہ مکشوفست ہیچان کہ باغبانی در باغ دلاہ
بر دوختان نظر کنند بی آنک بر شاخہایوہ بیند حکم کند کہ ابن خرماسست و آن بخیر و آن ہلاک
و غیرہ چون علم آن را دانستہ است حاجت قیامت نیست کہ تعبیر ہا را بیند کہ چہ شد و آن
خواب چہ نتیجہ داد دیدہ است پیشین کہ چہ نتیجہ خواہد داد و بچنین کہ باغبان پیشین می بیند
کہ البتہ این دوخت چہ میوہ خواہد داد ہر چیز ہای عالم از مال و زن و جامہ (و الماک
و اسباب) مطلوب بغیرہ است مطلوب لذاتہ نیست لہذا نیست لہذا نیست لہذا نیست لہذا نیست لہذا نیست
گر سنہ باشی و نان و نابی ہیچ درم آن درم را خود دن و غذا می خود کردن و زن براسے
فرزندست و قصای شہوت و جامہ برای دفع سرماست و بچنین جملہ چیز ہا مسلسل ہست حاجت
ہل شانہ است کہ مطلوب لذاتہ است اور برای او خواہد فی ہر اسے چیز دگر کہ چون او دلا
ہمہ است و ہر از ہمہ و شریفتر و لطیفتر از ہمہ پس اور برای کم از چون نخواہند پس الی اللہ تعالی

چون بخت رسید بمطلوب کلی رسیدند از آنجا دیگر گذشت،
 این نفس که آدمی محل شبیه و اشکالست هرگز هیچ وجه از نتوان شبیه و اشکال را
 بردن مگر که عاشق شود بعد از آن در داینها مانند حبك الشئ یعنی و یصم ابلیس چون
 آدم را سجود نکرد و مخالفت امر نمود و گفت خلقتی من مانع خلقت من ^{طبیعت} ذات من از ^{مست} انار
 و ذات او از طین چون شاید که اعلیٰ او فی را سجود کند چون ابلیس را بدین جرم و تقابلی
 نمودن و بآنها ابدال کردن لعنت کرد و در کرد گفت یارب آه همه را تو کرده و فتنه
 تو بود مرا لعنت می کنی و چون آدم گناه کرد و حق تعالی از بهشتش برود آورد با آدم گفت
 ای آدم چون من بر تو گرفت بگناهی که کردی و ترا از جر کر دم چو این بخت نکردی آخر ترا
 حجت بود با من می گفتمی همه از دست و تو کردی هر چه تو خواهی آن شود هر چه تو خواهی خود بوجود
 نیاید این چنین حجت راست مبسین واقع داشتی چرا گفتی گفت یارب می دانستم لیکن
 ترک ادب نتوانستم کردی حضرت و عشق نگذاشت که مواخذه کنم،

فرمود که این شرع مشرع است یعنی آنخوار، مثالش همچنان ست که در دیوان
 پادشاه در احکام پادشاه از امر و نهی و عدل و سیاست عام را و خاص را و احکام دیوان
 پادشاه بی حدست در شمار نتوان آوردن و عظیم خواب ست و بر فائده قوام عالم بدانست
 اما احوال درویشان که فقر و مصاحبت است با پادشاه دانستن علم احکام کو در دانستن علم حاکم
 کو از دانستن علم حاکم ۳۳ مصاحبت پادشاه فرقی نیست اصحاب و احوال ایشان همچون مدبر
 است که در او فیهان باشند هر قبیله را مدرس بر حسب استعداد و ادجائی می دهد یکی داده
 یکی را بیت یکی را ای مانیز سخن را بقدر هر کس استعداد او می گویم بکلی لئاس علی قد ساقوا لهم

لصاحبه ابر که در چکا،

فصل

ہر کسی این عبادت را بنیت کند، یا برای اظهار کرمے، یا برای نامے، یا برای ثواب
 و حق تعالیٰ را مقصود رفع مرتبہ اولیا و تعظیم تربت و مقام پریشان ست، ایشان بخود تعظیم و عروج
 نیستند، و در نفس خود مغنمند، چراغ اگر می خواهد کہ اورا بلند می نهند، برای دیگران می خواهد، نہ برای
 خود، اورا چه زیر چه بالا، ہر جا کہ ہست چراغ منور ست، الامی خواهد کہ نور او بہ دیگران برسد
 این آفتاب کہ بالای آسمان ست، اگر زیر باشد ہمان آفتاب ست، الا عالم تاریک ماند
 پس او بالا برای خود نیست، برای غیر ست، حاصل ایشان از بالا وزیر و تعظیم خلق منترہ
 اند، ترا کہ فردہ ذوق و لذت لطف آن عالم بر دی می نماید آن لحظہ از بالا وزیر و خواجگی و بندگی
 و از خویش نیز کہ از ہمہ نزدیک تر ست بیزاری شوی، دیادت نمی ماند، ایشان کہ معدن
 اصل آن نور و ذوق اند، مقید زیر و بالا کے باشند، مغفرت ایشان بچی است و حق از زیر و
 بالا استغنیست، این زیر و بالا مار است کہ پاوسہ داریم،

رسول علیہ السلام می فرمود کہ تفضلنی علی یونس بن متى بان کان عاصیاً و جاحداً
 فی بطن الحوت و عثی جی کان فی السماء علی العرش یعنی مرا اگر تفضل نہید برو، ازین رو نہید
 کہ عروج او در بطن حوت بود، و مرا بالاے آسمان، کہ حق تعالیٰ نہ بالا ست و نہ
 زیر، بقی بالا ہمان باشد، و در زیر ہمان، و در بطن حوت ہمان او از بالا وزیر منترہ
 ہے مجھے یونس بن متى پر برتری نہ دے، کہ ان کی معراج بطن ماہی میں ہوئی اور
 میری معراج آسمانِ عرش پر ہوئی، حدیث نبوی میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اگر مجھے
 یونس پر برتری نہ دے، اگے مولانا نے غالباً اس کی شرح کر دی ہے،

بر او ہمہ کیست

بسیار کسان هستند که کار با می کنند، غرضشان چیز دیگر، و مقصود حق چیز دیگر
 چون خدا خواست که دین محمد منظم باشد و ظاهر شود و تا ابد اله هر ماند، بنگر که برای قرآن
 چند تفسیر ساخته اند، ده ده مجلد، و هشت هشت مجلد و چهار چار مجلد، غرضشان اظهار فضل خویشین،
 کشف راز خشری بچیزین و قائل حق و لغت و عبارت فصیح تصنیف کرده است، بر آن
 اظهار فضل خود تا مقصود حق حاصل می شود و آن تعظیم دین محمد است، پس همه گان نیز کار
 حق می کنند، و از غرض حق غافل، و ایشان را مقصود دیگر حق می خواهد که عالم باشد، ایشان بشو
 مشغول می شوند، و بنی شهوت می رانند برای لذت خود، از آنجا فرزندی پیدای شود، و آن
 سبب قوام عالم می گردد، پس حقیقت بندگی حق بیجای آرند، **إِلَّا اِیَّانَ بَانَ نیت** نمی کنند
 و همچنین مساجد می سازند و چندین خرجهای می کنند، و صحن و مسقط آن بالا اعتبار قبله راست
 و مقصود معظم قبله است و تعظیم آن افزون می شود، هر چند که مقصود ایشان آن نبود،
 این بزرگی ادبیا از روی صورت نیست ای والله ایشان را بالائی و بزرگی هست
 ای بچون و چگونه آخر این درم بالائے پوست، بالائی او از روی صورت نیست، بلکه تقدیر
 اگر نقره بر بام نمی وزر از زیر قطعاً زر بالا باشد علی کل حال، و لعل و دُر بالائی زر، خواه
 زیر خواه بالا، و سبوس بالائی غر بالست و آرد زیر، بالا چه باشد؟ قطعاً آرد باشد، اگر چه زیر

له تنوی، و فتره تفسیر حدیث که لا تفضلونی علی یونس بن مثنی

گفت پیغمبر که معراج مرا	نیست بر معراج یونس، جتبا،
آن من بالا، و آن ادنی شب،	ز آنکه قریب حق بودن هست از حبیب،
قریب حق نزدیک بالارفتن هست	قرب او از صحن سستی رستن است،

پس بالائی از روی صورت نیست، در عالم معانی، چون آن گوهر در دست، علی کل حال
او بالاست،

فصل

شخصی در آمد فرمود که او محبوب است و متواضع و این از گوهر دست همچون شانی که
میوه اش بسیار باشد، آن میوه او را فرو گشت، و آن شلخ را که میوه نباشد سر بالا دارد همچون
سپند از چون میوه از حد بگذرد، ستونها نهند تا بکنی فرو نیاید پیغامبر علیه السلام عظیم متواضع بود
زیرا میوه های عالم اول و آخر بر وجه بود لا جرم از همه متواضع تر بود مابقی رسول الله احدی
السلام گفت کسی هرگز پیش پیغامبر سلام نگفت زیرا او پیش دستی کردی از غایت تواضع و اگر تقدیر اسلام پیشین
هم متواضع او بودی و سابق در سلام او بودی زیرا اسلام را از او موهبتند و از او شنیدند هر چه
دارند ادیان و آخریان همه از عکس او دارند و سایه او بیند اگر سایه یکی در خانه پیش از دور
آید در حقیقت پیش او باشد اگر چه سایه سالبقت بصورت آخر سایه که از وسایق شد فرع است
و این اخلاق از اکنون نیست از آن وقت در دلهای آدم در اجزای او، این در با بودند
بعضی روشن بعضی نیم روشن بعضی تاریک این ساعت آن پیدای می شود اما این تابانی و روشنی
سالبقت و ذره او در آدم از همه صافی تر و روشن تر و متواضع تر بود،

بعضی اول نگرند بعضی آخرین با که آخر نگرند عزیز ترند و بزرگترند زیرا نظر نشان بباقت
است و باخترت و آنها که با اول نظری کنند خاص ترند می گویند چه حاجت است که با آخر نظر
کنیم چون گندم کشته اند در اول جو نخ اهد رستن و آن را که جو کاشته اند گندم بر نیاید پس نظر
ایشان در اول است و قومی دیگر خاص ترند که نه به اول نظر دارند و نه به آخر ایشان را از دلال
و آخر یاد نمی آید غرق حقتند و قومی دیگرند که ایشان غرقند در دنیا با اول و آخر نمی نگرند از غایت

غفلت ایشان غفلت دوزخ اند پس معلوم شد که اصل محمد بوده است که لوکات لما خلقت الافلاک
 و هر چیزی که هست از مشرت و تواضع و علم و مقامات بلند همه بخشش اوست و سایه اوست بر
 از پدید آمده است همچنانکه هر چه این دست کند از سایه عقل کند زیرا که سایه عقل بر اوست،
 هر چند که عقل را سایه نیست اما اورا سایه هست بی سایه همچون که معنی را هستی هست بی
 اگر سایه عقل بر آدمی نباشد همه اعضا بی او مطلق شوند دست بهنجار نگیرد و بار است رفتن تن
 چشم چیزی بنیز گوش کر شود پس بسایه عقل این اجزا کار با بهنجاری کنند و لائق بجای می آرند
 و در حقیقت آن همه کار با از عقل می آید اعضا آلت اند چنین آدمی باشد عظیم خلیفه وقت همچون
 عقل کل است عقول مردم همچون اعضای دیند هر چه کنند از سایه او باشد و اگر ایشان کثری
 بیاید از آن باشد که آن عقل کل سایه از ایشان برداشته باشد چنانکه مردی چون دیوانگی آغاز
 کند و کارهای ناپسندیده پیش گیرد و بهر معلوم گردد که عقل از سر او رفته است و سایه برونی
 افکند و از سایه دینا و عقل دور افتاده است،

عقل جنس ملک است اگر چه ملک را صورت هست و پروبال هست و عقل را نیست
 اما در حقیقت یک چیزند و یک فعل می کنند و یک طبع دارند بصورت نظری باید کرد و چون
 درین معنی یک فعلند مثلاً صورت ایشان را اگر بگردانی همه عقل شود و هیچ از پروبال چیزی
 بیرون نماند پس دانستیم که همه عقل بودند اما مجسم شده و ایشان را عقل مجسم گویند همچنان از موم
 مرغی سازی با پروبال اما آن همان موم باشد چون می گدازانی همان موم می شود و به پروبال
 و پروبال پس دانستیم که موم همان است و مرغی که از موم سازند همان موم است مجسم نقش گرفته
 و همچنین یخ آب است اگر بگرد از آب محض باشد اما پیش از آن که یخ نه شده بود کس آن را
 سله حاشیه او بر گذر چنگا،

در دست توانستی گرفتن پس فرق پیش ازین نیست که آب نامصور تصور شده است،
 احوال آدمی بچنان است که پر فرشته را آورده اند و بدو مخری بسته تا باشد که آن
 از صحبت فرشته فرشته شود زیرا ممکن است که خرم برنگ او شود و ملک گردد،
 از خرد پرداشت عیسی بر فلک پدید آمد
 گر خورش را نیم پر بودی نماندی در خری
 و چه عجب است که آخر آدمی شود خدا قادر است بر همه چیز با آخر این طفل که اول می زاید آخر
 تر است دست در بنیاست می کند و بدمان می برد و خراباری نوعی متبرهن است وقتی که بول
 می کند یا مار ابازی می کند تا بول بر او بچکد چون آن طفل را که از خرد تر است حق تعالی آدمی
 با فم و او را که می کند خرد اگر آدمی کند چه عجب پیش خدا هیچ چیز بی عجب نیست،
 در قیامت همه اعضای آدمی یک یک جدا جدا سخن گویند،

فلسفیان این را تاویل می کنند، دست سخن چون گوید، مگر بدست علامتی و نشانی پیدا
 شود که آن بجای سخن باشد، بچنان که ریشی یا دلی بدست بر آید، توان گفتن که دست خبر
 می دهد، که گرمی خورده ام، یا دست مجروح باشد و سیاه گشته گویند دست سخن می گوید که بر من
 کار در سیده است ما برویکی سیاه رسیده است، سخن گفتن اعضا بدین طریق باشد سنیان
 گویند که حاشا و کلامک آن دست و پا محسوس در سخن آیند چنانکه زبان گوید در روز قیامت
 آدمی منکر شود که من ندیده ام دست گوید آری درویدی من بستم بر زبان نصح آن شخص
 رو بدست و پای خود کند که شما سخن گوی نبودید سخن چون می گویند گویند که انطقنا الله الذی
 انطق کل شیء مرا آنکس در سخن آورد که همه چیز بار او در سخن می آرد و در دیوار و سنگ و کلو
 را آن خالق که همه را نطق می بخشد مرا نیز نطق بخشد چنانکه زبان را در نطق آورد و زبان تو گو
 شایسته کوس ندانم گوید که دیا جوهر شسته گوید بانی بخت است. (دم سجد ۲۷)

پارہ دوست من گوشت پارہ سخن گفتن زبان کہ گوشت پارہ است چون معقول است
 از تنگ بسیار دیدے ترا محال نمی نماید، و اگر نہ نزد حق زبان بہانہ است، چون فرمودش
 سخن گوی سخن گفت و ہر چہ امر کند سخن گوید سخن بقدر آدمی می آید،

سخن ما چون آبیت کہ میزاب آن را روان می کند آب چہ داند کہ اورا میزاب
 کچلو بکدام دشت روان کردہ است، در گلزاری دیاسبزہ زاری، این دامن کہ چون آب
 بسیار آید آنجا زمینہای تشنہ بسیار باشند و اگر اندک آید دامن کہ زمین اندک سست باخچہ است
 یا چلد دیواری کو چاک یلقن اللہ الحکمۃ علی لسان الواعظین بعدہم المستعین من کفش
 دوزم چرم بسیار است الا بقدر پارم و دوزم،

سایہ تخفم و اندازہ او قاتش چند بود و چند انم

حبو انکیست کہ آن در زمین می زید و در ظلمت می باشد اورا چشم و گوشت نیست نہرا
 در آن مقام کہ او باشد محتاج چشم و گوش نیست چون باین احتیاج نداشت کہ خدا را چشم و گوش
 کست یا حاجی بہت، الامیز می بہ حاجت دہد چیزی کہ بے حاجت دہد بر دبار باشد حکمت
 لطیف و کرم حق بار بومی گیرد کسی بادی کہ نہ مثلاً آلت تجارت بخاطری کہ بدین کار کن بر دبار
 گرد و چون با آن کار نتواند کرد پس چیزی را بجا بحت دہد،

ہچنان کہ آن کرمان در زیر زمین در آن ظلمت زندگانی نمی کنند، خلقت در ظلمات این
 عالم خلق و در فضا اند و محتاج آن عالم و مشتاق و نیازمند آن چشم بصیرت و گوش و ہوش ایشان
 را کچہ کار آید کلا این عالم باین چشم جس کہ دارند برمی آید و عزم آن طرف ندارند آن بصیرت
 بایشان چون دہند بکارشان نمی آید،

ماطن نبری کہ رہ روان نیز بیند کامل صفنان بے نشان نیز بیند

زین گو نہ کہ تو محرم اسرار نہ می پنداری که دیگران نیز نمیند
 اکنون عالم بغفلت قائم است و اگر غفلت نباشد این عالم نماند شوق حق و یاد آخرت
 و سر و دجده مزار آن عالم است، اگر تعبیر رو نماید بکلی به آن عالم رویم و اینجا نمانیم و حق میخواهد که
 اینجا باشیم تا دو عالم باشد پس و د که خدا را نصب کرد یکی غفلت و یکی بیداری تا هر دو
 خانه محمود بماند

فصل

فرمود لطفهای شما و میسها در میتهای می کنید حاضر آوغا بنامن اگر در شکر و تعظیم و عذر
 خواستن تقصیری کم ظاهر آغبار کبر نیست یا بر فراغت یا بنی دایم حق منم را که مجازات می یاب
 کردن بقول فضل و لیکن دانسته ام از عقیده پاک نگاه شما آن را خالص بر اے خدای کنیند
 من بجد احوال می کنم تا عذر آن دایم او خواهد چون برای او کرده که اگر من بعد از آن شوق
 شوم و بزبان اکر ام کم و مدح گویم چنان باشد که بعضی از آن اجر که حق خواهد و ادون بشما
 و بعضی مکافات رسید این تو انهما و عذر خواستن و مدح کردن حظ دنیا است چون در دنیا
 ریختی کشیدی مثل بذل مال و بذل جای آن به که کلی عوض آن از حق باشد جهت این عذر
 نمی خواهم بیان آنکه عذر خواستن حظ دنیا است زیرا مال را نمی خورد و مطلوب عین نیست مال
 است و غلام و کنیز که می خرد، و منصب می طلبند تا ایشان را در هوا و تنها بگویند پس دنیا
 خود آن است که او بزرگ باشد و محترم، و او را ثبات و مدح گویند

شیخ نساج بخاری مردی بزرگ بود و صاحب دل دانشمندان و بزرگان نزد او
 شدند بی زیارت و بدو از نشستند شیخ آئی بود می خواستند که از زبان تفسیر قرآن

یعنی حدیث بشنوند، می گفت من تازیانی دایم ترجمہ آیت و یا حدیث را بگویند تا من معنی آن را بگویم ایشان ترجمہ آیت می گفتند افسوس و تحقیق آن بیان می کرد و می گفت رسول در فلان مقام بود کہ این آیت را گفت و احوال آن مقام چنین است و مرتبہ آن مقام را در اہما و عروج آن را تنصیل بیان می کرد،

روزی علوی معرفت قاضی را بخدمت او مدح کرد و می گفت چنین قاضی در عالم نباشد رشوت نمی ستاند بیس لے مجاہد با خالص و خلص جہت حق میان خلق عدل می کند گفت اینک می گوئی اور رشوت نمی ستاند این یک باری در دست تو مرد علوی از نسل مصطفیٰ و از مدح می کنی دشنامی گوئی این رشوت نیست و ازین بہتر چہ رشوت باشد کہ در مقابلہ اور اشرح می کنی

فصل

شیخ الاسلام ترمذی گفت کہ سید برہان الدین بخنہای تحقیق خوب می گوید از آن است کہ کتب مشیلخ و مقالات و اسرار ایشان را مطالعہ می کند یکی گفت آخر تو نیز مطالعہ می کنی چون کہ چنان سخن نمی گوئی گفت اور ادرے و مجاہدہ و علمے بہت است، گفت از اچرا نمی گوئی و یاد نمی آری و از مطالعہ حکایت می کنی،

سالہ سپہ سالار نے سید برہان الدین ترمذی کے حالات ذیل میں، یہ واقعہ یوں درج کیا ہے:-

بقول است کہ شیخ الاسلام ترمذی می گفتہ است کہ سید برہان الدین بخنہای تحقیق خوب می فرماید، از آن است کہ کتب مشیلخ و مقالات ایشان را مطالعہ کردہ است، یکی گفت آخر تو نیز مطالعہ می کنی چون است کہ چنان سخن نمی گوئی، گفت او دیکہ مجاہدہ و علمے بہت است، گفت تو نیز در آن چہ را نمی گوئی، (سالہ سپہ سالار، ص ۶۷)

اصل نسبت مائزگی گویم تو نیز آں بگو ایشان را و در آن جهان نبود بگی دل بر این جهان نداده
 بوده اند بعضی برای خوردن نان آمده اند و بعضی بر لے تماشای جهان می خواهند که این سخن
 را بیا موزند و بفروشند این سخن همچون عرس است و شایسته است کینزک خوب را که بر سر
 فردختن خرند این کینزک برودی چه مهر نسد و برودی چه دل بسند و
 چون لذت آن تاجر در این فردخت ست او عین است کینزک را برای
 فروخت می خورد و آں رجولیت و مردی نیست که کینزک را برے
 خود خسرو و محنت را اگر شمشیر هندے خاص بدست افتد آں بر لے فردختن ستاند
 یا کن پہلو آنے بدست او افتد ہم بر لے فردختن باشد چون بازوے آن نزار و شصت او
 لایق آن زه نیست او عاشق زه است و چون بفروشد بهائے آن را به گنگو نه دوسمه دهد
 دیگر چه خواهد کرد و بگب چون آن را به فروشد به از آن چه خواهد خریدن؟

این سخن سر بانیست ز نهار گویند که نم کردیم هر چند پیش فم و ضبط کرده باشد از مهم
 عظیم دور باشد فم این بے قیمت ست خود بلا و مصیبت تو از آن قیمت ترا آن فم بدست
 از آن می باید رهیدن تا چیزی شوی، تومی گوئی که من مشک را اندر یاد پر کردم و در یاد
 من گنجید این محال باشد آرس اگر گوئی مشک من در دریا گم شد این خوب باشد و هلاکت
 عقل چندان خوب است و مطلوب که ترا بر در پادشاه آورد چون بر در او رسیدی
 عقل را طلاق ده که این ساعت عقل زیان ست و راه زن ست چون بوس رسیدی
 خود را بوس تسلیم کن ترا با چون و چرا کار نیست مثلاً جامه نابریده خواهی که آن را بقایا جبه
 بر بند عقل ترا پیش خیاط آورد عقل تا این ساعت نیک بود که جامه را بدوزی آوردی
 اکنون عقل را طلاق بیداد و نیش درزی تصرف خود و دانش خود را ترک باید کرد

و پچنین بسیار عقل و چندان نیک سست کہ اور ابرطیب آرد بعد ازین پس عقل او دیگر بزرگ است
و خود را بطیب باید تسلیم کردن،

نغمہای بہنای ترا گوش اصحاب لغو می شنوند آنکس کہ چیزے دارد یاد و گوہے
و درے بہت پیدا است آخر میان قطار شتران اشتر سرست پیدا باشد از چشم و از رفتار
و از کفک او سیما ہر فی وجہی ہم من اثر المسجی د،

ہر چہ بن درخت می خورد، بر سر درخت از برگ و میوہ پیدا شود و آنکس فی خورد و پذیرد
است کی بہنای ماند این ہاے ہوی بلند کہ می کنند، سترش آن سست کہ از سخنی سخننا فہم می کنند
و از حرفی اشارتہا معلوم می گردانند و پچنان کہ وسط کتب مطول خواندہ باشد از تہیہ چون کلمہ شتر
چون شرح آن را خواندہ است از آن یک مسئلہ اصلہا مسئلہ ہا فہم کند بر آن یک حرف تہیہ
ہاے دہوے می کند، یعنی کہ من زیر این چیز ہا می بنیم، و این آنست کہ من آن جار بنجا بردہ ام
و شہاب روڈ آوردہ، و گنہا یافتہ الحمد للہ شرح لک حمد س ک شرح دل بے نہایتست،
چون آن شرح خواندہ باشد، از رے بسیار فہم کند، و آنکس کہ ہنوز مبتدیست از آن لفظ
ہماں معنی آن لفظ معلوم کند، اور اچہ خبر و ہا می و ہا می باشد، سخن بعد مستمع می آید چندان کہ می کشد
و متغذی می شود حکمت فرو می آید چون نکشد حکمت نیز برون نیاید، و رے نماید گوید ای عجب
چرا سخن نمی آید جو البش گوید کہ ای عجب چرا سخن نمی کشی، آنکس کہ ترا قوت استماع نمی دہد گویند
راہم داعیہ گفتن نمی دہد،

در زمان مصطفیٰ علیہ السلام کافرے را غلامے بود مسلمان صاحب گوہر سحے خواہا

لے ان کی پیشانیوں پر بجدہ کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ (فتح، ج ۴) سہ کیا ہم نے تھکے سینے کو
ہنیں کھول دیا، (سورہ النحل)

فرمود کہ طاسہا برگیر تا بتمام رویم در راه مصطفیٰ در مسجد با صحابہ نمازی می کرد غلام گفت ای خواجه
 ﷺ تعالیٰ طاسہا را بخلہ بگیر تا دو گانہ بگیر ارم بعد از آن بخدمت رویم در مسجد رفت نماز کرد مصطفیٰ
 بیرون آمد با جملہ اصحاب غلام تنها در مسجد ماند و خواجہ تا چاشت منتظر بود بانگ می زد کہ اسے
 غلام بیرون آئی می گفت مرا بنی ہند چون کار از حد رفت خواجہ سر در مسجد کرد تا بنی کہ کیست
 اثر کس نہ دید گفت آخر کیست کہ ترانی ہند کہ بیرون آئی گفت آنکس کہ ترانی گزارد کہ
 اندرون آئی خود کس دوست کہ تو اورا تہی بینی داومی ہمیشہ عاشق آن چیز است کہ ندیدہ است
 و نشنیدہ است و فہم نہ کردہ است و شب و روز آن را طلبد،
 بندہ آنم کہ نمی شنیش،

و از آن چہ فہم کردہ است و دیدہ است و طول ست و گریزان ازین روست کہ
 فلاسفہ رویت را منکرند زیرای گویند کہ چون بہ بنی مکن ست کہ سیر و طول شوی دین روا
 نیست سینان می گویند این وقتی باشد کہ ادیک لون نماید چون بہر لحظہ صد گونہ لون می نماید
 کہ کل ایام صافی مشائخ اگر صد ہزار سال تجلی کند ہر گز یکی یکی نماید آخر تو نیز این سعادت
 حق را می بینی در آثار و افعال و ہر لحظہ گوناگون می بینی کہ فطرت بطن و دیگر در وقت شادی
 تجلی دیگر و در وقت گریہ تجلی دیگر و ہمچنین در وقت خوف تجلی دیگر و در وقت رجا تجلی
 دیگر چون تجلی صفات حق در افعال و آثار ادگوناگون است (و یکدیکر مانند پس) تجلی ذات
 او نیز چنین باشد مانند تجلی افعال او آن را قیاس کن و تو نیز کہ جزو از قدرت حق یک
 لحظہ ہزار گونہ می شوی، در بر یک قرار نیستی یعنی از بندگان ہستند کہ از قرآن بحق میرود
 و بعضی ہستند خاص تر کہ از حق می آیند قرآن ایجاب می یا بندی دانند کہ آن را حق فرستادہ

الحق شوی و فرسوس حکایت غلام میر کہ انس عظیم داشت و در مناجات و نماز ہا حق اسے

بود مستقر نام او را یک نظام
 بانگ زد منقر بالابر دار سہ

عند اسے بود میرے از کرام
 میر شد بخانجہ گز ما بہ سحر

انما نحن نملأ الذکر واما لہ لحافظیؒ

مفسران می گویند کہ در حق قرآن ست این ہم نیکو ست اما حقیقت این ست کہ در تو گوہری وطلبی و شوقی نہادہ ایم نگہبان اکن مائیم ہن راضائع نگزاریم، و بجایہ برسانیم تو یکبار بگو خدا و آن نگاہ پای دار کہ جملہ بلا بر تو نیارد،

یکے آمد بمصطفیٰ گفت انی اَحِبُّک گفت ہش دار کہ چہ می گوئی گفت انی احبک گفت اکنون پای دار کہ باز بدست خودت خواہم کشتن وای بر تو،

یکے دیگر در زمان مصطفیٰ آمد گفت کہ من این دین ترا نمی خواہم واللہ نمی خواہم، دین دین را بازستان، چندان کہ در دین تو آدم روزے نیا سودم، مال رفت، زن و فرزند رفت، حرمت نہاند، گفت حاشا کہ دین ما ہر جا کہ رفت باز نیامد تا اورا از یخ و بن بگنجد و خانہ اش را زود و پاک نکند کہ لا یمسہ الا المطفئہ وک،

چگونہ مشوق ست کہ تا در تو موی مہر خودت باقی باشد روے خود را بتز نہاید دلایق وصل و نشوی و بخویشتن نہاہت نہد، بکلی از خود و از عالم ہیزار باید شدن و دشمن خود شدن تا دوست روے نہاید، اکنون دین ما در آن دے کہ قرار گرفت تا اورا بحق نہ رساند و اپنے نا بایستت از وجد اکند از دوست باز ندارد پیغامبر فرمود برای آن نیا سودی و غم بخوردی کہ غم خوردن استغفر غمت از آن شادیہای اوّل تا در مدہ چیرے باشد تو چیرے نہ بند، بوقت استغفار غ کے چیرے نہ خورد و چون فاسخ شود انگہ چیزے خورد، تو نیز مہر کن و غم می خورد کہ خوردن غم استغفار غ ست لہذا استغفار شادی پیش آید شادی کہ آن را غم نہ باشد، کھلے کہ

لے "ہم ہی نے اس کتابِ نصیحت یعنی قرآن کو نازل کیا، اور ہم ہی اس کو محفوظ رکھنے والے ہیں" (حجۃ ۱)

سے حاشیہ گذر چکا،

آن را خار و طے کہ آن را خار نباشد آخر در دنیا شب و روز فراغت و آسایش می
طلبی و حصول آن در دنیا ممکن نیست، مع هذا یک لحاظ بطلب نیستی را حتی نیز کہ در دنیا
می یابی همچون برقی است کہ می گزرد و قرار نمی گیرد و آنکہ کدام برقی پرتو گرگ، پرباران،
پربون و پرمخت

مثلاً کسی عزم انطاکیہ کرده است سوے قیصریہ می رود امید دارد کہ با انطاکیہ رسد و
نسبی را ترک نمی کند، مع آنکہ ممکن نیست کہ ازین راه با انطاکیہ رسد الا آنکہ براه انطاکیہ
می رود، اگر چه لنگ است و ضعیف اما ہم برسد چون منتہای راه این است چون کار دنیا
بے رنج میسر نمی شود و کار آخرت همچنین بارے این رنج را سوئی آخرت صرف کن تا ضائع
نباشد تو می گویی کہ ای محمد دین مرا بستان کہ من نمی آسایم دین ما کسے را کہ رہا کند تا دورا
بمقصود نہ رساند،

گویند معلی ازبے نوانی در اعلم کتان یکتا کد فضل زمستان پوشیدہ بود ذخرسے را سیلاب
می بروسیل از کوہسارے در دہ بودہ بود می گذارند و سرش در آب پنهان بود کہ دکان
نیشتر را دیدند گفتند ای استاد اینک پوشتینی در جوے افتادہ است و ترا سرماست آنرا
بگیر استاد از غایت احتیاج و سرما در جست کہ پوشتین را بگیرد ذخرسے در وی آویخت
استاد در آب گرفتار ذخرسے شد کہ دکان بانگ می داشتند کہ ای استاد بگرد تو بیرون
آئے گفت من پوشتین را راہا کردم پوشتین مرا راہا نکند، شوق حق ترا کسے گذارد این جا
شکر است کہ ما بدست خود میثم بدست حقیق چنانک طفل در کودکی جز شیر مادر ندارد
لالہ الا حیصہ حق تعالی ہیج اورا آنجا راہا کرد و اورش پیشتر بنان خوردن و بازی
کردن و چنین از آنجا کنشاند تا بہ مقام عقل رسانند و همچنین درین حالت کہ این طفل نیست

نبت بآن عالم و این بستان دیگرست نگر از دو دیر ابا بنجار ساند که دانی که این طفلی
 بود چیزی نبود، عجبت من قوم یقادران الی الجنة بالسلاسل و الاغلال فقال
 لهم خذوهم فقلو ثم النعم صلوا ثم الوصال صلوا ثم الجبال الکمال صلوا ثم صیادان ہی باکیا
 یعنی کشتن چنگال در حلقوم چون رفته باشد پایہ کی کشتن تا خوشن می رود دست و ضعیف می گردد بازش
 را می کشتند و بچیل بازش می کشتند تا بکی ضعیف شود چنگال عشق نیز چون در کام آدمی
 می افتد حق تعالی اورا تیر بچ می کشد کہ آن قوتها و خونهاے باطل کہ در دست پاره پاره
 از برود کہ اللہ یقبض وی بسط.

لا اله الا الله ایمان عامست و ایمان خاص آنست کہ لا اله الا الله
 اینجا تک کسی در خواب می بیند کہ پادشاه شدہ است، و بر تخت نشستہ، علما مان و حجاب و
 امر ابراطراف او ایستادہ، می گوید می باید کہ من بادشاہ باشم و پادشاہی غیر من نیست
 این را در خواب می گوید چون بیدار شود و کس را در خانہ نہ بیند جز خود این بار گوید کہ منم
 و جز من کسی نیست اکنون این را چشم بیداری باید چشم خواب را کہ آرزو تواند دیدن وین وظیفہ او چہ
 ہر طایفہ طایفہ دیگر را نفی می کنند این ہا می گویند کہ حق یام دومی ملاست و ایشان باطل ایشان
 نیز دنیا را چہین میگویند بقا و دولت نفی یکدیگر می کنند پس باتفاق می گویند کہ ہمہ اوحی نیست پس درستی
 و حق تعالی اندوازیں جملہ یکے را ہست بر این ہم متفق اند اکنون میرے کیسی مومن می باید کہ بداند کہ آن
 یک کہ ام است المؤمن من کمیس فطرت صمدیہ ایمان ہمہ تکر و ادراک ہست،

کلمہ شومی دفتر سوم عنوان نظر کردن پیغمبر بر ایران و تبسم کردن و گفتن عجبت من قوم یقادران الی الجنة بالسلاسل و الاغلال

دینہ غیر یکے حق اسیر کہ ہے بردند ایشان در لغیر

ویدشان در ہذا آن آگاہ شیر می نظر کردند در حق ز بر زبر

کلمہ مذہبی تکی کوکاو کی پیدا کر تہی (۳۲۷) کلمہ دلی اور تعالی نے یہ حدیث مرفوعہ الفاظ کے ساتھ روایت
 کی ہے المؤمن فیس فطرت، حدیث و قاف لا یجیل (المقام ص ۱۱) الجسد تخری حر ف صمیم

سوال کرد کہ اینہا نمی دانند بسیارند و آنها کہ می دانند اندک اند، اگر باین مشغول
خواہیم شدن کہ تمیز کنیم میان اینہا کہ نمی دانند و گوہری ندارند، و میان آنها کہ دارند و در آن
کشد، فرمود کہ اینہا کہ نمی دانند اگر چہ بسیارند، اما اندکی را چون بدانی ہمہ را دانستہ باشی، همچون
مشتی گندم را چون دانستی ہمہ انبار ہای عالم را دانستی، و همچون پارہ شکر را چون چشیدی، اگر
صد لون حلوا سازند از شکر دانے کہ آنجا شکرست چون شکر را دانستہ کسی کہ یکشاخ
از شکر بخورد چون شکر را نشناسد، مگر او را دو شاخ باشد، شمارا اگر این سخن مکرر می نماید،
از ان باشد کہ شمار س نختین را فہم نکرده اید، پس لازم شود ہمارا ہر روز این گفتن چنانک
مسلے بود کہ دو کے سہ ماہہ پیش او بود از الف چیزی ندارد و بنگذشتہ بود پدر کوک
آمد کہ مادر خدمت چہ تقصیرے کردیم گفت نے از شما بیچ تقصیر نیست اما کوک ازین
نمی گذرد، و او را پیش خواند گفت بگو «الف چیزی ندارد»، گفت «چیزی ندارد» الف
را نمی توانست گفتن، علم گفت حالی این ست کہ می بینی چون ازین نگذشت
وے را بہن تو چون دہم،

گفت الحمد للہ رب العالمین اینک الحمد للہ رب العالمین گفتیم از آن نیست
کہ نان و نعمت کم شد نان و نعمت بی نہایت است اما اشتہا نماند و مہمانان سیر شد نہایت
آنکہ گفتہ می شود الحمد للہ ان ست کہ نان و نعمت دنیا نماند زیرا کہ نان و نعمت را بی اشتہا
چندانکہ خواہی بزور توان خوردن چون جہادست ہر جاش کہ کشی با تومی آید روحی ندارد کہ
خود را منع کند از نا جائیگاہ بخلات این نعمت الہی کہ حکمتست نہایتست زندہ تا اشتہا دار
و رغبت تمام می نمائی سوی تومی آید، و غذای تومی شود، و چون اشتہا ویل نماند، آن
را بزور توانی خوردن و کشیدن، روی در چادر کشد، و خود را بتو بتاید،

حکایت کرامات می فرمود گفت یکی از سنجاب روزی یا بظلمت کعبه ردد چندان عجب کہ است
نیست بادِ سموم را نیز آن ہست کہ بیک لحظہ ہر جا کہ خواہد بود و کرامات آن باشد کہ ترا از حال
دون بحال عالی آورد از آنجا سفر کنی و از جہل بعقل و از جہادی بحدیوۃ ہمچنانکہ اول خاکی بودی
ترا بعالم نبات آورد و از عالم نبات سفر کردی بعالم علقہ و مضغہ آنگہ بعالم حیوانی و از
آنجا بعالم انسانی سفر کردی، کرامات این باشد کہ حق تعالی این چنین سفر ابر تو نزدیک
گردانید درین راہہا و منازل آمدی ہیچ در خاطر و دہم تو نبود کہ خواہی آمدن و از کہ آمد
راہ آمدی و چون آمدی ترا آوردند و مسین می بینی کہ آمدی ہمچنین ترا با صد عالم دیگر گوناگون
خواہند بردن منکر مشو، و اگر از آن اخبار کنند قبول کن،

پیش عمر رضی اللہ عنہ کا سہ پیر زہر آور دند بار معانی گفت این چرا شاید گفتن، این
برای آن باشد کسی را کہ مصطفیٰ نبیند آشکارا کشتن ازین اندکی با و دہند، مخفی میرد
و اگر دشمن باشد کہ بشمشیر نتوان کشتن بپارہ ازین بہانہ اورا بکشند گفت سخت نیکو جزئی
آورده اید بمن و مید کہ این را بخورم کہ درین دشمنی ہست عظیم شمشیر با دی بخی رسد و در عالم از دشمن تر
مرا کسی نیست، گفتند این ہمہ حاجت نیست کہ بیکبار بخوری ازین ذرہ بس باشد این صد ہزار کس را بس گفت
این دشمن نیز یک کس نیست ہزار مردہ دشمن است و صد ہزار کس را گوناوار کردہ است بستہ و آن ہمہ

۱۰ تنوی میں متعدد مقامات پر اسی مسئلہ کو بیان کیا وہ تھا جلد ۳، عنوان در بیان اطوار خلقت آدمؑ میں ۱۰

آدمہ اول بہ قیلم جماد از جہادی در بنائی افتاد، الخ

پھر جلد ۳، عنوان جواب عاشق عاذلان و تہدید کنندگان را، میں ۱۰

از جہادی مردم، و نامی شدم و زنا مردم بہ حیوان سرزد م الخ

ملفوظات میں بھی یہی مضمون ایک جگہ پیشتر بیان ہو چکا ہے،

را بیکیار در کشید آن گروه که آنجا بودند جمله بیکبار مسلمان شدند و گفتند که دین تو حقت است
رضی الله عنه گفت شما همه مسلمان شدید و این کار فرخنده مسلمان نشده است

اکنون غرض عمر ازین ایمان ایمان عام نبود و اگر آن ایمان بود و زیاده بیک
ایمان صدیقان داشت اما غرض او ایمان انبیاء و خواص و عین الیقین بود و آن توقع داشت
چنانکه آوازه شیرری بر اطراف عالم شایع گشته بود مردم برای تعجب از مسافت و در قصد
آن همیشه گردید برای دیدن آن شیر کسالی را و شقت کشیدند و منازل بریدند چون در
آن همیشه رفتند و شیر را از دور دیدند باز ایستادند و پیش نمی توانستند یک قدم نهادن گفتند
آخر چندین راه قدم نهادید برای عشق این شیر و این شیر را
خاصیت هست که هر که پیش او دلیر رود و عشق دست بروی مالدیق گزندی بوی
نرساند و اگر کسی از در ترسان و بهراسان باشد این شیر از دشمن گیرد و بیک بعضی را قصد می کند
که چه گمان بدست که در حق من می برد گفتند اکنون چیزی که چنین است یکساله راه قدم
زدید اکنون که نزدیک شیر رسیده اید این ایستادن چیست قدمی بیشتر نهند کس را زهره
نبود که یک قدم شیر نهد گفتند آن همه قدمها زدیم آن همه سهل بود و قدم این است که در عین شیر
اکنون مقصود عمر از آن ایمان این قدم بود که یک قدم در حضور شیر سوسه شیر نهند
آن قدم نادرست جز که از خاصان و مقربان نیست و قدم خود این است این ایمان بجز
انبیاء از سد که دست از جان خود شستند یا خوش چیز است زیرا یا را از خیال یا قوت میگرد
دبر اومی باله و حیاه نومی یا بد چه عجب می آید مجنون را خیال میلی قوت می داد و غذای شد
جائے که خیال معشوق مجازی را این قوت و تاثیر باشد که یا را در قوت بخشد یا حقیقی را چه
عجب می داری که قوتها بخشد خیال او در حضور و غیبت

چہ جای خیال است آن خود جان حقایق است آنرا خیال نگویند عالم بر خیال نیست
و این عالم را حقیقت می گویند جهت آن که در نظری آید و محسوس است، و آن معانی را که آن
عالم فرع آن است خیال می گوئی کار بر عکس است خود خیال این عالم است که آن
معنی صد چون این پدید آرد و او کس نگرود منزه است از نومی و کنئی، فرہامی او متصف
اندر بہ کنئی و فوی و ادمحدث اینهاست و از ہر دو منزه است و راست ہر دو است
مہندسی خانہ در دل خود در اندازد و خیال بندد کہ عوضش چندین و طولش چندین
صفتہ اش چندین چہش چندین این را خیال نگویند کہ آن حقیقت ازین خیال می زاید و فرع
این خیال است آری اگر غیر مہندس در دل چنین صورت در خیال آورد آن خیال است،

فصل

از فقیر آن بہ کہ سوالی نکند زیر آہنجاست کہ اورا تحریض می کنی بر اختراع ددی
زیر کہ چون ادبہسانی سوال کند اورا لازم است جواب بروی عقل او گفتن و چنانکہ حقست
بوی نتوان گفتن چون اولائی و قابل آن نباشد و حلق و دہان اولائی چنین لغتہ نیست پس
اورا لائق حوصلہ او و طبع او و جوابی در دروغ باید و در دروغ اختراع باید کردن تا او دروغ
گردد اگر چہ ہر چہ فقیہ گوید آن حق باشد دروغ نباشد و سخن آنست و حق آنست اگر دروغ
ہم باشد اما نسبت بہ شنونده راست باشد و افزون از راست،

در دینی را شاگردی بود برای او در یوزہ می کرد و روزی از حامل دیدوزہ اورا

لے فتویٰ، دینز اول، آغاز کتاب،

پس سخن کوتاه باید السلام

دریناہ جال بختہ بچہ حنام

طعامی آورد و آن در دوش بخورد، آن شب محکم شد، پیرسید که این طعام را از پیش که آوردی گفت دختری خوب بمن داد، گفت واللہ بیت سالت تا من محکم نشده ام این اثر لقمہ او بود،

بچنین در دوش را احتراز می باید کرد، و لقمہ ہر کسی را نباید خوردن، کہ در دوش طبیعت در او زود اثر می کند و چیز ناظاہری شود و بچنانکہ در جامہ پاک پدید اندکی سیاہی برسد ظاہر گردد اما بر جامہ سیاہ پیدائہ نشود، نہ بر جامہ و نہ بر ناظران، پس چون چنین است، در دوش را لقمہ ظالمان و حرام خواران و جہانیان نباید خوردن کہ آن لقمہ زود و اثر کند و اندیشہای فاسد از تائیر آن لقمہ بیگانہ ظاہر گردد و بچنانکہ از طعام آن دختر آن در دوش محکم شد،

فصل

اوراد طالبان و سالکان آن باشند کہ با جہاد و بندگی مشغول شوند و زمان را کہ قسمت کردہ باشند ہر کسے تا آن زمان موکل شود ایشان را چوین قیسی حکم عادت مثل چوین باد بر خیزد آن ساعت عبادت اولی ترکہ نفس ساکن ترست و صفائی تر ہر کس بدان نوع بندگی کہ لائق او باشد و باندازہ شرف نفس او باشد، می کند، و بجای آورد و وانا لحن الصافین^ع وانا لحن المستبحی^ع صد ہزار صفت ہر چند پاک تری شوند پیشتر می برند و ہر چند کمتر می شوند بصفت پستتر می برند کہ اخا وھن من حیث اخاھن^ع این قصہ در ازست و از بن در از بیج گریز نیست ہر کہ این قصہ کوتاہ کرد عمر خود را و جان خود را کوتاہ کرد و الا من عصم اللہ،

لے ہم ہر وقت صف بستہ ہیں، (صافات ع ۵) لے ہم ہر وقت بیج کرنے والے ہیں (صافات ع ۵)

و اما اور او اصلان بقدر فہم قومی گوئیم آن باشد کہ بامداد و اوج مقدس و ملائکہ مطہر و
 آن خلق کہ لا یعلیہم الا اللہ کہ نام ایشان مخفی دانستہ است از غایت غیرت بسلام و زیارت
 ایشان برآیند و سلایت الناس یدخلون فی دیت اللہ الملائکہ یدخلون علیہم من کل باب
 تو پہلوی ایشان نشستہ و بینی و از آن سخنان و سلامہا نشنوی و این چہ عجب می آید کہ بیمار و رعات
 نزدیک مرگ خیالات بیند کہ آنک پہلوے او بود خبر ندارد و نشنود کہ چہ می گوید آن حقائق ہزار
 بار ازین خیالات لطیف لطیف ترند، و این را تا بیمار نشود چنان بیمار می بینند، و نشنود و آن
 حقائق را تا نمیرد، پیش از مرگ نبیند، آن زیارت کنندہ کہ احوال تازگی او یارای داند و عظمت
 ایشان را، انجہ کہ در خدمت او از اول بامداد چندین ملائکہ و اوج مطہر آمدہ اند بے شمار توقف
 می کنند تا بناید کہ در میان چنان اوراد و آید، شیخ را از محنت باشد، چنانک غلامان بدر سر اسے
 پادشاہ حاضر شوند، ہر بامداد در دوشان آن باشد ہمہ ہر یکہ را معانی علوم و حدیث معلوم و پرستش
 معلوم و بعضی از دور خدمت کنند، و پادشاہ در ایشان بگرد، و ناویدہ آرد و الاسبندگان بادشاہ
 بینند کہ فلان خدمت کرد، و چون پادشاہ در دیوان باشد کہ بندگان بیایند بخدمت او از ہر
 طرف، زیر ابندگی نماند، تملق با حلاق اللہ حاصل شد کنت لہ سمعاً و بصراً
 حاصل گشت و این مقامی ست بخت عظیم،

گفت ہم جمیع است کہ عظمت آن بتین و ظا و یا تیم در فہم نیاید، اگر اندکی از عظمت
 آن راہ یابند عین ماند نہ مخرج حرف عین، نہ ظا ماند نہ مخرج حرف ظا نہ ہست ماند نہ نیست

لے اور لوگوں کو تم دیکھو گے کہ دین میں داخل ہوتے پہلے جاتے ہیں، (سورہ نصر) لے اور ہر دروازہ سے فرشتے
 ان کے پاس آتے رہتے ہیں، (معد ۳) لے اپنے کو اوصاف خداوندی سے متصف کر، یہ سیکھ میں اس
 بندہ کا کان اور آنکھ نجما ہوں،

از لشکر ہائے انوار شہر وجود خراب شود اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا اَیْمَةً اَخْذُوْهَا اِغْرَضُوْهُ
در خانہ موشتے پانہادہ در خانہ کو چپک در آید خانہ ویران شود ویران شود اما در آن خرابی ہزار گنج باشد
گنج باشد بہ موضع ویران سگ بود سگ بجای آبادان

چون شرح مقام سالکان را دراز گفتم، شرح احوال و اصلاں را چہ گوئیم، الا آنہا را
نہایتے ہست اما این ہا را نہایتے نیست، نہایت سالکان و حدالست، نہایت و اصلاں چہ باشد
آن وصلی کہ آن را فراق نتواند بودن بیچ انگوری باز غورہ نشود، و بیچ میوہ پختہ باز خام نکر دہد
حرام دارم با مردمان سخن گفتن و چون حدیث تو آید سخن دراز کنم
واللہ در از می کنیم کوتاہ می کنیم،
خون می خورم و تو بادہ می پنداری جان می بری و تو دادہ می پنداری
ہر کہ این را کوتاہ کرد چنان بود کہ راہ راست را ہا کند و راہ بیابان سہلک گیرد،

فصل

قال الجراح المسیحی شباب عندي طائفة من اصحاب الشيخ حمد بن
وقالوا لي انما المسيح عيسى بن مريم، هو الله كما تزعمون ونحن نعتز بآيات
ذالذ حتى ولكن نكتمه، وننكره قصدا لمحافظة للملة قال قائل كذب عدو الله
وحاشا لله هذا كلام من اسكره ببيد من الشيطان وهو الضال المضل
الذي ليل المذل المطل ومن جناب الحق وكيف يحسن ان يكون شخص
له بادشاه جب کسی شہزادی ہونے میں تو اسے ویران کر دیتے ہیں، دہل (ع) ہم کہتے تھے تو ہم کو تو ان وقت تاخیر غریب بہ فرما

چونکہ مخلص گشت مخلص باز بست در مقام امن رفت و بر دوست،
بیچ آئینہ دگر آہن نہ شد بیچ نان گندی خرمن نہ شد
بیچ انگورے دگر غورہ نہ شد بیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد

ضعيف يهرب من ملك اليه ومن بقعة الى بقعة وصورة اقل
 من ذراعين حافظا للسموات السبع تخافه كل سماء خمسين عام، وبين كل
 سماء الى سماء خمسين عام وتخافه كل ارض خمسين عام بين الارض الى الارض^{من}
 خمسين عام وتحت العرش بحر عمقه هكذا والله ملك ذلك البحر الى كعبه و
 اصناعات هكذا فكيف يعترف عقلك ان يكون مصر فيها ومدبرها اضعف
 عما ذكر ثم قيل ان عيسى كان خالق السموات والارض سبحانه وتعالى عما
 يقول الظالمون على اكبر، قال المسيح خاك باخاك رفت وپاك باپاك رفت
 قال فلو كان روح عيسى هو الله فابن روحه واما يروح المروح الى
 اصله وخالقه، وان كان الاصل هو فخالق اين يروح، قال المسيحي نحن
 وجدنا هكذا فالتخذنا ملامته قال فانك لو وجدت او ساءت من سريرة
 ابيك ذهباً قلباً اسود فاسداً اما تبدله بذهب صحيح المعيار صحت
 عن الغل والغش هل تاخذ القلب وتقول وجدنا هذا او بقيت من ابيك
 يد شلاء ووجدت دواء وطيباً يصلح يدك الشلاء ما تقبل
 وتقول وجدت يدى هكذا شلاء فلا اسرغب الى تبديله، او
 وجدت ماء ما لمان في ضيعة مات فيها البوك وستر بيت فيها شمر
 هديت الى ضيعة اخرى ماء عذب ونباتها حلوا واهلها احماء
 اما ترغب الى النقل اليها والشرب من الماء العذب لتذهب عنك
 الامراض والعلى بل تقول انا وجدنا تلك الضيعة وماءها المالح الموتى
 للعلى فمسك بيا وجدنا، هاشا لن نفعل هذا ولن يقول هذا من كان عاقلاً

ذاجت صحیح ان الله تعالى قد اعطى لك عقلاً على حد لا غير عقل ابيك ونظر
 على حد لا غير نظر ابيك وتميز على حد لا غير تطل نظرک وعقلک وتسمع
 عقلاً غير ديك ولا يهديك كان رجل ابوا اسخافا فوصل الى خضره
 السلطان وعلیه اذاب الملوك والسلمه اسرته واعطاه اعلی المناصب يقول
 انا وجدنا ابا عانا اساكفة فلا نريد هذه المذنبه بل اعطى ايها السلطان
 دركاً نأفي سوق الاساكفة بل الكلب مع كمال حسنه اذا علم الصيد ومساب
 صياد السلطان نرى ما وجدنا من ابيه ورايه من السلوك الى المهين
 والخزبات والحرم على الحيفه بل يتبع خيل السلطان ويتابع الصيد وكان
 البازي اذا ادب به السلطان لا يقول البتة انا وجدنا من ابائنا فقال لي
 واكل المية فلا تلتفت الى طبل السلطان ولا الى صيده فاذا كان عقل
 الحيوان يتشبث بها وجدنا احسن ما ورثته من ابيد فحق السج القاشق
 ان يكون الانسان يفضل على اهل الارض بالعقل والتميز وهما قل
 فيه من الحيوان ان النفس بالله من ذلك نعمه ان يقال ان رب عيسى
 اعز عيسى وقر به فمخدم عيسى فقد خدم الرب ومن اطاعه فقد اطاع
 الرب فلما ثبت الله نبيا افضل من عيسى ما ظهر على يده ما اظهر على عيسى مع زيادة يجب متابعتها فذلك
 النبي كونه نبي الله لا لعينه ولا لعبد لعينه الا الله ولا يجب لعينه الا الله وانما يجب غير الله تعالى
 (وان الى ربك المنتهى يعني سنتها ان يجب الشيء لغيره والطيب لغيره حتى يتبع الى الله فيجب لعينه

كبره راجحه كرون الزهوس است بادبيت جمال كبره بس است

(ليس التكل في العينين كالكل)

کما ان خلاصۃ الثیاب ورتا ثمتھا کتم لطف الغناء ولا احتشام کذلک جودۃ الثیاب
 ومنت الکھوت بیکم سیماء الفقراء وجمالہم وکمالہم اذا تخرق ثوب الفقیر انفتح قابض
 سری ہست کہ بکلاہ زرین آراستہ شود و دوسری ہست کہ بتاج مرصع جمال جودا پوشیدہ
 شود زیر جعد خربان جذاب عقیقت و تھنگاہ و لہاست، تاج مرصع جادست و پوشیدہ آن
 معشوق فواہست انگشتی سلیمان را در ہمہ چیز ہما جستم، در فقر یافتیم، با این شاہد ہمہ کھنہا کردیم ہیچ
 چیز چنان رضی نہ شد کہ بدین آخرین روپی پارہ ام از خودگی کارمن این بودہ است، چون
 ندانم ہا نہار این بردار پردہار این بسوزد، اہل ہمہ طاعت ہا این ست باقی فروخت چنانک
 خلق کو غندی پیری و پارچہ اودری چہ نعت کند صوم سوی عدم برد آخراں خوشنہا آجاست و اللہ اعلم
 ہر چہ در بازار کانیت یا ما کو لے یا شرو بے یا آٹائے یا متائے یا پیتہ سر رشتہ ہر کی از آہنا
 حاجت است در نفس انسان و آن سر رشتہ پنهان ست تا بایست نشود و آن چیز را سر رشتہ
 نہ جبہ پیدا نہ شود و پچمان ہر طے چہ نینہ ہر کرمانی و مجرہ و ہوا ہر انبیا از ہر کی از آہنا سر رشتہ است
 در روح انسانی تا آن بایست جبہ آن سر رشتہ نجبہ و ظاہر نہ شود و کی مشی احصیناہ با انام^{میں}
 گفت عاقل نیکی و بدی یک چیز ست یا دوجواب ازین رو کہ وقت تردد در مناظرہ اند
 قطعاً دو باشد کہ کس با خودی گفت نکند و ازین رو یکے ست کہ لافکت بدی از نیکی نیر نیکی تک بہت ترک
 بدی بے بدی محال ست بیان آن کہ ترک بدی نیکیست کہ اگر داعیہ نیکی بود ترک سیل بدی
 نبود پس شربو و چنانک مجوس گفتند کہ یزدان خالق نیکیا ست و اہرمن خالق بدی ہا و مکروہا
 جواب گفتیم کہ محبوبا ت از مکروہا ت جدا نیست زیرا محبوب بے مکروہ محال ست کہ محبوب وال
 مکروہ محال ست و شادی زوال غم ست و زوال غم بی غم محال ست پس کی باشد لایتمیزی

لہ اور اللہ غیر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۷ ہر شے ہم نے ایک کھلی ہوئی کتاب میں محفوظ کر دی ہے،

گھنیم تا چیزی فانی نشود فائدہ او ظاہر نشود چنانکہ سخن تاحروف او فانی نشود و لطف فائدہ آن مستحق بر
 ہر کہ عارف را بد گوید آن نیک گفتن عارف است و حقیقت نیز اعارف از آن صفت
 گریزان است کہ نکوش بر وی نشیند عارف عدد آن صفتست پس بد گویندہ آن صفت بد گویندہ
 عدد عارف باشد و ستاینده عارف بود از آنک عارف از چنان مذمومی می گریزد و دیگریندہ از مذموم
 محمود بود و بعد از بتیقن الایثار پس حقیقت عارف می داند کہ او عدد من نیست و نکوشندہ من نیست
 کس من مثال باغ خرم و گرد من دیوار است در آن دیوار حد نہاست و خار ہا ہر کہ می گذرد باغ
 را نمی بیند آن دیوار و آلائش را می بیند و بد آن را می گوید باغ کس چشم گیر دالاین بد گفتن اورا
 زیان کار است کہ اورا بان دیوار می باید سامتن تا با باغ رسیدن پس نکوش این دیوار از باغ
 دور ماند پس خود را ہلاک کردہ باشد مصطفیٰ فرمود انا الضحیٰ القتل یعنی مرا عدد نیست تا در قہر
 او خفگیں باشم و بہت آن میکشد کافر ایک نوع تا آن کافر نکشد خود را بعد لون لاجرم ضحک باشد دین کشتن

فصل

پیوستہ سخنہ طالب دزدان باشد و دزدان از دیگر بزبان این طرفہ کہ دزدی طالب نعمت
 و خواہد کہ سخنہ مرا بگیرد و بدست آر حق تعالی بایزید گفت چہ خواہی گفت خواہم کہ خواہم اسید
 لا ایدین اکنون آدمی را دو حالت پیش نیست یا بخواد یا نخواہد این کہ ہمہ خواہد صفت آدمی نیست
 این آن است کہ از خود تہی شدہ است و کلی نماندہ کہ اگر او ماندہ بودی آدمیتی در د بودی کہ خواہد
 نخواہد پس حق تعالی می خواست کہ اورا کامل کند و شیخ تمام گرداند تا بعد از آن اورا حالتی حاصل
 شود کہ اسباب دولی و فراق نگذرد و صل کلی و اتحا باشد زیر اہمہ رہنما از آن می خیزد کہ چیزی می خواہی

لے "مین ہنتا ہوا تاق ہون" اس حدیث کی سند نہیں ملی،

و میسر نہ شود چون خواهی برنج نماند مردمان تقسم اند و ایشان را درین طریق مراتب بعضی بسی و
 جدیجای رسند که اینجی خواهند باز درون و اندیشه نفعی آرنند این مقدار بشیر است اما آنک در
 اندرون و دغدغه خواست و اندیشه نیاید آن مقدار بشیر نیست آن را جز جذبہ حق از بند دلی جاء
 الحق و نہ حق الباطل^۱.

ادفع یا مومن فان ذکک اطفانامی مومن چون تمام ادرا ایمان حقیقی باشد او همه فعل کند
 که حق خواهد خواہ جذبہ او باشد خواہ جذبہ حق اینجی گویند بعد از مصطفیٰ کوی بر دیگران منزل نشود
 چرا نشود شود الا آن را دمی نخواهند معنی آن باشد اینک می گوید اللهم ینظلم بنصر الله چون
 بنور خدا نظری کند مہر را بیند اول آخر غائب حاضر را از نور خدا چون چیزے پوشیده باشد وارگر
 پوشیده شود آن نور خدا بنود پس بمعنی دمی هست اگر چه آن را دمی نخواهند،

عثمان رضی اللہ عنہ چون غیبت شد بشیر رفت خلقی منتظر بود کہ چه فرماید خوش کرد و بیک گفت
 مد خلق نظری کرد بر خلق حالتے و دجہ سے نزول کرد چنانک بر دے ایشان نماند کہ بردن رونہ
 از ہر دیگر خبر نہ داشتند کہ کجاشستہ اند کہ بعد تذکیر و وعظ و خطبہ ایشان را چنان حالتے نیکو نہ شدہ بود
 فایہ ہا کشفنا حاصل شد و سر ہاے معلوم گشت کہ بچیدین عمل و وعظ نشدہ بود تا آخر مجلس عینین نظر
 می کرد و چیزی نمی فرمود چون خواست فرود آمدن گفت ان لکھ امام فقال خیر و احسن من انہا
 امام فقال، راست فرمود چون مراد از گفت حاصل کردہ بودند و تبدیل اخلاق بی گفت آن کہ
 از گفت حاصل کردہ بودند میسر شد پس آہنج فرمود عینین مواب فرمود آیدیم کہ خود را فعال گفت
 و در آن حالت فعلی نکرد و ظاہر کہ آن را بنظر توان دید نماز نکرد و حج و عہدہ نکرد و ذکر و خطبہ هیچ

سلسلہ کند داسے پیبر کہ حق گیا و باطل ہلاک ہو گیا (دینی اسرائیل، ج ۱) سلسلہ ای مومن تو در ہوا کہ تیرا نوا
 میری آگ کو بجھائے دیتا ہے، سلسلہ، مومن خدا کے دوست نہ لکھتا ہے، حدیث صحیح و صحیح بخاری کتاب الادب،

ازین ہا بنود پس دانستیم کہ عمل و فعل آن صورت نیست مہتا بلکہ این صورت ہا صورت آن عمل است و آن عمل جان این،

چنانکہ مصطفیٰ فرماید صحابی کا بھیجیم باہم اقتدائے حقین کہ کی در ستارہ نظر میکنند راہ می برد
پس ستارہ سخن می گوید باومی بانی التاج و آن کہ در ستارہ نظری کند راہ را از بی راہ می و ند
و بمنزل می رسد چنانچہ ممکن است کہ در اولیٰ حق نظر کنی ایشان در تو تصرف کنند بی گنتی و بخت
مقصود حاصل شود و تراب منزل و اصل برساند

فمن شاء فلينظر لآتي فتنطري مذيل الى من ظن ان الله سهل

در عالم خدا هیچ صبر ترا تحمل محال نیست مثلاً تو کتابی را خواندہ باشی و تصحیح و معرب کردہ
یکی آن کتاب را پہلوی تفسیر است و کثرتی خواند هیچ توانی آنرا تحمل کردن ممکن نیست و اگر
آن را خواندہ باشی ترا هیچ تفاوت نکند اگر کمتر خواند و اگر راست چون تو کثر را از راست تمیز
نکردہ پس تحمل محال مجاہدہ عظیم است اکنون اینیاد و اولیاد خود از محال نمی رہند اول مجاہدہ
کہ در طلب داشتن قتل نفس و ترک شہوات و آن جہاد اکبر است و چون و اہل شدند و در مقام
امن میقیم شدند و بر ایشان کثرت کشف شد و دانستند باز در مجاہدہ عظیم است زیرا افعال این
خلق ہمہ کثرت و ایشان می بینند و تحمل می کنند کہ اگر تحمل نہ کنند و بگویند یک کس بر ایشان
ایست نکند و کس سلام مسلمانی بر ایشان نہ بد الا حق تعالی ایشان را وسیع و حوصلہ عظیم بزرگ
دادہ است کہ تحمل می کنند از صد کوشی کی رامی گویند تا اورا دشوار نیاید بانی رامی پوشانند بک حش
می کنند کہ کثرت است تا بدریج این کثرت ہیا را یک یک از و دفع می کنند بچہ تکلم کودکی را خط آموز

لے "میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس ستارہ کی بھی پیروی کر دے، راہ پا جاؤ گے"

سند نہیں ملی،

چون بسطر رسد کو دک سطر بنوید و محکم می نماید پیش مسلم آن همه کثرت و بد لطیفی صنعت و مدارا
می گوید که جمله نیک است احسن است الا این یک حرف را از آن سطر بد می گوید و بوی
می نماید که چنین بنی باید بنشیند باقی را تخمین می کند تا دل او نرم و ضعیف نشود و با آن تخمین قوت
می گیرد و همچنان بتدریج تعلیم می کند و مددی یابد

انشاء الله امید داریم که امیر راجع تقالی بقصود ما برساند هر چه در دل دارد و می خواهد
و آن چیز را نیز در دلهما را که در دل ندارد و نمی داند که چه چیز است که آن را بخواند و اصل اصل است
امید است که میسر شود که چون آن را ببیند و مطالعه کند و آن بخشها بوی رسد ازین خواستها و تناسبات
اول شرمش آید که چنین چیزی مرا در پیش بود و چون دلتی و لغتی ای عجب من آنها را چون
تغنی کردم شرمش آید عطا آن را گویند که در دهم آدمی نیاید و نگذرد زیرا هر چه در دهم او گذرد
اندازه همت او باشد و اندازه قدر او باشد اما عطای حق اندازه قدر حق باشد پس عطای حق آن
بود که لایق حق بودند نه لایق و هم و همت بنده ملائکین است و کلا اذن سمعت و لا حظ علی قلب^ش
هر چند که اینج توقع داشتی چشما آن را دیده بودند و گوشها جنس آن شنیده و در دلهما جنس آن
مصور شده اما عطای من بیرون آن جمله باشد و رای آن همه

فصل

صفت یقین شیخ نست کامل و ظنهای نیکو را راست مریدان او بیند علی التفاوت ظن
و اغلب الظن و اغلب غلب الظن و علی هذا همچنین هر ظنی که افزون تر است از یقین نزدیک
تر و از انکار دور تر و وزن ایمان با بیسکه همه ظنون راست از یقین شیر می خورد و می
افزایند و آن شیر خوردن و افزون شدن نشان آن تحصیل زیادتی ظن است و علم و عمل

تاہر کی یقین شونہ و دیر یقین فانی شونہ بگلی زیر اچون یقین شونہ ظن نامذین شیخ و مریدان ظاہر
در عالم اجسام نقشہای شیخ یقین اند و مریدانش دلیل بر آنک اس نقشہا قبل شود و دور
بعد دور تر نابعد فری و آن شیخ یقین و ظنون کہ فرزند ان راست او نیک قائم اند در عالم علی
مراکلا و اسرار القادون من غیر تبدیل باز ظنون غلط ضال منکر را اندگان شیخ یقین اند کہ ہر
از دور تر شونہ و ہر روز پس تر نذر ہر اہر روزی افزائند و تحصیل کہ آن ظن بد و بیفزاید
فی قلبی بہم صفہ فی اللہ صاف

اکنون خواجگان خرامی خورد و شتران خاری خورد قال اللہ تعالیٰ افلا ینظرون الی
الکابل الا کہن تائب امن و عمل صالحا فاولئک یمد لی اللہ من شیانہم تفسیل کہ کردہ است در افلاک این است
قوت شود در اصلاح ظن بچنانک دزدی و دانا توبہ کرد و شخم شد آن ہمہ طرازیہای دزدی کہ
می و زید این ساعت قوت شد و در عدل و احسان و فضل دار و بر شنگان دیگر کہ اول دزد
بنودہ اند زیر کہ این شخم دزد پیشہ شینوہ دزدان را نیکو داند احوال دزدان از او پوشیدہ نامذین
چنین کس اگر شیخ شود سخت کامل باشد و رہبر عالم و مہدی زمان،

فصل

و قالوا تحقیقنا فلا نقدر علیہا
ملکیت و انتم حاجق اتجنب

معلوم می باید دانستن کہ ہر کی ہر جا کہ بہت پہلوی حاجب خویش است لایق نامہ حوائی بچشمہ جنت خویش است ملازم

سے ان کے دلون میں رنگ تھا، سو خدا نے ان کے رنگ کو بڑھا دیا، (بقعرہ، ع ۳) سہ کیا یہ لوگ اونٹ کی
طرف نہیں دیکھتے، (سورہ غاشیہ، سہ) البتہ جن لوگوں نے توبہ کی، اور ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، پس خدا
ان کی بدیوں کو نیکوں سے بدل دیگا، (فرقان، ع ۷)

صاحبہ اقرب الیہم ایہو لہم لمتفقہ و آن حاجت بند دوست کہ اور امی کشد این سودا
سو پھر مہار و محال باشد کہ کسی خود را بند کند زیرا او طالب خلاص طالب بند باشد پس ضروری
اور کسی دیگر بند کردہ باشد مثلاً او طالب صحت ست پس خود را بخور نکرده باشد زیرا محال بود
کہ ہم طالب مرض بود ہم طالب صحت و چون پہلوی حاجت خود بود پہلوی حاجت دہندہ خود
بود الا آنک نظر او بر مہارست از بہر آن بی عتو و مدارست اگر نظر او بر مہار کش بود می
از مہار خلاص یافتی مہار او مہار کش او بودی زیرا بر او مہار برای آن نہادہ اند کہ بی مہار
با مہار کتہ نمی رود و نظر او بر مہار کتہ نیست لاجرم سمنعہ علی الخ طوہرینش کنیم مہار او
می کشیم بی مراد خویش چون او بی مہار در پی مانمی آید،

لِقَوْلِهِمْ هَلْ يَعْلَمُونَ هَلْ لَكُمْ مَعَهُ مَالٌ فَقُلْتُ وَهَلْ قَبْلَ الثَّمَانِينَ مَلْب

حق تعالی صہوتی بخشید پیران را از فضل خویش کہ مصیان از آن خبر نہ دارند، زیر صہوت
بدان سبب تازگی می آرد بر می جہاند، و می خنداند، و آرزوی بازی می دہد، کہ جہان را نومی بیند
طول نشدہ است، از جہان چون این پیر ہمہ جہان را نومی بد، بچنان بازیش از و کند و بر حسبستہ
باشد و گوشت و خون او پیفزاید،

لَقَدْ جَلَّ خُطْبُ الشَّيْبِ انْ كَاكَلَا مَدَاتِ شَيْبَةٍ لَيْدٍ وَمِنْ اَللَّهِ مَر

پس جلالت پیری از جلالت حق افزون باشد کہ بہار جلالت حق پیدا آید و خزان
پیری بر آن غالب باشد و طبع خزانہ خود را بگزارد پس ضعیف کتہ بہار فضل حق باشد کہ ہر
رختن دندان خندہ بہار کم شود و بہر سپیدی موی سر سبزی فضل حق بادہ باشد و بہر گریہ باران خزانہ
بارغ حقایق منخس شود، تعالی اللہ عما یقول الظالمون،

لے "ہم کی ناکہ بد و داغ لگائیں گے" (کلم، ج ۱)

فصل

ويدش بر صورت حيوان وحشی وعلیه سجد الشعلب، فقصدت اخذ لاوه
 علی غرقة صغیرة، ينظر من الدسج، فرغم یدیه ویشفر بکن او کذا ثم سارایت
 فلان الدین میری عندی علی صورتی ذلک فقف فخذته، وهو یقصد ان بعضی
 فرمعت لاسه تحت قدمی وعصته عصا کثیرا حتی خرج کل ما کان فیها
 ثم نظرت الی حسن جلده قلت هذا یملیق ان یصلأ ذهابا وجیها ودرأ و
 یا قنأنا افضل من ذلک، ثم قلت اخذت ما اسدت فانضج یا نافع حیث
 شئت، واقفز الی ای جانب سارایت، وانما قفزانه حتی آمن ان یغلب، و
 فی المغلوی بیه سعادلا، لاشک انہ یصور من سقایق الشهابیه وغیرها،
 واشرب فی قلبه، وهو یرید ان یدساک کل شیء کل احد من ذلک الطیر
 الذی اجتهد فی حفظه، والتذبه ولا یمکنه ذلک، لان العاصف خاله لا
 یسطر بثلک الشبکات، ولا یملیق املک هذا الصید بثلک الشبکات، وان
 کان محیما مستقیما فالعاصف مختار فی ان یدساک مدساک، لا یمکن لاحد ان
 یدساک الا باختياره، انت قد دت مرصا ذلک اجل الصید، والصید یرید
 ویسری نیتک وحیلک، وهو مختار ولا یخص طریق عبوسه ولا یعبر
 من مرصدک، انما یعبر من طریق، طریقها هو، واسر فی الله واسعه،
 ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاء، ثم تلک الدقائق، لما وقعت فی
 لسانک، وادراکک ما لقیته سقائق بل فدت بسبب الاتصال بک، کما

ان كل فاسد او صالح وقع في فعل العارف ومدرس كما لا يبقى على ما هو بل
يصير شيئاً آخر، متدثر بمنزلة بالغايات والكلالات، الاتساع العصا
كيف تدثر في يد موسى، ولم يبق على ما كانت من ماهية العصا وكذا
الاسطوانة المحتانة والقضيب في يد الرسول، والدعاء في فرعون، والحد
في يد داود، والجبال معها، فثبت على ما هتجها بل صارت شيئاً آخر، غير ما
كانت فكذا الرماح والآلات اذا وقت في يد الظالمين الجفاني لا يبقى على كانت عليه بل

تأثر ابو با تو در ذات است كعبه با طاعتت خرابات است

الكافي يا كل في سبعة امعاء وذلك الحيض الذي يختار الفاش، الجاهل ياكل
في سبعين معى ولو اكل في معاء واحد، لكان اكله في سبعين معى لان كل شيء
من المبعوث، مبعوث، كما ان كل شيء من المحبوب محبوب، ولو كان الفاش
هاهنا دخلت عليه، ونفخت ولا اخراج من عند لا حتى يطرد لا يبعد كذا
مفسد لدينه وقلبه وسروره وعقله ياليت كان يحمل على الفسادات غير هذا
مثل شب الخمر والقينة كان يصلح ذلك، اذا اتصل بغايات صاحب الفناء
لكنه لا يلبث من السجادات لبت يلف فيها يحرق حتى يتخلص الفاش
منه، ومن شدة، لانه بعد اعتقاده عن صاحب النائية ويهين لا قد انا
وهو يسلك ويهلك نفسه، وقد اضطرر بالتهجمات والتصليات، لعل
يؤمل يفهم الله عن الفاش فيرى مما حسره وبعد لا عن ربه صاحب النائية
فيضرب عنقه بيده ويقول اهلكني حتى اجتمع على اوزارنى وصور افعالى كما ساء
في المكاشفات قبائح افعالى والعقائد الفاسدة الطاغية خلف ظهري في شراوت

لطیف، قہر ش لطیف، و قہر ش لطیف، اما چون قہر کنائش کہ لطف آن در وصف مجذوب اگر از جری
خود فرو شکم از لطف بی نہایت و لذت قہر کنای و بیخونی و قہر کنای و خواہد بود، ز نہای جری
و مردن را در حق من متہم کنند کہ آن «رد پوش» از کشف من یک لطف بے مثل خواہد بود و
و آن کار دیا شمشیر کہ پیش آید بہت دفع خیم بد اختیار است اما چہنما سخن بجا کہ جب و ک آن مثل نہ کند

فصل

(صورت فرع عشق است کہ بی عشق این صورت را قدر نبود، فرع آن باشد کہ بی اصل نتوان
بود، پس اندر اصورت گویند، چون صورت فرع باشد اورا فرع توان گفتن، گفت عشق
نیز بی صورت مقصود نیست و منعقد نیست پس فرع صورت باشد،
گوئیم چہر عشق مقصود نیست بی صورت، بل انگیزندہ صورت است، صدم ہزار صور از عشق
انگیزہ می شود، ہم مثل ہم محقق، اگر چہ نقش بی نقاش بود و نقاش بے نقش نبود، و یک نقش
فرع بود و نقاش اصل کما کہ الاصبع معصاکہ الخاتمہ تا عشق خانہ نبود چہ ہندس
تصور صورت خانہ نکند، و چہنیں گندم سالے بزخ دست سالی بزخ خاک، و صورت گندم
ہمان است، پس قدر و قیمت صورت گندم بعشق آید، و چہنیں آن ہنر کہ تو طالب دعا شق آن
باشی پیش تو آن قدر دارد و اور دورے کہ ہنر را طلبے بنا شد آن ہنر را نیا موزند، و نورزند، گویند
کہ عشق آخر امتحان است و امتحان بجزی ایس چون امتحان اصل باشد و محتاج الیہ فرع،
گفتیم این سخن کہ می گوئی آخر این سخن حاجت تو ہست شد کہ چون
میل این سخن داشتی این سخن را بیدہ شد پس امتحان مقدم بود، و این سخن از وزایا پس
بی او امتحان را وجود بود، پس فرع او نبود عشق و امتحان گفت آخر مقصود از آن امتحان

این سخن بود، پس مقصود فرع چون باشد گفتیم و ایما فرع مقصود باشد که مقصود اینخ درخت
که اصل است فرع درخت است که آن یوه است)

فصل

(فرمود از دعوی این کنیزک که کردند اگر چه دروغست، و پیش نخواهد رفتن، اما دو هم
این جماعت چیزی نشست، این دو هم و باطن آو می بخون و بلیز لیت اول در دلیز آئند، آنکه
در خانه این همه دنیایک خانه است، هر چه در اندرون آید که دلیز لابد که در خانه ظاهر شود مثلاً
این خانه که نشسته ایم صورت این در دول مهندس پیدا شد، آنکه این،

پس گفتیم این همه دنیایک خانه است، هر چه در دلیز دیدی که پیدا شد حقیقت دان
که در خانه پیدا شود، و این همه چیزها که در دنیا پیدا شود از خبر و شر اول همه در دلیز پیدا شد
آنکه اینجا، حق تعالی چون خواهد که چیزهای گوناگون از غرائب و عجائب و باغها و بوستانها و
علوم و تصانیف گوناگون در عالم پیدا کند، در اندرون اقصای آنها ای آن بند تا اذن آن
این پیدا شود، و همچنین هر چه در عالم می بینی، می دان که در آن عالم هست، مثلاً هر چه دریم بینی
می دان که دریم باشد که، این از آن نیست، و همچنان این آفرینش آسمان و زمین و عرش و کرسی
و مجایهای دیگر حق تعالی تقاضای کن را در ارواح پیشینان ننهاد بود و لاجرم عالم برای آن پیدا نمشد
مریم که میگویند، عالم قدیم سخن ایشان محض کی باشد یعنی بگویند که حادث است و کن اولیا اند و نبیا که ایشان
قدیم تر از عالم قدس حق تعالی تقاضای آن فرستاد عالم را در ارواح ایشان نهاد و آنکه عالم پیدا شد پس ایشان علی ایضاً فی دانه که
حادث است، و از تمام خود خبر میدهند و خداوند این خانه که نشسته ایم عمر ما قصه هفتاد و هشت دیدیم که این خانه نبود، سکه است که این خانه
شد اگر در این خانه بود آن تولد خداوند در این خانه میسر میگردید و این خانه که در این خانه پیدا شد، این خانه را

محمود دیدند، اگر ایشان گویند که این خانه قدیم است، بر حاجت نشود، چون مایده ایم که این حالت
 همچنان که آن جانوران از در و دیوار آن خانه رسته اند، و جز این خانه چیزی نمی دانند، و نمی بینند
 خلقانند که از این خانه و نیارسته اند، در ایشان جوهری نیست، نیست شان از نجاست، هم در اینجا
 فرو روند، و اگر ایشان عالم را قدیم گویند بر اینها او لیاری که ایشان را وجود بوده است پیش از
 عالم بصد هزار سال چه جائی بود که آن را نه حد است و نه عدد است و نه حد است و نه عدد است که
 ایشان حد است عالم را دیده اند، بجا نماند که تو حد است آن خانه را،

فصل

بعد از آن فلسفیک بنی می گوید که حدوث عالم را بچه دانستی ای خرد تو قدم عالم را بچه
 دانستی آخر گفتن تو که عالم قدیم است معنیش آن است که حادث نیست که این گواهی بر نفی باشد
 آخر گوئی بر اثبات آسان ترست از آنکه گواهی بر نفی معنیش آن است که این کار را افلان مرد
 نکرده است و اطلاع بر این محکمست، می باید که آن شخص از اول عمر تا آخر ملازم آن شخص
 بوده باشد شب و روز در خواب و بیداری که بگوید البته این کار را نکرده است هم حقیقت نشود
 شاید که این را خوابی بوده باشد یا آن شخص بجا حجت خانه رفته باشد، که این را ممکن نبوده
 باشد ملازم او بودن، بسبب این گواهی بر نفی رد نیست اما گواهی بر اثبات مقدور است
 و آسان زیرا می گوید محظوظ با او بود چنین گفت و چنین کرد و لا جرم این گواهی مقبول است
 زیرا که مقدور آدمی است،

اکنون ای سگ این که بحدوث گواهی می دهد آسان ترست از آنچه تو بقدم عالم
 گواهی می دهی زیرا حاصل گواهیست این است که حادث نیست پس گواهی بر نفی داده بشی

آدمی دانسته که حادث است
 و اگر ندانسته که حادث است
 و اگر ندانسته که حادث است
 و اگر ندانسته که حادث است

ملک شوی و فرودم عنوان دانستن نیز که سبب بخوری آن شخص ممکن نبوده است،
 آنچنان محمود باقی داشت است تا که دهری از ازل پنداشت است ۴۴

پس چو هر دور اولی نیست و ندیده اید له عالم حادث است یا قدیم تو اور میگوئی
 بجه دانشی که حادث است او نیز میگوید ای قلبتان بجه دانشی که قدیم است آخردعوی تو
 مشکل تر است و محال تر

فصل

مصطفی صلی الله علیه و سلم صاحب نشانی بود اکابران اعتراض آغاز کردند فرمود که تو
 شما هم متفقید که در عالم یکی هست که صاحب وحی است و یکی برود و فرمودی آید، بر هر کسی فرو نمی آید و یکس
 را علامتها و نشانهها باشد در فصل و در قول و در سیما و در همه اجزای او نشان و علامت آن باشد
 اکنون چون آن نشانهها را دیدید روی بوی آید و او را قوی گیرید تا دستگیر شما باشد
 ایشان خوب می شدند و پیش سخن نشان نمی ماند، دست بشیر می زدند و دین می آید
 و صاحب رومی رنجایند و می زدند و استخفاف می کردند، مصطفی می فرمود که صبر کنید تا غلظت
 که بر ما غالب شدند بغلبه خواهند که این ظاهر کنند خدا این دین را ظاهر خواهد کرد و
 و صحابه بدتها نماز و اینهمان می کردند و نام مصطفی را پنهان می گفتند تا بعد از وحی آمد
 که شما نیز بشیر بکشید و جنگ کنید

مصطفی را که نمی گویند از آن رد می گویند که بر حق و معلوم قادر نبود یعنی ازین رویش
 می گفتند که حظ و علوم و حکمت او مادر زاد است کنسب نیست کسی که بروی قمر روم نویسد بر کاغذ
 چون نداند منشین؟ و در عالم چه باشد که او نداند چون همه از وی آموزند عقل جزوی را چه
 چیز باشد که عقل کل را نباشد

عقل جزوی قابل آن نیست که از خود چیزی نو اختراع کند که آنرا و همس آنرا

نذیرہ باشد، و این مردم کہ تصنیفها کرده، و ہندسہای نو، و بنیادہای نو بنیادہ اند، اما تصنیف
تو نیست، آنرا دیدہ اند، بر آنجا زیادت می کنند، آنہا کہ از نو اختراع کنند، ایشان عقل کل باشند
عقل جزوی قابل آموختن است، محتاج است بتعلیم، عقل کل معلّم است محتاج نیست، و همچنین
جملہ پیشہا را چون باز کاوی اصل و آغاز آن دخی بوده است، و از انبیا آموختہ اند،
و ایشان عقل کل اند.

حکایت غریب قاضی ہامیل را گشت، دینی دانست کہ چہ کند غراب غرابی را کہ بشت و
خاک را بکندید و آن غراب را دفن کرد، و خاک بر سرش کند، و از غراب تعلیم یافت و
گور ساختن و دفن کردن را بیاموخت، و همچنین جملہ حرفتہا

ہر کہ عقل جزویت محتاج است بتعلیم، و عقل کل واضح چیز ہاست، و ایشان انبیا
و اولیا اند، کہ عقل جزوی را بعقل کل متصل کردہ اند، و یکی شدہ اند، مثلاً دست و پا و چشم و گوش
و جملہ حواس آدمی قابل اند کہ از دل و عقل تعلیم کنند، پا از عقل رفتار می آموزد، دست گرفتن
چشم دیدن گوش شنیدن، اما اگر دل و عقل نباشد، ہیچ این حواس بر کار نباشد، اکنون ہمچنان
کہ این چشم نسبت بعقل و دل کثیف است و غلیظ، ایشان لطیفند، و این کثیف بآن لطیف
قائم است، و اگر لطیف و تاز گئے دارد از دو دار و دو معطل و پلید و کثیف است، و همچنین عقل جزوی
نیز بعقل کل آتے است تعلیم از او کند و از او فائدہ گیرد، و کثیف و غلیظ است پیش طلع عقل کل
یکی گفت مرا بہت باد و دار و صل بہت است اگر سخن باشد یا نباشد سخن فرست

سلہ شوی، و فرہم، و حزان آموختن گو رکنی، و

کندن گوشت کہ کمتر پیشہ بود،

کے ذکر و حیلہ دانیشہ بود،

گر بہی بین فہم مرا قاضی را،

کے نہاوس بر سر او ہامیل را،

فرمود کہ آخرین ہمت در عالم ارواح بود پیش از عالم اجسام پس ما در عالم اجسام بھی مصلحت
 آوردند این محال باشد پس سخن در کارست و پُر فائدہ است دانہ قیسی را اگر مغزش تنها در زمین
 بکاری چیزی زدید چون با پوست ہم بکاری برید پس دانستیم کہ صورت نیز در کارست،
 نماز نیز در باطن است کہ لا صلوة الا بضمنا للقلب اما لا بدست کہ بصورت آری
 در رکوع و سجود کنی آنگہ بہرہ مند شوی و بقصود سی ہم علی صلیتہم و انصرت این نماز حست
 نماز صورت موقت است آن دائم نباشد، نیز ارواح عالم دریاست از انہایت نیست جسم
 ساحلت و خشکیست محدود باشد، و ممد و پس صلوة دائم جز رُوح را نباشد، پس رُوح
 را رکوع و سجود است اما بصورت این رکوع و سجود ظاہری باید کردن، زیرا
 معنی را با صورت اتصالی است تا ہر دو جسم نباشند فائدہ ندهند چنانکہ
 دانہ بی پوست زوید،

این کہ می گوئی صورت فرع معینیت و صورت رعیت است و دل بادشاہ
 آخرین اسماء اضافیاست چون می گوئی کہ این فرع آنت تا فرع نباشد نام
 اصلیت برد کی نشیند پس اداصل ازین فرع شد اگر فرع نبودی ادا خود نام
 نبود ی چون رب گفتی ناچار مریوے باید و حاکم گفتی محکومی باید

حسام الدین ارزنجانی پیش از آن کہ بخدمت فقر ابرسد و بایشان صحبت کند
 بجائی عظیم بود، ہر جا کہ رفتی بجد بحث و مناظرہ کردی خوب و خوش گفتی، اما چون با
 درویشان مجاست کرد آن بردل او سر د شد ع
 بنزد عشق را جز عشق دیگر

لے غازیہ حضور قلب کے نہیں ہوتی، لے حاجتہ گندہ چلا

من اسرار ان مجلس مع الله فليجلس مع اهل التصوف اين عليهما نسبت باحوال فقر
بازی و مضر ضایع کردن است، انما الدنیا لعبی،

اکنون چون آدمی بالغ شود و عاقل و کامل، بازی نکند و اگر کند از غایت شرم و پشیمان
کند، این عالم قیل و قال و بهر سہاے او ہمہ بادست، و آدمی خاکست و چون باد بخاک
آمیزد، ہر جا کہ رسد ہشہمار خستہ کند، و از وجود او جز تشویش و اعتراض حاصل نباشد
اما اکنون اگر چہ خاکست بہر سختی کہ می شنود می گردید، انگشش چون آب روان است،
ستای اعینہم تغنی من الدنیا، اکنون چون عوض باد بر خاک آب فردی آید کارگر
خواہد بود و لا شک خاک آب یافت بر دسبزہ و ریحان و نبغشہ و گل روید این راہ فقر را
کہ در بچلہ آرزو ہا بری و ہر چیز کہ تمنائی تو بودہ باشد البتہ در آن راہ تو برسد اگر شکستن
لشکر ہا و ظفر یافتن بر اعدا و اگر فتنہ ملکہا و تخیل خلق و توفیق بر اقران و فصاحت و بلاغت
و ہر مرادی کہ باشد چون راہ فقر را گزیدی اینہا ہمہ تو برسد، و بیچ کس درین راہ ز رفت کہ
شکایت کرد و بخلات را ہمائے دیگر ہر کہ در آن راہ رفت و کوشید از صدمہ زاری کی را مقصود
حاصل شد و آن نیز نہ چنان کہ دل او شکستہ شود و فقر را گیر و زیر اہر را ہی را اسبابیت و
طریق بقی بچصول آن مقصود و مقصود حاصل نشود الا از راہ اسباب آن راہ دورست
و پراقت و مانع شاید کہ آن اسباب تخلف کند از مقصود،

اکنون چون در عالم فقر آدمی و در زیدی حتی تعالی ترا ملکہا و عالمہا بخشد کہ در ہم

لے جو شخص خدا کی ہنشتی چاہتا ہے، اس چاہئے کہ اہل تصوف کی ہمیشہی اختیار کرے، ہندی نمونہ میں

اس عبارت کے پہلے مال البنی علی اللہ علیہ وسلم ہے

۲۵ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے، صدیقین ۱۲، تم ان کی نگھون گنہ گار بنو، دیکھو (مذہب ۱۱)

ناورودہ باشی و از انج اول تمنی می بردی و می خواستی غل گروی که آوہ من بوجو چنین چیز حقیر
چون می طلبیدم، اما حق تعالی گوید اگر چه تو از آن منتره شدی و نمی خواهی و نیز ادای اما
چون وقت در خاطر تو گذشته بود، برای ماترک کردی، کرم بانی نہایتست، البتہ آن
نیز میسر تو گردانیم،

چنانکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش از وصول و نہرت، فصاحت و بلاغت عرب را
می دید تمنی می برد کہ مرا نیز این چنین فصاحت و بلاغت بودی چون اورا عالم غیب کشف گشت
و مستحق شد بکلی آن طلب و تمنی بر دل او سر و شد، حق تعالی فرمود کہ آن فصاحت بلاغت
کہ می طلبیدی بتو دادم، گفت یارب مرا پیہ کار آید، فارغم از آن و نخواہم، حق تعالی فرمود
آن نیز باشد و فرغت قائم بود و بیچ ترا زیان ندارد، حق تعالی لوراسخے داد کہ جملہ عالم از
زمان او تا بدین ہمد در شرح سخن او مجلد ہاے گوناگون ساختند، و می سازند و بہروز از او کہ
آن قاصرند، و حق تعالی فرمود کہ نام ترا صحابہ از ضعف و ازیم و شتر حسودان در گوشہا پنا
می گویند بزرگی ترا بجدی نشر کنم مآرہا می بلند بر اقالیم پنج وقت بانگ زنتہ باد از ہا می
بلند و الحاہنہا می لطیف در مشرق و مغرب مشہور شود،

اکنون ہر کہ درین راہ خود را در باخت ہمہ مقصود ہا می بینی و دنیاوی اورا میسر گشت
و ہرگز کس ازین راہ شکایت نکرد و سخن ما ہمہ نقدست و سخنانی دیگران نقل، و این نقل
فزع نقدست نقد چون پای آدمیت، و فصل چون قالب چوبین، بشکل قسم آدمی،
اکنون آن قدم چوبین را ازین قدم صلی و زویدہ اند و اندازہ آن ازین گرفته اند، اگر دعالم
پای بنودی، ایشان این قالب را از کجا ساختندی،

بس بعضی سخنانہ نقدست و بعضی نقل و ہدیہ گیری مانند میز می می باید کہ نقد از نقل نشنا

می بردن چنین می گفت پدر عاجز شد و اورا بگذاشت، بعد ازین درین طلب بہ بعد او آمد
 حالے کہ جنید را بمیدان خود بگفت هذا فقدا الله و چون باشد کہ برہ مادر خود را شناسد
 چون در صبح آن لباس و او از عقل و تمیز زاده است صورت را را ما کن شیخی بود و مرید آن
 را پیش خود ایستاد رہا کردی دست بسته و در خدمت گفتند، ای شیخ این جماعت را چرا
 نمی نشانی کہ این رسم درویشان نیست این آئین امر او ملوک است گفت فی خاموش کینہ
 من خواہم کہ ایشان این طریق را منظم دارند تا بر خود و ارشوند اگر چه تعظیم در دست و لیکن
 انظار عنوان الباطن معنی عنوان حیثیت، یعنی کہ از عنوان نامہ را بداند کہ نامہ بر
 کیست و از عنوان کتاب بداند کہ در اینجا چه بابہا است، و چہ فصل ہا، از تعظیم ظاہر و
 سر نہاد و، و بپایستادن معلوم شود کہ در باطنہا چہ تعظیم دارند، و چگونہ تعظیم می کنند حتی
 و اگر در ظاہر تعظیم نمایند معلوم گردد کہ باطن مانا پاکست، و مردان حق را منظم نمی دارند،

فصل

سوال کرد جوہر خادم سلطان کہ بوقت زندگی یکی را پنج بار تلقین می کنند، سخن را فہم
 نمی کنند، بعد از مرگ چہ سواش کنند کہ بعد از مرگ سوا لہا فراموش کنند، گفتم چہ آموختہ را
 فراموش کنند، لاجرم صاف متشایستہ کردند سوال نا آموختہ را، این ساعت تو کہ کلمات
 من از آن ساعت تا اکنون می شنوی، بعضی را قبول می کنی کہ جنس آن شنیدہ، و قبول
 شد حضرت بایزید کا سال وفات ۳۳۰ یا ۳۳۱ و حضرت جنید کا بہ قول اصح ۳۰۰، اس
 حضرت بایزید کا ایک نو عمر طالب علم کی حیثیت سے حضرت جنید کو ایک مرشد کامل کی حیثیت سے
 دیکھنا تا یہی حیثیت سے قرین قیاس نہیں،

کرده، و بعضے را تم قبول می کنی، و بعضے را توقع می کنی، و بحث میکنی، و این رد و قبول و بحث باطن تر هیچ کس نمی شنود، آنجا آلتی نه هر چند گوش داری، از اندرون بگوش تو باگنی نمی آید، اگر اندرون بگوشی گوینده نیابی،

این آمدن تو بزیارت، همین سوال است بی کام و بی زبان که مرا راه بنماید و انج نموده اید روشن تر کنید، و این نشستن با شما خاموش یا گویا جواب آن سوالهاست پنهانی شماست چون از اینجا خدمت پادشاه باز دید سوال و جواب با پادشاه است، و پادشاه را بی زبان همه روز با بندگانش سوال است که چون می ایستند، و چون می نگرند، اگر کسی را در اندرون نظر کشی هست، لابد جوابش کشی آید و یا خود بر نمی آید، که جواب راست گوید، همچنانک کسی شکسته زبان باشد، هر چند خواهد تا سخن درست گوید نتواند، زرگر که بسنگ می زند زرد را و آن سوال است، و جواب زری گوید، اینم، خالصم یا نیمخته،

بوته خود گویدت چون پالودی که زری یا مس زرد اندودی
گر سنگی سوال است از طبیعت، که بخانه تن خلی هست خشتی بده، گلی بده، خوردن آب است که بگیر، نا خوردن جواب است که هنوز حاجت نیست، آن مهره هنوز خشک نشده است بر سر آن مهره دیگر نشاید زدن، طبیب نبض می گیرد، سوال است جنین در رگ جواب است قطر بقاروره سوال است و جواب است بی لاف گفتن، دانه در زمین انداختن سوال است که مرا فلان میوه می باید درخت رستن جواب است بی لاف زبان، زیر جواب بی حرمت سوال بی حرمت باید، و اگر دانه بوسیده بود و زوید، هم سوال است، و جواب است که مرا چیزی از مایه نبود من چه دهم از بوا

پادشاهی سه بار رقعہ خواند و جواب نه نوشت او شکایت نوشت که سه بار است که بخند

عرصہ می داریم اگر قبول بفرمائید و اگر رد فرمائید پادشاہ بظہر رقمہ نبشت اما علمت ان

ترک الجواب جواب، جواب اللاحق السکوت ا

نارویدن درخت ترک جواب ست، لاجرم جواب باشد، ہر حرکتی کہ آدمی کند سوال
و ہر چہ اور پیش می آید از غم و شادی جواب باشد، اگر جواب خوش شنود، باید کہ شکر کند و شکر
اکن بود کہ ہمہ جنس آن سوال کہ بر آن سوال این جواب یافت اگر جواب ناخوش شنود و استغنا
کند و دیگر جنس آن سوال نکند، فلک لا اذ جاءهم باسنا تضرعوا و لکن تستقلون
فہم نکردند کہ جواب مطابق سوال ایشانست و نہایت لہم الشیطان ما کانوا یعلمون
یعنی سوال خود را خوب می دیدند می گفتند این جواب زشت لائق این سوال و نہ انستند
کہ دود از ہیزم بودند از آتش، ہر چند ہیزم خشک دود آن کمتر گلستانی را یا غیبانی سپرد
اگر آنجا بوی ناخوش آید تہمت بر باغبان نہ نہ بر گلستان، گفت مادر را چرا گشتی
گفت چیزی دیدم کہ لایق نہ بود گفت مر درامی بایست کشتن گفت پس
ہر روزی مردی می کشم

اکنون ہر چہ ترا پیش آید نفس خود را ادب کن تا ہر روز با یکت جنگ بناید کردن
اگر گویند گل من عند اللہ گوئیم لاجرم عتاب کردن نفس خود را و عالمی را را ہیند ہم
من عند اللہ چنانکہ آن کی بروخت قمر دینی میوہ می ریخت و می خورد خداوند

سے جب ہمارا عذاب پہنچا، تو بخون تفرغ دعا جی سے کیون نہ کام لیا، نہیں، بلکہ ان کے دل
توخت ہو چکے تھے، (الانعام ع ۵) سے شیطان نے ان کے کہ قوت ان کی نظیرین خوش کرد کھائے،
(الانعام ع ۵) سے منوی و فرزد ہم حکایت مامت کردن مردم بخنے کہ مادرش را گشت بہت سے
آن کے از خشم اور را بکشت
ان کے گھٹس کہ از بدگوہری
ہم بہ زخم خجرو ہم زخم نبشت
باد مادر دے تو صحت ماوری
سے ہر شے خدا ہی کی جانب سے ہے۔ (صناع ع ۱۱)

باغ مطالبہ کرد، گفت از خدا نمی ترسی، گفت چرا ترسم درخت از آن خدا و من بنده خدا
بنده خدا می خورم و از نعمت خدا گفتم باش تا جو آبش بگویم گفت رس بیارید و او را برین
درخت بندید و بزیند تا جواب ظاهر شدن فریاد بر آورد که از خدا نمی ترسی؟ گفت چرا ترسم
تو بنده خدا و این چوب خدا می زنی و بر بنده خدا چوب خدا،

حاصل این عالم بر مثال کو هست، هر چه گوئی از خیر و شر از کوه همان صدا شنوی
و اگر گمانبری که من خوب گفتم کوه زشت جواب داد و حال باشد که بلبل در کوه بانگ
کند، از کوه صدای آواز پیدا نوی دیگر پس یعنی دان هر بانگی که کردی، در جواب همان شنوی، بیت،
بانگ خوشش و چون بکوه آئی کوه را بانگ خرچہ فرمائی
خوشش آواز است ہی دار و صد گنبد خضرا

فصل

فرمود ما بچو کا سہ بر سر آب رفتن کا سہ بر سر آب بکلم کا سہ نیت بکلم آب است
کی گفت این عام است الا بعضی می دانند بعضی نمی دانند،

فرمود کہ اگر عام بودی تخصیص آداب المؤمنین بین الاصبیحین^{علیہ السلام} راست نبودی و نیز فرمود
المؤمن علم النعمان^{علیہ السلام} و نتوان گفتن کہ این عام است، چون بگی علمها را او آموخت تخصیص
قرآن چیست؟ و همچنان خلق السموات و الارض^{علیہ السلام} تخصیص آدمی و زمین چیست چون
ہمہ چیز ہا را علی العموم او آفرید، لا شک ہمہ کا سہا بر سر آب قدرت و شمیم است و لیکن اگر

طے فتویٰ دفتر تجم احکامات در جواب جبری و اثبات اختیار الخ سے
گفت کہ چوب بندہ این بندہ شے زمین بندہ نیست دیگر بندہ خلق چوب حق دہشت و پہلو آن او تو من غلام آیت قرآن او
طے بر من کا قہر بندہ آئی او انگیز کہ در میان شے و نہ من جہش قرآن کی نیلیم دی (دفعہ ۱۱) زمین او آسمان کو پیدا کیا ہو جس

چیز کو مہدہ و مضاف کنند آن بے ادبی باشد چنانک گوید یخالق السقین والاضاط والفسه
 الا اگر گوید یا خالق السموات یا خالق العقول پس این تخصیص را فائده باشد، اگر چه عاقل
 پس تخصیص چیزی دلیل گزیدگی آن چیز کند، حاصل کاسه بر سر آب می رود و آب
 از آن را برو می برد که همه کاسها از روی نظاره گران کاسه میشوند و کاسه بر سر آب نیاید
 بروی که کاسها از وی می گریزند، طبعاً و فنگ می دارند، و آب ایشان را الهام گریزی دم
 و قوت گریز و در ایشان این می نهد که اللهم منعمنا منذ بعدا و بان اول اللهم منمنا قد بان
 اکنون انکس که عام می بیندی گوید که اندوی سخری مهر و دو سخرانند و کیست ادجوا
 می گوید که اگر تو لطف و خوبی حسن گردانیدن آن این کاسه را می دیدی، و پرسی این
 حسن خاص و ازین خوبی تر ابروای آن صفت عام نبوی، چنانک مشوق کس با هر
 سرگینها و خضر لغیا مشترک است از روی هستی و از روی جسمی، هرگز بخاطر عاشق آید که مشوق
 من مشترک است با خضر لغیا و در آن وصف عام که هر دو جسم اند، و تجزئی اند و درش جفتند و
 حادث و قابل فنا اند و غیو هاست و الا و متاع العله هرگز در گنجی که هر که در ازین صفت عام یابد کند
 اورا دشمن گیرد و ابلیس خود داند،

پس چون در تو این گنجد که نظر بان جهت عام کردی تو اهل نظاره حسن خاص مانی
 با تو نشاید مناظره کردن زیر امتاظره ما نحن آیمته است و انما حسن بغیر ایش ظلم باشد،
 قال لا تعلم الحكمة غیرها ما لم تعلمهم ولا تمنعها عن اهلها فاعلم ان علم نظرت
 علم مناظره نیست، گل دیوه نمی شکند پیاییز که آن مناظره باشد یعنی پیاییز مقادیر
 و مقابله کردن باشد، و گل را آن طبع نیست که مقابله کند پیاییز، اگر نظر آفتاب حمل
 یافت برون آید و رهو اے معتدل عادل و اگر نه سرد کیشد و باصل خود رفت پیاییز اورا

می گوید، اگر تو شاخ خشک نیستی پیش من برون آئے اگر مردی اومی گوید من پیش تو شاخ
خشکم و نامردم ہر چہ خواہی بگو، بیت،

ای پادشاہ صادقان! چون من منافق دیدہ؟

بازندگانت زندہ ام یا مردگانت مردہ ام

تو کہ مولانا بہاؤ الدینی اگر پیر زنی را کہ دند انہا ندارد و روئے چون پشت سوسمار
آزنگ بر آتشنگ بیاید کہ اگر مردی و جوانی اینک آدم اینک فرش نگار و اینک
میدان مردی بنامی اگر مردی گوئی محاذالشک و شکن نیست و این حکایت کردند دروغ بود چون
جفت توئی نامردی خوش شد،

کز دم می آید نیش برداشته، بر عضو تومی زند کہ نشودم کہ مرد و خندان و خوشی، بخند،
تا خندہ تر اینم، می گوچو تو آمدی مرا بیچ خندہ نیست، و بیچ طبع خوش نیست، آنچه گفتند و
گفتند، ہمہ دواچی خندہ ام مشغولست کہ تو کی روی و از من دہد نشوی،

گفت آہ کردی ذوق رفت، آہ کن تا ذوق نرود، فرمود گاہی بود کہ اگر آہ
نکنی ذوق برود علی اختلاف الحال، و اگر چنین نبود می نفرمودی اتا بسا ہم کلا و
حلیتم، و ہم طاعتی اظهار بنیاستی کردن، کہ ہمہ اظهار ذوق ست حاین سخن کہ تومی گوئی از
بہر آن می گوئی کہ ذوق نیاید پس اگر برندہ ذوق ست برندہ ذوق را مباحثرت میکنی،
بناید، و این نظیر آن باشد کہ خستہ را بانگ زنند "برخیز کہ روز شد، کار روان می رود
گویند مزین بانگ کہ او در ذوقست ذوقش برمد گوید کن ذوق ہلاکتست و این ذوق
خلاص گویند تشویش مدہ کہ مانع است این بانگ فکر را گویند "بدین بانگ خستہ فکر

لے بیشک ابراہیم بڑے ہی نرم دل و باری تھے " (توبہ ع ۱۴)

آید و گرنہ اور اچھ فکر باشد درین خواب بعد از آنکہ بیدار شود در فکر آید
 آنکہ بانگ برود و نوح باشد، اگر بانگ کتہہ بالائی او باشد، موجب زیادتی فکر
 باشد، زیرا مبتدا و صاحب علم باشد و اورا بیداری باشد، آگہی چون اورا بیدار کرد از
 غفلت، از علم خودش آگاہ کند، و آنجاش کشد، پس فکر او بالا گیرد چون اورا از جای بلند
 اوزدادند، اما اگر بعکس باشد، کہ منہ تحت آن باشد در عقل چون اورا بیدار کند اورا نظر
 بریز آفتد، چون بیدار کتہہ اغفلست لابد اورا نظر با نفل آفتد، و فکر او ببالم منفل بود

فصل

این کسانی کہ تحصیلہ کرده اند و تحصیل اند می بندارند کہ اگر اینجا ملازمت کنند
 علم را فراموش کنند، بلکہ چون اینجا آئند علما نشان ہمہ جان گیر و علما ہمہ نقشند
 چون جان گیرند بچیان باشد کہ قالب مرده جان پذیر فیتہ باشد، اصل این ہمہ علما از
 آنجاست، از عالم بی حرف و صوت نقل گردد،

و کلام اللہ من معنی تکلیما حق تعالی بموسی سخن بحرف و صوت گفت زیرا حرف
 را کام و لب می باید تا ظاہر شود حق تعالی و تقدس منزہ از لب و دہان پس انبیاء را
 در عالم بی حرف صوت گفت و شنودست با حق کہ اولہم این عقول جزوی آنجا رسند
 و نتوانند پے بردن اما از عالم بی حرفی در عالم حرف و رمی آیند، و طفل می شوند بر اسے
 این طفلان کہ نقبت می نمود، اکنون اگر چه این جامعست کہ در حرف و صوت مانده اند
 باحوالی او رسند اما از وقوت گیرند و نشود نمایا جزد و باوے بیار آمدند، همچنانک طفل

لے "اور خدا نے موسیٰ سے کلام کیا" (نساء ۶۳) لے "میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں"

اگرچہ مادر النبی مشناسہ تفصیل، ابابوی می آرد و قوت می گیرد و همچنانکہ میوه بر شخ می آرد، و شیرین می شود، و از درخت خبر ندارد، همچنان ازاں بزرگ می شود و از حرف و صوت او اگرچہ او را ندانند و بوی نرسند، اما از قوت گیرند و پرورده شوند و در جملہ نقوش اینست کہ در اے عقل و حرف و صوت چیزی و عاے هست عظیم،

نه بینی کہ ہمسہ خلق میل کند بدیوانگان و بزیارت ایشان می روند، و گویند باشد کہ این آن باشد، راست، چنین چیزے هست، اما محل را غلط کردہ اند، آن چیز در عقل نگنجد، اما نہ ہرچہ کہ در عقل نگنجد آن باشد، کل جویند مدد و سر و لبس کل مدد و سر جویند، نشانش آن باشد کہ گفتیم کہ اگرچہ او را حالتی باشد کہ در گفت و ضبط نیاید اما از دی عقل جان قوت گیرد و پرورده شود و درین دیوانگان کہ اینہا کرد آدمی گردند این مضی نیست و از خوشن بینی گردند و باو آرام نمی گیرند اگرچہ می پذیرند کہ آرام گرفته اند آرا آرام نگوئیم بچون کہ طفلی از مادر جدا شد بکھنہ با دیگر می آرام یافت آن را آرام نگوئیم زیرا غلط کرن است،

طبیعیان می گویند ہرچہ مزاج را خوش آید و شتہای اوست اورا قوت دہد، و خون اورا صافی گرداند، اما قتی کہ بی علتش خوش می آید تقدیراً اگر گل خواری را گل خوش می آید، آن را نگوئیم مصلح مزاجست، اگرچہ خوش می آید، و ہمچنین صفرائی را ترشی خوش می آید و شکر ناخوش، آن خوشی را اعتبار نیست زیرا بنا بر علتست، خوشی آنست کہ اول میل علت اورا خوش می آید مثلاً دست یکی را بر آیدہ اند، یا شکستہ اند، و آویختہ است جراح آن مار است می کند و بر جائے اول می نشاند اورا آن خوش نمی آید و درد میکند جراح می گوید ترا اول آن خوش می آید کہ دست راست بود، و با آن آسودہ بودی،

و چون کثری کردند مستالم می شدی و می ریخیدی این ساعت ترا اگر
آن کثر خوش می آید این خوشی در دست این را اعتبار بناسند چنان
ارواح را در عالم قدس خوشی بود از ذکر حق و استغراق در حق
بود همچون ملائکه اگر ایشان بواسطه اجسام معلول شدند و گل خوردن شان خوش می آید
بخی و دلی که طلیب است می گوید که ترا این خوشی دروغ است ترا خوش چیزی دیگر
می آید آنرا فراموش کردن خوشی مزاج اصلی صحیح تو آنست که اول ترا خوش می آمد
این علت ترا خوش می آید تو می پنداری که ترا خوش می آید

عارفی پیش بخوی نشسته بود بخوی گفت سخن ازین سه بیرون نیست یا اسم یا فضل
یا حرف است عارف جامه بدرید که او دینا ه بیست ساله عمر من و سعی و طلب من بیادرت
که معلوم گردد که برون ازین سخن دیگر هست مجاهده یا کردم تو امید مرا ضائع کردی هر چند
که آن عارف بآن سخن و مقصود رسیده بود الا بخوی را باین طریق تنبیه می کرد
آورد اند که حسن و حسین رضی الله عنهما شخصی را دیدند در وقت طفلی که وضو کشی کرد
و نامشروع خواستند که بطریق احسن او را وضو تعلیم دهند پیش او رفتند که این مرا می گوید که
تو وضوی کثری سازی هر دو پیش تو وضو بسایم بنگر از هر دو کدام راستست و مشروط
هر دو پیش او وضو ساختند گفت ای فرزندان وضوی شما سخت راستست و بیگوست
وضوی من سبکین کثر بون است

چند آنکس همان پیش شود خانه را بزرگتر کنند و آرایش بیشتر شود و طعام بیش
سازندانی بینی طعناک را چون تذک او کوچک است اندیشه او نیز که همان ست لائق خانه
قالب دوست غیر شیر و دایه نمی تواند و چون بزرگتر شد همانان اندیشه های او فرو نماند

از عقل و ادراک و تمیز و غیره خانه بزرگتر گردد،

و چون همان مفتی آید در خانه بنگهد، خانه را ویران کند، و از نو عمارت سازد و پردہای
پادشاهانہ بردارد و او لشکر با چشم او در خانه بنگهد و آن پردہا لاتی این درہا بنشیند آنچنان
چشم بی صدر امقام بی حدی باید و آن پردہا را چو بر آویزند، ہمہ روشنایاں ہند و مجاہبا
برخیزند و پنهانہا آشکارا گردند، بخلات پردہای این عالم کہ حجاب می افزایند، این
پردہا لعکس آن پردہا است

انی لاشکو خطی بالاعینہا لیجمل الناس عن عذری عن عذری
کما المشیع یملک لایدی سای اعترت امن محبتہ الناس ام من فقه العسل

تخصی گفت این را قاضی ابو منصور ہروی گفتہ است، گفت پنجم قاضی منصور
گوید پوشیدہ و تردد آمیز و متلون باشند اما منصور بر تافت، پیدا و فاش گفت ہمہ عالم ہر
قضا اند و قضا سیر شاہد، و شاہد پیدا کند پنهان ندارد،

گفت صفو از سخنان قاضی بخوان، بخوان بعد از آن فرمود کہ خدا را بندگانند
کہ چون زنی را در چادر ببیند، حکم کند کہ نقاب بردارد تا روی ترا بینم کہ چہ کسی و چہ چیزی
کہ چون تو پوشیدہ بگذری و ترا بینم، مرا تشویش خواہد بودن کہ کہ بود و چہ کس بود،
من آن نیستم کہ اگر روی ترا بینم، بر تو فتنہ شوم، بولبتہ تو شوم، مرا خدا دیرست کہ از شما
پاک و فارغ کردہ است، از آن اینم کہ اگر شما را بینم مرا تشویش شود الا اگر بینم در
تشویش باشم کہ چہ کس بود بخلات طالعہ دیگر کہ اہل نفس اند ایشان اگر روی شاہد ان
بار بیند فتنہ ایشان شوند و مشوش گردند پس در حق ایشان آن بہ کہ روی باز
نکند تا از فتنہ برہند،

فصل گفت در خوارزم کسی عاشق نشود کجا شاهان بسیار اند چون شاه بی بینند
 دل درو بندند بعد از آن از دهنتری بینند آن بر دل شان سر دشت و فرمود که بر
 شاهان خوارزم اگر نتوان عاشق شد آخر بر خوارزم عاشق باید شدن که در شاهان
 بی حدند آن خوارزم فقرست که در شاهان معنوی بسیارند و صورت های روحانی سید
 که بهر چه فرود آئی و قرار گیری دیگر روی نماید که اولین فراموش شود ای
 مالا نهایت پس بنفس فقر عاشق شویم که در چنین شاهانند

فصل

سيف المدين البخاري سلاح الى مصا كل واحد يجب صلوة العا لعشق صلوة لصف
 و خانداه و هو لا يمان حقيقة وجهه انما يحسب به قه و جها و ال الت ب قه و الوحه
 مسك و اكشف انت وجهك تجد في صلوة وجهك اني انا مسك و اثبت ايد
 قال تحقق عندي ان الانبياء و الاولياء على نطق باطل و ما كنهه شئ سعي ادعاء
 قال اتقول هذا اجزا اقام ترمي فنقول فان كنت ترمي و تقول فقد حققت
 المراد و يد في الوجه و هذا هو اعتنا الاشياء عندك في الوجه و فصدق الانبياء
 لانهم ما ادعوا الا الرؤية و قد اقرت به انت

تعال و به لا تهر الا بصي لا ال رؤية من اعمال متعديات الابد للروية
 من مائي و ساي و اما المائي فمطلوب و اما المائي فطالب و اعلى العكس فقد
 ثبت بانكراك الطالب و المطلوب الرؤية في الوجه و فيكون الاله هيتا و المعينة
 قضيت في فيها و اثباتها فكانت واجبة الثبوت البتة

قيل اولئك الجاعلهم يدرون ذلك المغفل ويعطون له، قلت لا يكون ذلك
 الشيخ المغفل ادنى من الجحى والوشن ولعبادهما تعظيم تفحيس ورجاء وشوق وسؤال
 وحاجات وبقاء ما عند الجحى من شئ ولا خبر كما حش شمر قد جعلها الله تعالى سببا
 لما فهم من الصداق وما عند الجحى من شئ، فذلك تقية كان يضرب صبيا فليل له لا يشق
 وما ذنبه قال امانتم تصفون، هذا اولك النافعل صانع قبل البش بيل وقت البش قال
 يهرب وقت الانزال يعنى عند التهميش يهرب خيال له فيبطل على الانزال، ولا شك ان
 عشقه كان يمنع خياله، وكان للصبي خبر من ذلك فذلك عشت هو كلاء مع خيال
 هذا الشيخ البطال وهو غافل عن برهم ووصالهم وحالهم ولو كان المشوق مع الخيال ^{لط}
 المحظى مما جبال الوجه لكنه لا يكون مثل العاشقه مع معشوق حقيقى خبير بصير بحال عاشقه
 كالذى يعانق فى ظلمة الليل اسطوانة حسبا يامنه انه معشوق ويكي ويشكى لا يكون فى
 اللذة شبيها بمن يعانق حبيبة اللطيف الخبير.)

فصل

ہر کسی چون غم جانی و سفری می کند اور اندیشہ معقول روی نماید کہ اگر انجارد
 معطل نما و کارهای بسیار میسر می شود، و احوال من نظام گیر و دوستان شاد شوند، و
 بروشمنان غالب آیم اور اپن نہاد نیست، و مقصود حق خود چیزے دیگر چندین بدیر
 کرد و بیرون شو، اندیشید کی میسر نشود بردنی مراد او، و مع ہذا بر تدبیر و اختیار خود بجا
 می کند، بیت

تدبیر کند بندہ وقت تدبیر نداند تدبیر بہ تدبیر خدا ندچہ ماند

دشمال این چنان باشد کہ شخصی در خواب می بیند کہ بشر خوب افتاد و در آنجا بیچ
 آشنائی ندارد، سرگردان می گردد نہ کس اورا می شناسد، نہ او کس را این مرد پشیمان
 میشود و غصہ و حسرت می خورد کہ من چرا درین شهر آمدم کہ آشنائی ندارم، دست بردست
 می زند و لب می خاید چون بیدار شود، نہ شهر میدونہ مردم معلوش گردد کہ آن غصہ و پشیمان
 بے فائدہ بود، پشیمان گردد از آن حال، و آن را ضایع و اند باز باری دیگر چون در
 خواب رود خوشی را اتفاقاً و چنان شہرے بیند غم و غصہ خوردن آغاز کند و پشیمان شود
 از آمدن در چنان شہر میچ نیندیشد کہ من در بیداری ازین غم خوردن متقدم بودم و می دانستم
 کہ ضایع بود و خواب بود و بے فائدہ، اکنون تعجب است خلقان صد ہزار بار دیدہ اند
 کہ غم و تدبیر ایشان باطل شد، و بیچ کار بر مراد ایشان پیش رفت، الا حق تعالی نیانی
 بر ایشان می گذارد، کہ آن جملہ را فراموش می کنند، و تابع اندیشہ و اختیار خود می گردند،
 ان الله يحول بين الماء و قلبه،

ابراہیم او غم در وقت پادشاہی بشکار رفتہ بود، در پے آہوی تاخت، تا چند ایک
 بجلی از لشکر جدا گشت، و در افتاد، و اسب در عوق غرق شد، او ہنوز می تاخت و در آن
 بیابان چون از حد گذشت، آہو سخن در آمد، و روی باز پس کرد کہ مداخلت لہذا اترارے
 این نہ آفریدہ اند و از عدم جہت این بوجود نیاروہ اند، کہ مرا شکار کنی خود مرا صید کردی
 گیر تا چہ شود، ابراہیم چون این را بشنید لغوہ زد و از اسب خود را انداخت، بیچ کس در آن
 صحرا نبود غیر شہانے باولا بہ کرد و جامہ پادشاہ نہ مرصع و سلاح و اسب خود را بدو داد کہ
 آن نہ خود دین و نہ بہیچ کس نگوید کس را از احوال من نشان مدہ آن نذر او برپوشیدہ
 راہ گرفت، اکنون غرض اورا یہین کہ چہ بود او خواست کہ آہو را صید کند، حق تعالی اورا

با بوسید کرد تا بدانی کہ در ہمہ عالم آن واقع شود کہ حق خواهد،

عمر رضی اللہ عنہ پیش از اسلام بخاند خواہر خود درآمد خواہرش قرآن می خواند ^{لنا} و بظلمت
 با واز بلند چون برادر را دید پنهان گرد و خاموش شد عمر بشیر برہنہ کرد کہ البتہ بگو کہ چه می
 خواندی و چرا پنهان گردی و الا این دم گردنت را ببرم، هیچ امان نیست خواہرش عظیم ترید
 خشم و مہابت اورای دانست ازیم جان مقرر شد گفت ازین کلام می خواندم کہ حق تعالی ^{لنا}
 زمان محمد فرستاد گفت بخوان تا بشنوم طہ را فرد خواند عمر تعظیم شد غضبش صد چند
 گشت گفت اگر ترا این ساعت مکشتم زبون کسے باشد اول بروم سراور را ببرم آنگاہ بکار تو
 پردہم بچیان از غایت غضب با بشیر برہنہ روی مسجد مصطفیٰ نہاد در راہ چون صنادید
 قریش اورا دیدند گفتند ان عمر قصد محمد دارد اگر کاری خواهد آمدن ازین بیاید زیر عمر گفت
 در جویت عظیم بود بہر لشکرے کہ روی نہادہ البتہ غالب گشتی بجسے کہ مصطفیٰ علیہ السلام
 ہمیشہ می فرمود کہ خداوند ادین عمر ابی نصرست دہ یا ابو جہل زیر این دو لہجہ خوشترست بودند
 و آخر چون سلمان گشت ہمیشہ عمر می گریستی وی گفتی یا رسول اللہ وای بر من اگر ابو جہل
 را ہستم می دشتی وی گفتی کہ خداوند امر با ابو جہل نصرست و قوت دہ یا بہ عمر حال من
 چه بودی در ضلالت می ماند می فنی ابجد در راہ بشیر برہنہ روی مسجد رسول نہاد
 و در آن میان حیریل و می آورد کہ یا رسول اللہ اینک عمر حق آید تا روی باسلام آورد
 در کنارش گیرہین کہ عمر در مسجد آمد معین دید کہ تیری از نور سپید از مصطفیٰ و در دوش
 نشست نعرہ زد و بے ہوش افتاد مہری و شتی در جاننش پدید آمد وی خواست کہ در
 پیش مصطفیٰ بگدازد از غایت محبت و محو گرد گفت یا بنی اللہ ایمان عرض فرما و آن
 کلمہ مبارک بگو تا بشنوم چون سلمان شد گفت اکنون بعد از ان کہ بشیر برہنہ بود

آدم و بھارت اک بعد ازین از حق کہ نقصانی در حق تو بشنوم فی الحال اما نش ندیم و بدین
شمشیر سرشس را بیرم از مسجد رفت، ناگاہ پدرش پیش آمد کہ دین گردانیدی، فی الحال
سرش از تن جدا کرد، و شمشیر خون آلود در دست می رفت، صنادید قمرشش شمشیر خون
آلود دیدند، گفتند آخر وعده کرده بودی، کہ سر آدم سر کو گفت اینک سر گفتند این سر
ازین جابردی گفت این سر آن سر نیست اکنون بنگر قصد عمر چه بود حق تعالی را مراد
چه بود، تا بدانی کہ کار با ہمہ آن شود کہ ادخواہد،

شمشیر بکفت عظم در قصد رسول آید

در دام خدا افتد در بخت نظر باید،

اکنون اگر شمار اینز گویند کہ چه آرد وید بگویند سر آردیم و اگر گویند کہ ما این سر را
دیدہ ہویم گویند نے این سر آن سر نیست، سر آنست کہ در آن بر سرے باشد، و اگر نہ
ہزار سر بیوی نیز زد،

این آیت بخواند کہ واذ جعلنا البیت منابۃ للناس وامننا الخ و این مقام ابراہیم علیہ السلام
ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ گفت خداوند چون مرا بخلعت رضای خویشتن مشرت گردانیدی
ذرات مرا نیز این کرمت روزی گردان، حق تعالی فرمود کاینال عہدی انظالمیت علیہ
یعنی آنہا کہ ظالم باشند ایشان لایق خلعت و کرمت من نیستند، چون ابراہیم دانست
کہ حق را با ظالمان و طاغیان عنایت نیست، گفت کہ خداوند آنہا کہ ایمان آردہ اند
و ظالم نیستند ایشان را از رزق خویشتن بانصیب گردان، و از ایشان درین مدار،

سے جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ ٹھہرایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہوئے جگہ گناہ
کی جگہ بناؤ، (بقرہ ۱۲۵) سے، میرا اقرار ظالموں کے لئے نہیں، (بقرہ ۱۵)

حق تعالیٰ فرمود رزق عام است ہرہ را نصیب باشد، و ازین مہمان خانہ کل، لائق منتفع شوند
 الا ضلعت رضا و قبول و تشریف کرامت قسمت خاصان است و برگزیدگان،
 اہل ظاہر گویند کہ عرض از بیت کعبہ است، کہ ہر کہ دروی گریزد از آفات این باشد
 و در آنجا صید حرام باشد، و کس نشاید ایذا رسانیدن و حق تعالیٰ آن را برگزیدہ است، این
 راست است، و خوب است، الا این ظاہر قرآن است، محققان می گویند کہ عرض از بیت
 دون آدمیت یعنی خداوند باطن را از وسوس و مشاغل نفسانی خالی گردان، و از وسوس و
 و فکرهای فاسد و باطل پاک کن تا هیچ دروغی نماند و امن ظاہر گردد، بسکلی محل وحی تو باشد
 دیو و وسوس را در آن راہ نباشد، بچنان کہ حق تعالیٰ بر آسمان شہب گماشتہ است تا طین
 رحیم را مانع می شوند از استماع اسرار ملائکہ تا هیچ کس را احوال ایشان و وقت نیابد و
 ایشان از آفت ہا دور باشند، یعنی خداوند اتو نیز با سببان عنایت خود را بر دون ماکمشتہ
 و از تا وسوس شیطین و مکرهای نفس و ہوار از مادور دارند، این قول اہل باطن و
 محققان ست ہر کسی از جای خود می جنبد،

قرآن دیبای دور دیہ است بعضی ازین روی بہرہ می یابند، و بعد از آن رکود و دور
 است است چون حق تعالیٰ می خواهد کہ ہر دو قوم از دستنید شوند، بچنانکہ زنی را
 شوہری است، و فرزندش شیر خوارہ و ہر دور از حفظ دیگرست طفل را لذت پستان
 و شیر، و شوہری را لذت جنسی، خلایق طفلان راہ انداز قرآن لذت ظاہر یابند، الا آنہا کہ
 رجال اند و کمال یافتہ ایشان در معانی قرآن تفرجی دیگر دارند، و نفی دیگر،
 مقام مصلائی ابراہیم در حوالی کعبہ جایست کہ اہل ظاہر می گویند، آنجا دو رکعت نماز
 باید کردن این خوب ست، امی و اللہ الا مقام ابراہیم پیش محققان آنست کہ ابراہیم و آنجا

را در آتش اندازی از بهر حق و خود را بدین مقام رسانی بجدوسی در راه حق یابزدیک
 این مقام که او بهت حق خور افدا کر یعنی نفس را پیش او خطر نماند و بر خود نه لرزید در مقام
 ابراهیم و در کعبت نماز خوب است الا چنان نمازی که قیاس درین عالم باشد و کوشش
 در آن عالم مقصود از کعبه دل انبیا و اولیا است که محل وحی حق است وین کعبه فرع
 آنست اگر دل نباشد کعبه بچه کار آید، انبیا و اولیا بکلی مراد خود ترک کرده اند و تابع مراد
 حقند تا هر چه او فرماید آن کنند، با هر که او عنایت نباشد، اگر توفیق ماور بود و از بیزار شوند و در دیده ایشان دشمن نماید،

داویم بدست تو عنان دل خویش تا هر چه تو گوئی بخت من گویم خست
 هر چه می گویم مناسبت مثل نیست مثل دیگرست و مثال دیگر حق تعالی نور خود را
 مبصباح تشبیه فرمود و بهت مثال، وجود او یار ابرو جابه، این بهت مثال است، نور او
 در کون و مکان نگیرد، و ز جابه و مبصباح کی گنجد مشارق انوار حق جل جلاله در دل کی
 گنجد الا چون طالب آن باشی آنرا در دل یابی، نه از روی ظرفیت که آن نور در آنجاست
 بل آنرا از آنجا یابی همچنانک نقش خود را در آئینه یابی، مع هذا نقش تو در آئینه نیست، الا چون
 در آئینه نظر کنی خود را بینی چیزهای که آنرا معلول نماید چون آنرا مثال بگویند معلول می شود
 و چون معلول گردد محسوس شود، همچنانکه گویی چون کی چشم هم می بند چیزهای عجب می بیند
 و صورت اشکال محسوس مشاهده می کند، چشم چون می کشاید هیچ نمی بیند این را هیچ کس معلول
 نداند، و با در نکند، الا چون مثال بگویی معلوم شود و این چون باشد همچون کسی که در خواب
 صد هزار چیزهای می بیند که در بیداری از آن ممکن نیست که یک چیز بیند، و همچنین مهندسی که در باب

سلف مثنوی و تفراد و مثنوی دل نهادن در حجاب بر احساس و در انهم گفت پیچیده کن فرمود است من بگویم در باب اولیست
 و زین آسمان عرش نیز، من بگویم این عین من است و در دل او من بگویم عجب گرم جوی در آن دلدل طلب
 سلف اس مقام پر تین هندی نسیم نم جو جاتین یون یک مخفر جرات که جو باطل آخرین سلفی،

تصور خانہ کرو، دوحض و طول و شکل آن کس را معقول ننماید، اما چون صورت آنرا بر کاغذ
نگارو، ظاہر شود و چون معین کند کیفیت آن معقول گردد، و بعد از آن چون معقول شود و خانہ
را بنا کند بر آن نقش محسوس شود، پس معلوم شد کہ جملہ نامعقولات بشان معقول محسوس گردد
و همچنین می گویند کہ در آن عالم تا مہا پران شود بعضی بدست راست بعضی بدست چپ، و
ملائکہ و حشر و تار و جنت باشد، و میزان و حساب و کتاب و بیچ معلوم نہ شود تا این را
مثال نگویند اگر چہ آنرا درین عالم مثال نبود الا مثال معین گردد،

و مثال آن درین عالم آنست کہ شب ہمہ خلق می خپسند، از کفشگر و پادشاہ و قاضی
و خیاط و غیر ہم، اندیشہ از ایشان می پرد، و بیچ کس را اندیشہ نمی ماند، باز چون سپید ہ صبح
ہمچون نغمہ ز صور اسرافیل وارد دردمند، ذرات اجسام ایشان را زنده گرداند، اندیشہ ہر کی
چون نامہ پران سوی ہر کس می آید بیچ غلط نمی شود، اندیشہ خیاط سوی خیاط، آہنگر سوی
آہنگر، و اندیشہ فقیہ سوی فقیہ، اندیشہ ظالم سوی ظالم، اندیشہ عادل سوی عادل
بیچ درزی خفت و بامداد کفشگر بر خاست نے زیراکہ عمل و مشغولی او آن بود، تا بدانی
کہ در آن عالم نیز ہچنان باشد این محال نیست، و درین عالم واقع است، بس اگر
کسی خدمت کند، و بر سر رشتہ رسد جملہ احوال آن عالم را درین دنیا مشاہدہ کند
و برو مکشوف شود، تا بداند کہ در قدرت حق ہمہ می گنجد بسا استخوان ہادر گور بینی
پوسیدہ الا متعلق راستہ باشد خوش و سرست خفتہ و از آن لذت سستی با خبر، آخرین
گذران نیست کہ گویند "خاک بر خوش باد" پس اگر خاک را از خوشی خبر نبودی
کے گفتند،

صد سال بجا آن بت ہوش باد تیر غم اور ادل من ترکش باد

می شنوند، این می شوند و از خوف خلاص می یابند، زیر ازین سخن بوی امید و دولت
می آید، همچنانک کسی در شب تاریک با کاردانی همراه است از غایت خوف هر لحظه می بیند
و حراسیان با کاردان آویخته شده اند، می خواهد تا سخن همراهان بشنود و ایشان را بسخن
بشمارد چون سخن ایشان بشنود این می شود،

قل یا محمد اقرأ تو بگو زیر اذات تو لطیفست نظر با آنجانی رسد چون سخن می گوئی در می
یابند که تو آشنائی ارواح این می شنوند می آسایند،

لولا حفاظتی ایاک لعدتونی کفی بجسمی نمی کانی ساجلی
در کشت زار جانور کمیت که از غایت خوردگی در نظر نمی آید چون با بگ کند او را
می بیند بواسطه با بگ یعنی خلایق در کشت زار وینا مستغرق اند و ذات تو از غایت ^{لطیف}
در نظر نمی آید سخن بگو تا ترا بشناسند،

چون تو خواهی که جای روی اول دل تو می رود، و می بیند، بر احوال آن مطلع
می شود آنکه دل بازمی گردد، و بدن را می کشاند، اکنون این جمله خلایق نسبت با بنیاد و
اجسام اند، دل عالم ایشانند، اول ایشان در آن عالم سیر کردند، و از بشریت برو
آگند، و تحت و فوق آن عالم را مطالعه کردند، و قطع منازل کردند تا معلوم شان
شد که راه چون می باید رفتن آنکه آگند، و خلایق را دعوت می کنند که بیایند بدان
عالم اصلی که این عالم خرابه است، و سرای فانیست، و ما جانی خوشی یافتیم، شما را
خبری کنیم، پس معلوم شد که دل فی جمیع الاحوال ملذم و دلدار است، و ادرا حاجت قطع
منازل و خوف راهزن و پالان و اشتریت تن مسکین است که
مقید اینهاست، شعر،

بادل گفتم کہ امی دل از نادانی
 محروم ز خدمت کئی می دانی
 دل گفتم مرا بخت غلط می خوانی
 من لازم خدمت تو سرگردانی
 ہر جا کہ باشی و در ہر حال کہ باشی
 ہر کج تا محب و عاشق باشی و چون محبت ملک
 تو شد ہمیشہ محب باشی، در گورد و در شرو و در بہشت، الی مالا نہایہ، چون گندم کاشتی قطعاً
 گندم روید، و در انبار ہمان گندم باشد، و در تنور ہمان گندم باشد، و بخون خواست تائیش لیلی
 نامہ نویسید، قلم در دست گرفت،

خیالک عینی و اسہل فی فہمی و ذکر کفی قلبی الی این الکتب
 پس چون خیال تو متیم چشمست و نام تو بر زبان و ذکر تو در صمیم جان پس نام پیش تو
 کجی نویسم چون در این مغلہامی گردی قلم بشکست و کاغذ بدید،
 بسیار کس باشد کہ دلش ازین سخن پر باشد، الابعبارات و الفاظ نتوان آوردن
 اگر چہ عاشق و طالب و نیازمند این باشد، عجب نیست و این معنی عشق بنا شد، بلکہ خود
 اصل دلست و نیاز و عشق، بچنانک طفل عاشق شیرست، و از آن مدومی یابد، و قوت می
 گیرد، مع ہذا نتواند شرح شیر کردن و حد آن را گفتن، و در عبارت آوردن کہ من از
 خوردن شیر چہ لذت می یابم و بنا خوردن آن چگونہ متالم و ضعیف می شوم، اگر چہ جانفش
 خواہم و عاشق شیرست و بالغ اگر چہ بہر از گونہ شیر را شرح دہد اما در از شیر بیچ
 لذت بنا شد و از آن حظ نہارد،

فصل

نام آن جوان چیست سیف الدین فرمود سیف در خلافت نمی توان دیدن

سیف او باشد کہ برای دین جہاد کند و کوشش او کلی برای حق باشد و صواب را از خطا پیدا
کند و حق را از باطل تمیز کند الا جنگ اول با خویشین کند و اخلاق خود را مہذب گرداند
ایداً بنفسک و ہمہ فیہما با خویشین گوید،

آخر تو نیز آدمی دست و پا و سرداری و گوش و ہوش و چشم و دہان، اینیاد و ادنیاً
نہ کہ دولہا یا فتند و مقصود رسیدن ایشان نیز نشیر بودند چون ماجر او اعضا داشتند چہنی کہ ایشان
را راہ می دہند و در می کشانند، درائی گوش خود را بالہ و شب و روز با خود جنگ کند کہ
توجہ کردی و از توجہ حرکت صادر شد کہ مقبول نمی شوی تا سیف الدین و لسان الحق
باشی مثلاً وہ کس خواہند کہ در خانہ روند نہ کس راہ می یابند و یک کس برون می ماند و در شہ
نمی دہند قطعاً این کس با خویشین بیندیشد و زاری کند کہ عجب من چہ کردم کہ مرا اندرون
نگذاشتند، و از من چہ بی ادبی آمد باید کہ گناہ بر خود ہند و خویشین را مقصود بی ادب شناسد
نہ چنانک گوید این را بمن حق می کند من چہ کم خواست او چنین است اگر بخوبی راہ دادی
کہ این بکنایت دشنام باشد حق را و دشمنی زدن ناحق باین مہنی سیف علی الحق باشد نہ
سیف اللہ حق تعالی منفرہ است از خویش و اقربا۔ لکریکلن و لکریکلن

یہج کسی سوی اورا نہ یافت الا بہ بندگی اللہ الغنی دانستم الفقصا اع ممکن نیست
کہ بگوئی انکس را کہ بحق را یافت او از من خویش تر بود و از من آشناتر بود و او متعلق
تر بود پس قربت باو میسر نہ شود الا بہ بندگی او مطلق علی الاطلاق است و امن و یار پرگوہر گرد
خادر خلعت گل پوشانید و شتی خاک را حیات و روح بخشید بی غرضی و سابعہ و ہمہ اجزای

لے "نہ کوئی اس کی اولاد ہے، او زن و ہ کسی کی اولاد ہے،" (اخلاص)

لے "اللہ بے نیاز ہے، اور تم محتاج ہو،" (سورہ محمد، ص ۴)

عالم از نصیب دارند کسی چون بشنود که در فلان شهر کرمی هست که عظیم بخششها و احسان می کند بدین امید البتہ آنجا رود تا از و بهره مند گردد پس چون انعام حق چنین مشهور است و همه عالم از لطفت او باخبر اند چرا از و گدائی نکنی و طمع خلعت و صلہ نذاری کابل و پشینی که اگر او خدا دهد مر ابد بد و هیچ تقاضا نکنی سگ که عقل داد و اک نذر و چون گرسنه شود و نانش نباشد میش تومی آید و دمک می جنباند یعنی مرانان ده که مرانان نیست و ترهت آن قدر تیز دارد آخر تو کم از سگ نیستی که او بآن قدر راضی نمی شود که در خاکستر بخسجد و گوید که اگر خواهد مرا خود نان و بدلایمی کند و دوم می جنباند تو نیز دم بجنبان و از حق بخواه و گدائی کن که پیش چنین معطلی گدائی کردن عظیم مطلوب است چون بخت نذاری از کسی بخت خواه که او صاحب دولت است

حق عظیم نزدیک است بتو هر فکری و تصویری که می کنی او ملازم آنست، زیرا آن تصور و اندیشه را او هست می کند، و برابر تومی دارد، الا اور از غایت نزدیکی نمی توانی دیدن، و چه عجیبست که هر کاری که می کنی عقل تو با آنست، دوران کار شروع دارد و هیچ عقل را نمی توانی دیدن، اگر چه با تری بینی الا ذاتش را نمی توانی دیدن، مثل آن کسی در حمام رفت گرم شد هر جا که می گردد آتش با اوست و از تاثیر تاب آتش گرمی یابد الا آتش را نمی بیند و چون بیرون آید و آتش صین بیند باند که از آتش گرم شد و معلوم گردد که تاب حمام هم از آتش بود، و خود آدمی نیز حامی نگر نیست، در او تابش عقل و روح نفس همه هست، الا چون از حمام بیرون آئی و بدان جهان روی صین ذات عقل را بینی و ذات نفس و ذات روح را مشاهده کنی و بدانی که آن زیر کی و ادراک تابش عقل بوده است معین و آن تدبیر و حیل از نفس بود و حیوة اثر روح بود معین ذات

ہر ایک راہی راہ الامام کہ در حاتمے کش را محسوس نتوانی دیدن الا با اثر توان دیدن یا همچنان
کہ کسی ہرگز آب روان ندیدہ است اور آہٹم بستہ در آب انداختند چیزی نرم نرم بر جسم
ادمی زندہ الا نہی داند کہ آن چیست الا چون شیش بکشانید بدانند معین کہ آن آب بود اَدَل
باثر می دانست این ساعت ذاتش را می بیند پس گدائی از حق کن و حاجت از خود
کہ هیچ ضایع نہ شود کہ ادعوی استجب لکھ۔

در سمرقند بودیم خوارزم شاہ سمرقند را در حصار گرفتہ بود و لشکر کشیدہ جنگ می کرد
و در آن محلہ دختری بود صاحب جمال چنانک در آن شہر او را نظیر نبود ہر لحظہ معنی
خداوند اتو کی رد اداری کہ مرادست ظالمان دہی و می دانم کہ ہرگز رد اندازی
و بر تو عتقاد دارم چون شہر را غارت کردند ہمہ خلق را اسیر می بردند و کینہ کاران آن
دختر را اسیر می بردند بیچ باو المی نرسید و در غایت حسن کس او را التفات نمی کرد
و نظر نمی کرد تا بدانی کہ ہر کہ خود را بحق سپرد از آفتنا ایمن گشت و بسلامت ماند و حاجت
ہیچ کس در حضرت اوضائع نشد،

در ویشی فرزند خود را آموختہ بود کہ ہر چہ می خواست پدرش گفتی کہ از خدا خواہ
چون می گریست و آزا از خدا می خواست حاضر می شد تا بر این سالہا بر آمد روزی
کو دک و خانہ اتہا مانده بود ہر سیہ اش آرزو کرد و بر عادت مہود گفت ہر سیہ خواہم
ناگاہ کاسہ ہر سیہ از غیب حاضر شد، سیر بخورد و پدر و مادر چون پیادند گفتند چیزی نمی
خواہی گفت آخر ہر سیہ خواہم و خورد و پدرش گفت الحمد للہ کہ بدین مقام رسیدی
و اعتماد و وثوق حق بر تو قوت گرفت،

لے ”ہم سے دعا مانگئے زہم قبول کرتے رہیں گے“ (مومن ص ۶)

مادرِ میر تم چون میر تم را ندانند ز کرده بود بخدا کہ اورا وقت خانہ خدا کند و بوی
 بیج کاری نہ فرماید در گوشہ مسجدش بگذاشت ز کز تپائی خواست کہ اورا تیمار دارد و ہر
 نیز طالب بودند میان ایشان منازعت افتاد و در آن دور عادت چنان بود کہ ہر کہ
 چو بی در آب اندازد چوب ہر کہ بر روی آب بماند می آن چیز از آن او بودی اتفاقاً
 فال زکریا راست شد گفتند حق این سنت و زکریا ہر روز چون طعامی می آورد در گوشہ
 مسجد جلس آن آنجائی یافت گفت ای میر تم آخر وصی تو منم این از کجائی آوری گفت چون
 محتاج طعام می شوم ہر چہ می خواہم حق تعالی می فرستد کرم و رحمت ادبی نہایت است
 و ہر کہ برد اعتماد کرد هیچ ضایع نشد ز کز تپائی گفت خداوند چون حاجت ہمہ را رد می کنی
 من نیز حاجتی دادم میسر گردان و مرا فرزندی دہ کہ دوست تو باشد و بی آنک ۲ و را
 تحریر کنم اورا با تو مواظبت باشد و بطاعت تو مشغول باشد حق تعالی ایجابی را در وجود
 آورد و بعد از آنک زکریا پشت دو تا وضعیف شدہ بود و مادرش خود در جوانی عقیم بودہ حاجت
 پیری حیض دید و آبتن شد تا بدانی کہ این ہمہ پیش حق بہانہ است و ہمہ اوست و حاکم
 مطلق اوست ،

مومن اوست کہ بداند کہ در پس پردہ کسی ہست یک بیک بر احوال ما مطلع است
 و می بیند اگر چہ ما اورا نمی بینیم و این اورا یقین باشد بخلاف آنکس کہ گوید فی این ہمہ حکایت
 و باور ندارد و روزی بیاید کہ چون گوشش بالہ پشیمان شود گوید آن بدگفتم و خطا گفتم خود ہمہ
 او بود من اورا نمی می کردم مثلاً تو کہ رہائی میدانی کہ من پس و یوارم و رہابی زنی
 قطعاً نگاہ داری و منقطع کنی ،

این نماز آخر برای آن نیست کہ ہمہ روز قیام در کورع و سجود کنی الا غرض آنست

می باید آن حالتی که در نماز ظاہری شو پیوستہ با تو باشد اگر در خواب و اگر در بیداری اگر بنویسی و اگر بخوانی در جمیع احوال خالی نباشی از یاد حق مُحَمَّدٌ فِي صَلَاتِهِ تَعَمُّدًا باشی، این گفتن و خاموشی و خوردن و خفتن و خشم و عفو و جمیع اوصاف گردش آسیاست که می گردد قطعاً این گردش او بواسطہ این باشد زیرا خود او در آبی است، آب نیز از نمود است پس اگر اسباب این گردش از خود بیند عین جہل و بی خبری باشد پس این گردش و میدان تنگ است زیرا احوال این عالم است بجن بنال کہ خداوند امر بغیر این سیر گردش گردش دیگر روحانی میسر گردان چون ہمہ حاجات از تو حاصل می شود و کرم و رحمت تو بر جمیع موجودات عاست پس حاجات دم بدم بر حق عرصہ دارد بے ذکر او بمباش کہ یاد او مرغ روح را قوت دہد و بال است اگر آن مقصود کلی حاصل شد نور علی نور الا بایسے بیاد کردن حق اندک اندک یا طن متور شود، و ترا از عالم انقطاعی حاصل گردد مثلاً همچنانک مرغی خواهد کہ بر آسمان پروا گرچہ بر آسمان نرسد الا دمدم از زمین دوری شود و از مرغان دیگر بالامی گیر و مثلاً و حقہ مشک باشد و ہاں حقہ تنگ است دست دردی می کنی مشک نمی توانی پیردن آوردن الا مع ہذا دست مسطر می شود و منام خوش می گردد پس یاد حق بچنین است اگرچہ بذاتش نہ رسی الا یادش جل جلالہ اثر ہا در تو کند و فائدہ عظیم از ذکر حق حاصل شود،

فصل

شیخ ابراہیم عزیز دوشی است چون اورامی منیم از دوستان یاد می آید مولانا شمس الدین را عظیم عنایت بود بایشان پیوستہ فرمودے شیخ ابراہیم ما، و بخود اضافت کردی عنایت

چیزی دیگرست واجتهاد کاری دیگر اینها بمقام نبوت باجتهاد نرسیدند آن دولت بخت یافتند الا سنت چنان است که هر که آن مقام حاصل شود سیرت و زندگانی او بر طبقی چنان و صلح باشد و آن هم برای عوام است تا بر ایشان و قول ایشان اعتماد کنند زیرا قطر خلق بر باطن نمی افتد ظاهر میزد و چون متابعت ظاهر کنند بواسطه و سیرکت آن بیاطن راه نهند آخر فرعون نیز اجتهادی عظیم کرد و ریدل و احسان و اشاعت خیر الاجون عنایت نبود لاجرم آن طاعت واجتهاد و ادراغ فرعون نبود و آن جمله را میوشانید،

پنجا بک امیری در قلعه باہل قلعه احسان و خیر می کند و عرض او آنست که بر پاوشا
خروج کند و طاعنی شود و لاجرم از احسان و اورا قدری نباشد اگر چه بکلی نتوان نفی عنایت کرد
از و شاید که حق تعالی را با و عنایت خفی باشد برای مصطفیٰ و اورا مرد گرداند زیرا پادشاه را
قهر و لطفت و خلعت و زندان هر دومی باید اہل دل از و بکلی نفی عنایت نکند الا اہل ظاہر
اورا بکلی مردود دانند و مصطفیٰ در آنست بہت قوام ظاہر پادشاهی کی را برداری کند و
بر ظاہی خلعتی بر جای بلندی آویزد اگر چه بنوعی دیگر پنهان ہلاک توان کردن اما عرض
آنست تا مردم اعتبار گیرند و نفاذ حکم و مثال امر پادشاه ظاہر شود آخر ہمہ دارا و دچو
نباشد منصب و دولت دنیا نیز وار عظیم است چون حق تعالی کسی را خواهد کہ بگیرد اورا در دنیا
منصبی عظیم و یا پادشاهی بزرگ دہد چون فرعون و ملحد و امثال اینہا چون دارست
کہ حق تعالی ایشان را بر انجائی کند تا جملہ خلائق بر آن مطلع شوند،

حق تعالیٰ فرماید کہ کثرتِ تحقیقاً واجباً ان شاء تعالیٰ یعنی جلد عالم را آفریم و غرض از آن ہمہ اظہار ما بود گا ہی بلطف و گا ہی بقراینِ آبخنان پادشاہ نیست کہ ملک اورا

یک معرفت پس باشد اگر ذرات عالم معرفت شوند در تعریف او عاجز و قاصر باشند پس همه
خلایق روز و شب اظهار حق می کنند الا بعضی می دانند بر اظهار او اقتضای بعضی مانعند
اما اظهار حق ثابت می شود همچنانکه امیری فرمود تا یکی را تا دیب کند آنکس بانگ می زند
و فریادی کند متعجبند از اظهار حکم امیری کنند اگر چه از درد بانگ می زند الا دانند که ضارب
و مضروب محکوم امیرند و ازین هر دو اظهار حکم امیر پیدای شود آنکس ثبت حقیقت، اظهار
می کند حق را همیشه و آنکس که نافریت هم مظهرست زیر اثبات چیزیست بے نفی تصور ندارد
و بی مزه و لذت باشد شلا سناطی در محفل مسئله گفت اگر آنجا معارضی نباشد که لایسلم گوید او
اثبات چه کند و نکته او را چه ذوق باشد زیرا اثبات در مقابل نفی خوش باشد همچنین این عالم
تیر محفل اظهار حق است بے ثبت و نانی این محفل را در نفی نباشد و هر دو مظهر حقیقت یاران
رفتند پیش امیر آن بر ایشان خشم گرفت که این همه اینجا چه کار دارند گفتند این غلبه ما و این
ماجت آن نیست که بر کھنی ظلم کنیم برای آنست تا خود را در محفل و صبر مساویان باشیم و بعد
را یاری دهم همچنانکه در تعذیب خلق جمع می شوند برای آن نیست که مرگ را دفع کنند
عرض آنست تا صاحب مصیبت راستی شوند و از خاطرش وقع و حشت کنند

الْمُؤْمِنُونَ كُنُفٌ وَأَجْدٌ^۱ در ایشان حکم یک تن دارند اگر عضوی از اعضا در
گیرد باقی اجزای او را نمیشود چشم دیدن خود بگذارد و گوش شنیدن و زبان گفتن همه بر آنجا جمع
شوند شرط یاری آنست که خود را فدای یار خود کند و خوشیتین را در غوغا اندازد و حجت یار
زیرا همه روی یک چیز دارند و غوق یک بحرند از ایمان و شرط اسلام این باشد یاری که
بتن کشند چه ماند به یاری به جان کشند لاجناب اما الی سبنا المنقلبین^۲ مومن چون

سے تمام مومنین مثل ایک ذات واحد کے ہیں "سے کچھ ہرچ ہرچ نہیں ہو تو اپنے پروردگار کی طرف پلٹاؤ" (شوراء ص ۳)

خود را فدای حق کند از بلا و خطر دست و پا چرا اندیشد چون سوی و دست می رود دست
و پا چه حاجت دست و پا برای آن داور تا زو بدین طرف روان شوی لکن چون
سوی پای سازد دست سازی روی اگر از دست بردی و در از پای افتی و به دست
و پای شوی چون سحره فرو خون چه غم باشد شعر

زهر از کف یار سیر تو بان خورد تلخی سختش همچو شکر تو بان خورد
بس با نکت یار بس با نکت جای که ناک بود جگر تو بان خورد

فصل

ان الله صابغ الحیو والنس یکنه صابغ لای صبی الا الحیو لانہ قال کنت کثرًا مخفیًا فاجبت

ان الله صابغ ان الله تعالی یسریده الامه والنهی و الامه لای صبح الا اذا کان العاصم ساکاتاً لما
اصابہ لای قال کل الحلاوته والسکة یا جامع وان قیل هکذا لای صبی اما بل یسمی اک اما کذلک النہی
لای صبح عن شیء یرغب عنه الا انسان لای صبح ان یقال لا تأکل الخبز ولا تأکل الشوک و یقول هکذا لای
نهیًا فلا بد لصحہ الامه بالخیو والنهی عن الشر من نفس لا غبیۃ الی الشر و اسرارہ و وجہ
هکذا النفس المردۃ للشر و لکن لای مرضی الشر و الامه صابغ بالخیو و یظهر من امر و التدبر
انہ صابغ بل المتعلم لان التدبیر لای ممکن الا بجل المتعلم ان السادۃ الشیء امر دایما من لوازم
ولکنہ لم یرضی بجملة و لکن ما علمہ و کذا اللطیف فانه انما یرید مرضی الناس اذا امر
طہی صابغ نفسه لانه لای ممکن طہی صابغ الامه مرضی الناس و لکن لای مرضی بل من الناس
و الامه و اھم و لا عالجھم و کذا الخبائث یرید جمیع الناس لخصیل کسبہ و فعاشہ و لکن صابغ
یرضی مجامعتھم و لا ما باع الخبز و کذا الامه و الخیل یریدون ان یکون سلطانھم

مخالف وعد والا لایظہر رجلیہ تم و محبتکم للسلطان ولا یجہم سلطان لعدم الحاجة الیہم
 لکن لا یرضون عن مخالفیہ والا لہا قائلوا وکن لک الانسان یرید داعی الشیء فی نفسه لانه یریب
 ان یریب من شاکر مطیعاً متقیاً وهذا لا یمکن الا بوجہ ثالث داعی لترك الشک والطاعة والتقی فی
 نفسه والسادۃ کشف السادۃ ما هو من لوازمہ وکن لا یرضی بہا لانه مجاہد بانہ مثل هذه الاشیاء
 من نفسه فعلم انه یرید للشیء من وجہ وغیر یرید لہ من وجہ والمخصم یقول انه غیر یرید للشیء من
 وجہ ما وهذا محال ان یرید الشیء ولما یرید ما هو من لوازمہ ومن لوازم الامر الہی هذه النفس
 الابیۃ التي ترغب الی الشیء طبعاً وتفر عن الخیر طبعاً وهذه النفس من لوازمہا جمیع الشیء لقی
 فی الدنیا فی لہر یرید هذه الشیء و یرید یرید النفس واذا یرید النفس لہر یرید الامر والنہی
 الملک ومین النفس ولہو رضی بہا ایضاً لما امرنا ولما نہانا فالحاصل ان الشیء ما دلیرہ ،
 ثم نقول اذا کان سدیداً کل خیر ومن الخیرات دفع الشیء و یرید انک الدفع الشیء
 ولا یمکن الا بامان الابد الکفر فیکون من لوازمہ الکفر الی اصل السادۃ الشیء انما یریب قبیحاً اذا
 السادۃ لعینہ اما اذا السادۃ لایرید لایکون قبیحاً قال اللہ تعالی ولکم فی القصاص حیل لا تشک بان
 القصاص شہ وھدم لبنیان اللہ تعالی و لکن هذا شہ جزوی وصوت الخلق عن القتل
 کلی والسادۃ الشیء الجزوی لا سادۃ الخیر الکی فلیست بقیحہ وتترك السادۃ الشیء الجزوی سادۃ الشیء
 الکی فہی القبیح وتظہر هذا ان الامر لا یریدنا جبہ الود لانہا لا تقطع الا الی الشیء الجزوی و
 والاب یرید یرجہ لا یقطع الجزی والا کلمۃ نظراً الی الشیء الکی اللہ تعالی عفو غفور رشید لبقا
 فہل یرید ان یرد علیہ هذه الاشیاء ام لا فلا یرید من بلہ ولا یریب عفو غفور الابد و
 الذنوب والسادۃ الشیء السادۃ ما هو من لوازمہ وکن الامرنا بالاعفو وامرنا بالصلح والاصلاح
 ولا تكون بهذا الامر فائدۃ الاب یریب والمخصمۃ تطیرہ ما قالہ عند السلام ان اللہ تعالی

امنا بالکسب وتحصيل المال لاننا قال والنقص في سبيل الله ولا يمكن انفاق المال الا بالمال كما
 امر بتحصيل المال ومن قال لغيره قم ففعل امرا بالاضواء وامر بتحصيل الماء وكل ما هو من

فصل

الشكر حميد وقيد للنعم، اذ سمعت صوت الشكر تا هبت للنبيذ، اذا احب الله عبدا
 ابتلاه، فان صبر اجتبا، وان شكر اصطفاه، بعضهم يشكر دن الله تعزوا، وبعضهم يشكر دنه لالطفه
 وكل واحد منهما خير لان الشكر تراقي، يقرب القهر بالالطف، العاقل الكامل هو الذي يشكر على الجفاء
 في الخسوف، والحفا، فهو الذي اصطفاه الله، وان كان مله ذك انما رجا الشكر في استجلبه نقص
 لان شكري الظاهر تنقيص لشكري الباطن، قال النبي عليه السلام انا الضحك كالتقتل يعني
 ضحك في وجه الحافي قتل له والمال من الضحك الشكر مكان الشكاية، وحكي ان يهوديا كان في
 جدار احد من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان اليهودي با على عرفة ينزل منها الاحداث
 والانساجس والبال الصبيات وغسل الثياب الى بيته، وهو يشكر اليهودي ديا ما اهله بالشكر
 ومضى على هذا اتمان سنين، حتى مات المسلم فدخل اليهودي اهلته فسمى في البيت تلك
 النجاسات، وساء ما ذن هامن الغرابة فعلم اجري في المد لا الماضيه وقدما نذ ما شيد اوقال لا هله
 له لم يوتي ودا الله كنتم تشكروا قالوا كان يا ما يا شكر يهدو عن تركه شكر فامس اليهودي

ذكر نيكان محرض نيكی است
 بچو مطرب کہ باعث بکی است

لما ذكر الله في القرآن انبياءه وصالحى عباده وشكرهم على فعله وليس قدرا وغفر تكمزيرين پشان نمست
 پشان اگر چه پرو دانه منزى شیره آید بر پرنده که سبب ناشکری چیست و انچه من شکرست چیست شیخ فرمود انچه
 شکر خام طبعست انچه بدو رسید پیش از آن طمع کرن بود آن طمع خام اورا ناشکر کرد

پس از غیب خود غافل بود و آن نقد کہ پیش کرد از غیب و از وزیر یافت آن غافل بود
لاجرم طمع خام بچون میوه خام خوردن ست و مان خام و گوشت خام خوردن ست لاجرم
موجب تولد علت باشد و تولد ناشکری چون دانست کہ آن مضر خورد است فرغ واجب
حق تعالی بحکمت خوشترین اورا بہ بے شکری مبتلا کرد تا استفرغ کند و از آن پنداشت
فاسد فارغ شود آن یک علت صد نہ شود،

و بلوئام الحسأت و السیئات لعلمهم بجمعین، یعنی سزناہم من حیث لا یحتسبون وھی الغیب
و تنفس نظر ہم عن رویۃ الاسباب الی ہی کاشف کاعقبہ کما قال البیہد یا سب ما مشکت بک
قال اللہ تعالیٰ با ایا یزید یا لا لیلۃ اللبب یعنی ذات لیلۃ اضری فی اللبب، وانا انصا س
النافع، فغل الی السبب فعد لا اللہ مشکا و قال انا انصار قبل اللبب و بعد اللبب ولی
جعلت اللبب کالذنب و المضرب کالتادیب من الاستاد، فاذا قال الاستاد کما قال الفیالک
فاکل التعلیم فضرب الاستاد علی کف سجد لا یسبحان یقول اکت الفیالک فغضب رجل
و علی هذا الاصل من حفظنا عن الشک کف اللہ ان یطهر روحہ عن اغراس الشک التقلیل
عند اللہ کثیر الفیق بین الحمد و الشکر ان الشک علی النعم لا یقال شکمت علی جمالی علی شجاعۃ و الحمد ہم

فصل

شخصے امامت می کرد و خواندہ لایا ب اشک کف او ففاقا مگر از روستای عرب کی
حاضر بود سیل حکم دیر افرو گرفت در رکعت دیگر خواند و من الاعراب من یومن
سے اور ہم نے نعمتوں اور مصیبتوں و دونوں کے ذریعہ سے انکی آزمائش کی تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں
(اعراف ۱۲) سے عرب کے دیہاتی کفر و فاق میں بڑے ہی سخت ہیں، (توبہ ۱۲)

باللہ والیوم الآخر لیس ان عوب گفٹ الصفحہ الصلحہ ہر دم سیلے می خوریم از غیب
در ہر چہ پیش می گیریم ایسی از آن دور می کنند باز چیزی دیگر پیش می گیرم،

قبل بالملاقاة نابا لمخسف القذت قبل قطع الاعمال الیہن قطع الوصال، مراد خسف
بدینا فرو رفتن ست، وز اہل دنیا شدن، و از قذت از دل او لیا بردن افتادن چنانک
کی طعام نخورد و در معدہ وی ترش شود، و آن راستے کند اگر آن طعام نترشیدی و قی نکریدی
جز و آدمی خواست شدن، اکنون مرید نیز چاہلوس و خدمت می کند تا مدد دل شیخ گنجائی
یابد، الیاذ باللہ چیزی از مرید صادر شود، و شیخ را خوش نیاید، و او را از دل بیندازد، مثل
اک طعام است کہ خورد و قی کرد چنانک بمرور ایام شیخ خواست شدن، بسبب حرکت
ناخوش از دلش بیرون انداخت،

عشق تو منادی ب عالم در داد تا دلہار ابدست شور و شر داد

و آنکہ ہمد را بسوخت خاکستر کرد و آرد دیبا دے نیازی بر داد

در آن با دے نیازی ذرات خاکستران و لہار قصان و منعرہ زمانند، و اگر نہ

چنین اند این خبر را کہ آرد و ہر دم این خبر را کہ تازہ می کند و اگر ولہا حیات خوشتر

را در آن سوختن و برباد دادن نہ بیند، چندین چون رغبت کنند در سوختن، آن ولہا

کہ در آتش شہوات دنیا سوختہ و خاکستر شدند، ہیچ ایشان را آوازہ در و نقی

می بینی و می شنوی،

لقد علمت و انما املات من خلقتی ان الذی هو ذوقی صوف یا پی

لحق عوب کے دیہاتون میں سے ایسے ہیں جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں،

(توبہ ع ۱۲)

اسی لہ نتیجہ تطلبہ دلوجلست اتانی لایعینی

بدرستی کہ من دانستہ ام قاعدہ روزی را دخی من نیست کہ گہزات و داد و کرم در رخ برم
بے ضرورت بدرستی، انچ روزی من است از سیم و از خورش و از پوشش و از شہوت
چون بہ نشیم بر من بیاید من چون می دودم در طلب این روزی مرا پر رخ ماندہ و خواہد مکند
طلب کردن اینہا و اگر صبر کنم و بجای خود بہ نشینم و ادرامی کشد چون تواند مرا کشد ن
بر من بیاید زیرا کہ روزی ہمہ طالب من ست و ادرامی کشد،

حاصل سخن این ست کہ بکار دین مشغول می باش تا دینا پس تو دودم را ازین نشستن
نشستن است بر کار دین اگر چہ می دود و اد نشستہ است و اگر نشستہ است چون برای دینا
نشستہ است اومی دود، قال البیہ صلی علیہ وسلم من جلی المومنین ما دلحد کفہ اللہ سایہ و ہر کردہ غم
باشد غم دین را بگیر و حق تعالی نہ را بی سہی او را ست کد چنانک انیا و د بند نام و نام
نودہ اند و بند رضا طلبی حق بودہ اند نام ایشان بر و نہ ہر کہ رضای حق طلبید
جهان و آن جهان با ہمہ ہر است ہم نشین و ہم نماند لک مع النبیین والصدیقین والصلحہ والصلحین
چہ جای این ست بلکہ با حق ہم نشین است انا جلس من ذک فی اگر حق ہم نشین او
بودی در دل او شوق حق بودی ہر گز بوی گل بے گل نباشد ہر گز بوی مشک بے مشک
نباشد این سخن را پایان نیست و اگر پایان باشد چون سخنہائے دیگر نباشد،

لے جس نے اپنے تمام بخون کو چھوڑ کر صرف ایک بڑے فکر کو قائم رکھا حق تعالیٰ اسکی دوسری فکر کو انور
دور کرے گا، سہ یہ لوگ رفیق رہیں گے انبیاء، و صدیقین، اور شہداء، اور صالحین کے، قرآن کی اصل
عبارت یوں ہے: سَاَوْفَلِكُمْ مَعَالِيكَ الَّذِينَ اَلَمَّا لَلَّهِ عَلَيْهِمْ مِنَ الْقِيَمَةِ الصِّدِّيقِينَ الشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ رِزْقًا
سہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں،

شب رفت و حدیث با بپایان نرسید شب را چه گنہ حدیث ما بود در از
شب و تاریکی این عالم بگذرد و نور این سخن ہر دم ظاہر تر باشد چنانکہ شب عمر انبیاء
بگذشت و نور حدیث شان نگذشت و منقطع نشد و نخواہد شدن،

مجنون را گفتند کہ لیلی را دوست می داری چہ عجب ہر دو طفل بودید و در یک کتب
مجنون گفت ہن مردان اہلندہای لیمہ لاشتہی بیج مردی باشد کہ بز ن خوب میل نکند
بلکہ عشق آن ست کہ غذا دمزه از دیابہ چنانکہ دیدار پدر و مادر و خوشی فرزند و شہوت انواع
لذت از دیابہ مجنون شال شد از آن عاشقان چنانکہ در نحو عمر دزید،

گر نقل و کباب گرمی ناب خوری می دان کہ خواب در ہی آب خوری
الذیناکمل النائم دنیا و تنعم دنیا بچنانست کہ کسی در خواب چیزی خورد پس حاجت نیازی
خواستن بچنانست کہ کسی در خواب چیزی خواست و دادندش عاقبت چون بیداری ست
از آنچه در خواب خورد بیج نفی نباشد پس در خواب چیزی خواستہ باشد دان را بوی دادہ
باشد، لکن النوال بقدر السوال

فصل

امیر گفت ما احوال آدمی را یک بیک دانستیم و یک سر موی از مزاج و طبیعت
و گرمی و سردی او از مافوت نہ شد بیج معلوم نہ گشت کہ آنچه در او باقی خواہد ماندن چہ
چیز ست،

فرمود کہ اگر دانستن کن بجز د قول حاصل شدی خود بچندین کوشش و مجاہدہ باو
محتاج بودی و بیج کس خود را در رنج نیندختی و خدا نکود می مثلاً کی بے خبر آمد غیر آب شود

نہنگان و مہمان نمی بند گید کہ این گوہر کجاست مگر خود گوہر نیست گوہر بحر دیدن بحر کج
حاصل شود، اکنون اگر صد ہزار بار آب دریا را طاس طاس پیامد گوہر را نیابد، خواہی
می باید تا گوہر را ہر راہ برد و در آنگاہ ہر خواہی فی خواہی چالاک نیک بختی، این ہنر ہا و علمہا
بچون پیودن آب دریاست بطاس، طریق یافتن گوہر نزع دیگرست، بسیار کس باشد کہ
بجلمہ ہنر ہا آراستہ باشد و صاحب مال و جمال بود الا در ادان معنی نباشد و بسا کس ظاہر او
خراب باشد اور احسن صورت و بلاغت نباشد الا آن معنی کہ باقیست در او باشد و آن نہت
کہ آدمی بدان مشرف و کمرست و بواسطہ آن رجحان دارد بر سائر مخلوقات،

شیران و پلنگان و دیگر مخلوقات را ہنر و صنعتہا و خاصیتہا باشد الا آن معنی کہ باقی
خواہد بود در ایشان نیست اگر آدمی بآن معنی راہ برد خود فضیلت خوشتر را حاصل کرد و الا
اور از آن فضیلت بیچ بہرہ نباشد این جملہ ہنر ہا چون نشانند گوہر ہاست بر پشت آئینہ
روی آئینہ از آن فارغ است روی آئینہ را صفای باید، آنکہ روی او زشت دارد و طمع
در پشت آئینہ کند زیرا کہ روی آئینہ غماز است و آنکہ خوب ر دست روی آئینہ را بصد جان
می طلبد زیرا روی آئینہ منظر حسن اوست یوسف مصری را دوستی از سفر آمد گفت بہت
من چہ ارمنانی آوردی گفت چہیت کہ تر نیست الا بہت آنکہ از تو خوب تر بیچ چیز نہ
نست آئینہ آوردم تا ہر لحظہ روی خود را در روی مشاہدہ کنی چہیت کہ حق تعالی را نیست
و اورا بدان احتیاج است بہ پیش حق تعالی دلی روشن می باید بردن تا در روی روی
خود را بیند، اللہ تعالی لا یظلم الی صورا کہ ولا الی اعمال کہ بل یظلم الی قلوبکم

بلو دما اسادت و جدت ینما و لیس یفوتعا الا اسکام

شہری کہ در او ہر چہ خواہی بیابی از خبر و بیان و لذات مشتمل ہی طبع و آسایش

گو ناگون الادراو عاقلی نباشد یا لیت کہ لبکس این بودی آن شہر وجود آدمی ست
اگر در او ہزار ہنر باشد و آن منی نبود آن شہر خراب اولی ترد اگر آن منی ہست و آرایش
ظاہر نیست باکی نبود سراومی باید کہ معمور باشد آدمی کہ در ہر حالتی کہ ہست او مشغول سہیت
و آن اشتغال ظاہر مانع مشغولی باطن نیست بچہ نک ز ن حاملہ در حالتی کہ ہست در صلح و جنگ
و خوردن و خفتن آن بچہ در شکم اوی بالہ و قوت و حواس می پذیرد و مادر از آن خیر نیست آدمی
نیز عامل آن سراست کہ قال اللہ تعالیٰ و حملہا الانساۃ اندکان خلوا مآجمعہا^۱ الا حق تعالیٰ
اورا در ظلم و جہل نگذارد

از بچہ بی صورت آدمی مرافقت و موافقت و ہزار آشنائی خیزد از آن سرکہ آدمی
حاصل آنست چہ عجیب کہ یاری با آشنائی نماید تا بعد از مرگ از دہ چہا خیزد سہری باید کہ معمور
باشد زیرا سہر چو نریخ وخت است اگر چہ پنهان ست اثر او بر شاخسار ظاہر است اگر شاخی
دو شکستہ شود چو نریخ شکست باز برود الا اگر یخ خلل یابد نہ شاخ ماند نہ برگ
حق تعالیٰ فرمود السلام علیک ایہا البنی یعنی سلام بر تو و بر ہر کہ از جنس تست و اگر
غرض حق تعالیٰ این بودی مصطفیٰ علیہ السلام مخا لفت نکردی و نفروودی کہ علینا دعلی
عباد اللہ الصالحین زیرا کہ چون سلام مخصوص بودی براو اضافت بندگان صالح نکردی یعنی
آن سلام کہ تو بر من وادی بر من و بندگان صالح تو کہ جنس منند چنانکہ مصطفیٰ فرمود
وقت وضو نماز درست نیست الا باین وضو مقصود آن نبود الا بیتی کہ نماز ہیچ کس درست نبود
چون شرط صحت صلوٰۃ وضوئی مصطفیٰ بودی پس غرض آنست کہ ہر کہ جنس این وضو نہ کند
نمازش درست نباشد چنانکہ گویند این طہن گلنا رست چہ معنی یعنی کہ گلنا رہین ست و بس
نہ بل این جنس گلنا رست

روستائی بشہر آمد و همان شہری شد شہری اور اصلوہ آورد روستائی اور باہشتنا
 بخورد گفت ای شہری من شب در روز بگذر خورون آموختہ بلوم این ساعت طعم حلوا چشیدم لذت
 گذر از چشم افتاد اکنون ہر باری حلوا نخو اہم یافتن و اینچ و ششم بر دلم سر دنتہ چہ چارہ کم چون
 روستائی حلوا چشید بعد از آن میل بشہر کرد زیر شہری و دش بر دچار در پی دل باید رفتن
 بعضی باشند کہ سلام دہند و از سلام ایشان بوی مشک آید و بعضی باشند کہ سلام دہند
 و از سلام ایشان بوی دود آید و این را کسی در یاد و اور امشامی باشند یا رامی باید امتحان
 کردن تا آخر پشیمانی نباشد سنت حق اینست ، ابداء بنفسک نفس نیز اگر دعوی بندگی کند
 بے امتحان از قبول کن در صدور آب را در بینی می برند بعد از آن کہ می چشند بحر دیدن عینت
 نمی کنند یعنی شاید صورت آن بر جا باشد و طعم و بولش متغیر باشد این امتحان است جہت
 آبی آنگہ بعد از امتحان بروی می برند ، ہر چہ تو دور دل پنهان داری از نیک و بد حق تعالی
 آن را بر ظاہر تو پیدا گرداند ہر چہ ریخ درخت پنهان می خورد اثر آن در شاخ و برگ پیدا
 می شود و یہاں فی دجہم من اثر الشجرۃ ، و قوله تعالی سَتَبَدَّ عَلَى الْخِطِّ طَیْرٌ ، اگر ہر کس
 بر ضمیر تو مطلع نہ شود رنگ و بوی خود را چہ خواہی کردن ؟

فصل

ہمہ چیز را تا بخوئی نیابی جز این دوست را تا نیابی بخوئی
 طلب آدمی آن باشد کہ چیزی نیافتہ طلب کند و شب در روز وجبت و جوی آن
 باشد الا طلبی کہ یافتہ باشد و مقصود حاصل بود و طالب آن حاصل باشد این عجب است
 لے ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان سے گلے پڑے ہوئے ہیں ، (فتح، ص ۳۸) سلسلہ حاشیہ گذر چکا

این چنین طلب در دهم آدمی گنجد و بشر آزا نتواند تصور کردن زیرا طلب ادا برای چیز است
که نیافته است و این چیزی که یافته باشد و طلب کند حق است زیرا حق تعالی همه چیز را
یافته است و همه چیز در قدرت او موجود است مکن فیکون،

الحاجد المایجد فاجده آن باشد که همه چیز را یافته باشد حق تعالی طالب است که هو الظا
الغالب پس مقصود ازین نیست آن است که ای آدمی چند آنک تو در این طلبی که حاصلست
و وصفت آدمیت از مقصود دوری و چون طلب تو در طلب حق فانی شود و طلب حق بر طلب
تو مستولی گردد تو آنکه طالب شوی بطلب حق،

یکی گفت مرا هیچ دلیلی قطعی نیست که ولی دو اصل بحق کدامست نه قول و نه فعل و نه کرامات
و نه هیچ چیز زیر اقول شاید که آموخته باشد و فعل و کرامات و ربانان را نیز هست و ایشان
استخراج ضمیری کنند و بسیار عجایب نیز بطریق سحر اظهار کرده اند و ازین منس بر شمرده
فرمود که تو هیچ کس را معتقد هستی یا نه؟ گفت ای واللہ معتقد و عاشق
فرمود که آن اعتقاد تو در حق آنکس مبنی بر دلیلی و نشانی بود یا خود بخود چنان چشم فرزا کردی
و آنکس را گرفتی گفت حاشا که بی دلیل و نشان باشد،

فرمود پس چرا می گویی که بر اعتقاد هیچ دلیلی نیست و سخن متناقض می گویی،
یکی گفت که هر ولی را و بزرگی را زعم آن است که در قرب که مرابا حقست و این عنایت که
حق را با نیست بچاکس را نیست و با هیچ کس نیست،

فرمود این چیز را که گفت ولی گفت و یا غیر ولی؟ اگر ولی گفت پس چون اودانست
و هر ولی را اعتقاد این است در حق خود؟ پس او بدین عنایت مخصوص نبوده باشد
و اگر غیر دنی گفت پس فی الحقیقت ولی خاص حق اوست که حق تعالی این راز را

از جملہ اولیا پنهان داشت مودوی مخفی نکرد مثال گفت کہ پادشاہی را وہ کینرک بود کینرک کا
گفتند خواہم تا بدایم از ما محبوب تر کیست پیش پادشاہ، شاہ فرمود این انگشتری فردا در حاضرت
ہر کہ باشد او محبوب تر است از وہ دیگر مثل آن انگشتری وہ حلقہ فرمود ساختن و ہر کینرک کی
یک انگشتری داد فرمود سوال ہنوز قائمت و این جواب نیست و بدین تعلق ندارد این
خبر را از آن وہ کینرک کی گفت یا بردن آن وہ کینرک اگر از آن وہ کینرک کی گفت پس
چون او دانست کہ این انگشتری با و مخصوص نیست و ہر کینرک مثل آن دارد پس اورا رجا
نہا شد و محبوب تر نہود و اگر این خبر را غیر آن وہ کینرک گفت پس رجحان خود و فراق حق
پادشاہ و محبوب دوست،

یکی گفت عاشق می باید کہ ذلیل و خوار و خول باشد ازین اوصاف بر شمرد، فرمود کہ
عاشق این چنین می باید کہ ہر مراد معشوق رود اگر این تذلیل بی مراد معشوق بود او عاشق نہود
پیر مراد خود باشد اگر ہر مراد معشوق باشد و چون معشوق نخواہد کہ ذلیل و خوار باشد او ذلیل
چون بود پس معلوم شد کہ معلوم نیست احوال عاشق الا تا معشوق اورا چون خواہد،

صیغی علیہ السلام فرمودہ است عجبت من الحيوان كيف ياكل الحشرات اهل ظاهر مکتوب
کہ آدمی گوشت حیوان می خورد و مہر دو حیوانند، این خطاست، چرا زیرا کہ آدمی گوشت
می خورد و آن حیوان نیست ہر دست زیر او چون کشتہ شد حیوانی مانند الا غرض آلت کہ شیخ
مرید را فرمودی خورد بی چون و چگونہ عجب می دارم از چنین کاری نام،

یکی سوال کرد کہ ابراہیم علیہ السلام نہود گفت کہ خدا می من مردہ را زندہ کند و زندہ را
مردہ گرداند، فرمود گفت کہ من نیز کی را معزول کنم چنانست کہ اورا میرانیدم و یکی را منصب دہم
چنانست کہ اورا زندہ گردانیدم، آنگاہ ابراہیم از آنجا رجوع کرد و ملزم شد بدان، در

دلیلی دیگر شروع کرد کہ خدای من آفتاب را از مشرق برمی آورد و مغرب فردی برد تو بکس آن
کن این سخن از روی ظاهر مخالف آنست،

فرمود ما شا کہ ابراہیم علیہ السلام بدلیل او ملزم شود و اورا جواب نماند بلکہ این همان
سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالی جنین را از مشرق رحم برمی آورد و مغرب گوی فردی برد تو اگر
دعوی خدائی نمی کنی بکس آن کن از مغرب گوی آورد در مشرق رحم باز فرد بر پس یک سخن
بوده باشد حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالی آدمی را ہر لحظہ از تومی آفریند و در باطن او چیز
دیگر تازہ تازہ می فرستد کہ اول بدوم نمی ماند الا او از خوشنیتن غافل ست و خود را
نمی شناسد،

سلطان محمود را سپہ بحری آورده بودند عظیم خوب بود و صورتی بنایت نفوذ داشت
روز عید سوار شد بر آن اسپ جملہ خلایق بنظر اہر بر با مہانشستہ بودند و آن را تفرج می کردند
مستی در خانہ نشستہ بود و اورا بزور تمام بر بام بردند کہ تو نیز بیا تا اسپ بحری را ببینی گفت من
بخود مشغول نمی خواہم کہ پردای آن ندارم فی الجملہ چارہ نبود چون بر کنار بام آمد بخت سرمست
بود چون مست سلطان را بر آن اسپ دید گفت این اسپ را پیش من چہ محل باشد اگر دیرین
حالت مطرب ترانه بگوید اسپ از آن من باشد فی الحال آزا مطرب بختم سلطان این را
بشینند عظیم تنگین شد فرمود کہ اورا مجبوس بزدان کردند ہفتہ ہر آن بگذشت این مرد سلطان
مرد فرستاد کہ آخر مہر چہ گناہ بود ہر شاہ عالم بفرماید تا بندہ را معلوم شود، سلطان فرمود
تا اورا حاضر کردند گفت ای زندی ادب آن سخن را چون گفتی و چون یارستی گفتن ہر گفت
ای شاہ عالم آن سخن را من نگفتم آن دم مرد کی مست بر کنار بام ایستادہ بود آن سخن را
گفت در رفت درین ساعت من آن نیتیم من مردی ام عاقل و ہوشیار شاہ را خوش آمد

خلقتش داد و از زندانش استخلاص فرمود،

ہر کہ بامالعلق گرفت و ازین شراب مست شد ہر جا کہ رود باہر کہ نشیند و باہر قومی کہ صحبت
کند فی الحقیقت بامالشیند و باین جنس می آئیزد زیر صحبت اغیار آئینہ لطف صحبت یار است
و آئیزش باغیر جنس موجب محبت و اختلاط باجنس است و لہذا ہاتھین الماشیاء البریکر صدیق شکر
را امی نام نہادہ بود یعنی شیرین مادر زاد، اکنون میوہ ہاسے دیگر بر شکر نخت می کنند کہ ماچندین
تلمی چشیدہ ایم تا بمنزل شیرینی رسیدہ ایم تو لذت شیرینی را چہ دانی چون مشقت
تلمی را نہ کشیدہ؟

فصل

سوال کردند از تفسیر این بیت :-

ولیکن ہوی چون بنایت رسد شود دوستی سر بسر دشمنی
فرمود کہ عالم دشمنی تنگ است نسبت بہ عالم دوستی، زیرا از عالم دشمنی می گریزند
تا بآل عالم دوستی رسند، و ہم عالم دوستی نیز تنگست نسبت بآل عالم دوستی از دوستی می شود
و دوستی و دشمنی و کفر و ایمان موجب دوستیست، زیرا کفر انکار است و منکر را کسی می باید کہ منکر او
شود، و مقرر کسی می باید کہ بدو اقرار آرد پس معلوم شد کہ یگانگی و بیگانگی موجب دوستی و آن
عالم و دای کفر و ایمان و دوستی و دشمنیت، و چون دوستی موجب دلی باشد و عالمی ہست کہ کجا
دوئی نیست و اتحاد و بیگانگی محضست چون آنجا رسید از دوئی جدا شد پس آن عالم اول کہ دوئی
بود اگر غنیتی است و اگر دوستی نسبت بدان عالم کہ این ساعت نقل کرد و نازل و دوستیست کہ آنرا
نخواہد و دشمنی دارد،

چنانکہ تصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گفت انا الحق یعنی من فنا گفتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نهایت بندگی یعنی ادست و بس و دعوی و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی خود را نیز اثبات کرده باشی اینجا دوی لایم آید و این نیز که می گوئی انا الحق هم دویست زیرا که ما انا نباشد ہو ممکن نہ شود پس حق گفت انا الحق چون غیر او موجودی نبود و چون منصور فنا شده بود آن سخن حق بود،

عالم خیال نسبت بعالم مصورات و محسوسات فرخست زیرا اجماله مصورات از خیال می زاید و عالم خیال نسبت بان عالم که خیال از دست می شود هم تنگ است از روی سخن این قدر فهم شود و الا حقیقت معنی محال است که از لفظ و عبارت معلوم شود،

سوال کرد که پس الفاظ و عبارات را فائده چیست ؟

فرمود که سخن را فائده آنست که ترا در طلب آرد و تیغ کند نه آنکه مطلوب سخن حاصل شود و اگر چنین بودی بهین مجاهده و فنائی خود حاجت بودی سخن چنانست که از دور چیزی می بینی جنبیده در پی آن می دوی تا آزمای بینی نه آنک بواسطه ترک ادا در این بی ناطقه آدمی نیز در باطن همچنین است میبست ترا در طلب آن معنی و اگر چه او را نمی بینی بحقیقت، یکی می گفت من چندین تحصیل علوم کردم و ضبط معانی کردم، هیچ معلوم نشد که از آدمی آن معنی کدامست که باقی خواهد بود،

فرمود که اگر بجز سخن معلوم نندی خود محتاج یغنائی وجود و چندین رنجها نمودی چندین می باید کوشیدن که تو نمائی تا بدانی آن چیز را که خواهد ماند. یکی میگوید که شنیده ام که کعبه است ولیکن چند آنک نظری کنم کعبه را نمی بینم بر بام بروم و کعبه را نظر کنم چون بر بام می رود و گردن دراز می کند نمی بیند کعبه را منکر می شود دیدن کعبه بجز و این حاصل نہ شود چون از جای خود نمی

تواند بیند نگر می شود و همچنان که در زمستان پوستین را بجان می طلبی چون تابستان شد پوستین را می اندازی و خاطر از آن متنفر می شود اکنون طلب کردن پوستین جهت تحصیل گر با بود در زمستان بواسطه مانع گریز را نمی یافتی محتاج وسیلت پوستین بودی اما چون مانع نماند پوستین را انداختی،

اذا النساء انشعبت و اذا انزلت اذکفن زینت النساء اشارت بانست یعنی تولدت اجتماع ویدی اکنون روزی سیاید که لذت افراق این جزایمی و فراخی آن عالم را مطلق کنی و ازین تنگنای خلاص یابی مثلاً کسی را بچار میخ مقید کردند او پندارد که در آن خوش است و لذت خلاص افرموشد چون از چار میخ بر بد بداند که در چه عذاب بود و همچنان طفلان را پرورش و آسایش در گهواره باشد و در آنک و دستمالش را بپزند الا اگر گهواره باسنی را مقید کنند عذاب باشد،

بعضی را مرده در آنست گلهای شگفته گردند و از خنجر سر بردن آرند و بعضی را مرده در آنست که اجزای گل جمله متفرق شوند و باس خود پیوندند، اکنون بعضی خواهند که هیچ یاری و عشق و کفر و ایمان نماند تا باصل خود پیوندند زیرا این همه دیوارهاست محب و دلی و تنگنیت و آن عالم موجب فراخی و وحدت است آن سخن خود است چندان عظیم نیست و قوتی ندارد و چگونه عظیم باشد آخر سخن است و سخن موجب ضعف است و مؤثر حقست و هیچ اوست این در میان ردی پوششست ترکیب و دوسه حروف چه موجب حیات و بقاء باشد و مثلاً کی پیش تو آمد و در احوالات کردی و اهل و سلا گیتی بآن خوش شد و موجب محبت گشت و یکی را دوسه دشنام دادی آن دوسه لفظ موجب غضب شد و مجید اکنون چه

سلا جب آسمان میست جائے، و الشقایع اسلا، جب زمین بھو پچال سے کا پنے سلا، (ذوالال)

تعلق دارد ترکیب دوسه لفظ بر زیادتی محبت و رضا در انجمن غضب و دشمنی اللاحق تعالیٰ اینها را اسباب و پردہ ساخته است تا نظر هر یک بر جمال و کمال او نیفتد پردہای ضعیف مناسب نظرهای ضعیف و او پس پردہا حکمهای کند و اسباب می سازد این مان در واقع سبب حیات نیست اللاحق تعالیٰ اورا سبب حیوة و قوت ساخته است آخر او جاد است ازین رو که حیوة انسانی ندارد چه موجب زیادتی قوت باشد اگر ادراجات بودی خوشی تن را ازنده داشتی،

فصل

پرسیدند معنی این بیت،

ای برادر تو همان اندیشه
مابقی تو استخوان و ریشه

فرمود که تو باین معنی نظر کن که همان اندیشه اشارت باندیشه مخصوصه آن بابشیه عبدت کریم جهت توسع امانی الحقیقه آن اندیشه نیست و اگر هست این جنس اندیشه نیست که مردم فهم کرده اند اما اغرض این معنی بود از لفظ اندیشه و اگر کسی خواهد که نازکتر تا دلیل کند جهت فهم عوام بگوید، که الا انسان حیوان ناطق و نطق اندیشه باشد خواهی مضمحل خواهی مظهر و غیر این حیوان باشد پس درست آمد که انسان عبارت از اندیشه است مابقی استخوان و ریشه است کلام همچون آفتاب است همه آدمیان گرم مزنده از دانه و اما آفتاب هست و موجود است و همه از دانه گرم اند الا آفتاب در نظر نمی آید و نمی دانند که از دانه و گرم اندا چون بواسطه لفظی عبارتی خواهی شکر خواهی شکایت خواهی خیر خواهی شر گفته آید آفتاب در نظر نمی آید آفتاب فلکی دانه تابانست اما در نظر نمی آید

له تنوی و فترودم، «گمان بردن کار و اینان که مگر میره صوفی را بخور است»

تا برویاری تا بدیچانک تا بواسطہ حرف و صورت نباشد شعاع آفتاب سخن پیدا نشود اگرچہ
 دانا ہست زیرا کہ آفتاب لطیف است و ہوا لطیف کنفتی می باید تا بواسطہ آن در نظر آید و ظاہر شود،
 یکی گفت خدا اورا ہیج معنی ننمود و خیرہ و افشرہ مانند چونک گفتند خدا چنین فرمود و چنین
 نمی کرد گرم شد و دید پس لطافت حق را اگرچہ موجود بود و بر وی تافت نمی دید تا بواسطہ
 امر و نہی و خلق و قدرت بوی شرح نہ کردند نتوانست دیدن بعضی مہتند کہ از ضعف طاقت
 انگبین نہ از نہ بواسطہ طعمای مثل زردہ، برنج و حلوا و غیرہ نتوانند خوردن تا قوت گرفتن
 بجای رسد کہ عمل را سبب واسطہ می خود ند پس دانستیم کہ لطف آفتابیت لطیف تابان
 غیر منقطع الا تو محتاجی بواسطہ کثیف تا شعاع آفتاب را یہنی و حظی ستانی چون بجای
 برسی کہ آن شعاع و لطافت را بی واسطہ مکنافت بر بینی و بان خو کنی در تماشای اولیای
 شوی و قوت گیری در عین آن در یای لطافت رنگہای عجب و تماشای عجب بینی کہ آن
 لطف ہمیشہ در تو ہست اگر می گویی و اگر نمی گویی و اگرچہ در اندیشہ ات لطفی نیست آن بخل
 می گویم لطف ہست دانا ہچنانک گفتند الانسان حیوان ناطق اک حیوانیت و انما در تو ہست
 تا زندہ ہچنان لازم می شود کہ لطف نیز با تو باطن باشد و انما ہچنانک اینجا خوابیدن خوب
 ظہور حیوانیت و شرط نیست ہچنان لطف را موجب گفتن و لاییدن نیست،
 آدمی سہ حالت دارد اولش آنست کہ گرد خدا نگر و دوہم را عبادت و خدمت کند
 از زن و مرد و کودک و مال و حجر و در و خدا را عبادت نکند باز چون اورا معرفتی و اطلاع
 حاصل شود غیر خدا را خدمت نکند باز چون دین حالت بیشتر رود خاموش شود و نگوید خدمت
 نمی کنم و نگوید خدمت خدا نمی بیرون ازین ہر دو مرتبت رفتہ باشد ازین قوم در عالم
 آوازہ بیرون نیاید،

خدا نہ حاضر است و نہ غائب آفریننده هر دو اوست یعنی حضور و غیبت پس او غیر هر دو بود زیرا اگر حاضر باشد باید که غیبت نباشد و غیبت هست و حاضر نیز نیست زیرا عند الحضور غیبت نیست و هست پس او موصوف نباشد بحضور و غیبت و الا لازم آید که از ضد ضد زاید زیرا که در حالت غیبت لازم شود که حضور را او آفریده باشد و حضور ضد غیبت است و بچنان در غیبت نشاید که از ضد ضد زاید و نشاید که حق مثل خود را آفریند زیرا می گوید «لا تدلک» اگر ممکن شود مثل مثل را آفریدن ترجیح لازم شود بلامرج و هم لازم آید ایجاد اشئی بنفسه و هر دو منقست چون اینجا رسیدی بایست و تصرف کن که عقل را دیگر اینجا تصرف نیست تا کنار دریا رسید باز ایستد چند تنگ ایستادن ننماید،

همه سخنها و علمها و هنرها و حرفتها مزه و چاشنی ازین سخن دارند که اگر این نباشد در هیچ کار و حرفتی مزه نماند غایت مافی الباب را نمی دانند و دانستن شرط نیست همچنانکه مردی زنی خواسته باشد مادر که او را گو سفندان و گلر اسپان و غیره باشد و این مرد تیار داشت آن گو سفندان و اسپان می کند و باغها را آب می دهد اگر چه بآن خدمت با مشغول است مزه آن کار با از وجود آن زن دارد که اگر آن زن از میان برخیزد در آن کار با هیچ مزه نماند و سر دشو و بے جان باشد همچنین همه حرفتها عالم علوم و غیره زندگی و خوشی و گرمی از پر تو ذوق عارف دارند که اگر ذوق او نباشد وجود او در آن همه کار با ذوق و لذت نباشد و همه مرده نماید،

فصل

فرمود که ادلی شرمی گفتیم، داعیه بود عظیم که موجب گفتن بود اکنون در آن وقت

اثر داشت و این ساعت که داعیہ فاتر شدہ، و در غروب است، ہم اثر ہمارا داشت و سنت حق تعالیٰ چنین است کہ چیز ہمارا در وقت شروق تربیت می فرماید، و از اثر ہمارا عظیم و حکمت بسیار پیدا می شود در حالت غروب نیز همان تربیت قائم است و رب المشرق و المغرب یعنی برہی اللہ تعالیٰ المشرقۃ و المغربۃ.

معتزلہ می گویند کہ خالق افعال بنده است، و ہر فعلی کہ از و صادر می شود بنده خالق آن فعل است، نشاید کہ چنین باشد زیرا فعلی کہ از و صادر می شود یا بواسطہ این آلت است کہ در اثرش عقل و روح و قوت و جسم بآبی و اسطی فی کل حال نشاید کہ او خالق افعال باشد بواسطہ اینہا زیرا کہ او قادر نیست بر مجدد داشت شان، پس او خالق این فعل نباشد بواسطہ این آلت چون آلت محکوم او نیست و نشاید کہ بی این آلت خالق فعل باشد زیرا محال است کہ بی این آلت از فعلی آید پس علی الاطلاق دانستیم کہ خالق افعال حست نہ بنده ہر فعلی اما خیرا مشترکہ از بنده صادر می شود و اگر تالیف نباشد پیش نہادی میکند اما حکمت آن کار ہر ہم قدر نباشد کہ در تصور او آمد آن قدر معنی حکمت و فائدہ کہ او را در آن کار نمود فائدہ آن همان قدر بود کہ این فعل از و بوجود آید اما فوائد کلی آنرا خدائی می داند کہ از ان چہ بر ما خواہد یافتن مثلاً چنانکہ نمازی کنی بہ نیت انگ ترا ثواب باشد در آخرت و نیکنامی و امان در دنیا اما فائدہ آن نماز ہمین قدر نخواہد بودن صد ہزار فائدہ نخواہد داد و آن در ہم تو نمی گذرد آن فائدہ ہر از خدا می میداند کہ بنده را بر آن کاری دارد اکنون آدمی در دست قبضہ قدرت حق بچون کمان است و حق تعالیٰ او را در کار ہستعل می کند و فاعل در حقیقت حق است نہ کمان، کمان آلت و واسطہ است لکن بے خبر و غافل است از حق بہت قوام دنیا رہے عظیم کمانی لکہ کہ شود کہ من در دست کیستم،

چہ گویم دنیا می را کہ قوام او دستون او غفلت بودنی بینی کہ چون کسی را بیدار میکنند
از دنیا بیزاری شود و سردی شود و او نیز می گذارد آدمی از کودکی کہ نشود خامی پزیر و بسط
غفلت بوده است و الا ہرگز نہ بالیدی و بزرگ نشدی پس چون او مہمور و بزرگ بسط
غفلت شد باز حق تعالی رہنما و مجاہدہ ہاجرا و اختیار اہلکار تا آن غفلت ہلاک و بشوید و اول
پاک گرداند بعد از ان تواند بآن عالم آشنا گشتن، وجود آدمی بر مثال مرزبانیست قبل
سرگین الاتل سرگین اگر عزیز است و برای آنست کہ بر او خاتم پادشاہ ہست و وجود آدمی
چون جوال گندم است پادشاہ ندانند کہ این گندم را کجای بری کہ صاع من در دست
و آن از صاع غفلت و غرق گندم شدہ است اگر از صاع واقف شود بگندم کی انتفاع
کند اکنون ہر اندیشہ کہ ترا بہ عالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد و فتری گرداند عکس و بر تو
آن صاع است کہ بردن می زند و آدمی سیل بآن عالم می کند چون بکھیل بہ عالم سفلی کند
علامتش آنست کہ آن در پردہ پنهان شدہ باشد،

فصل

گفت قاضی عزالدین سلام می رساند و ہموارہ حمد و ثنای شمار می کند، فرمود کہ:
ہر کہ از ما کند نیکی یاد، یادش اندر جہان نیکی باد
اگر کسے در حق کسی نیک گوید آن خیر و نیکی بوی عاید می شود در حقیقت آن ثنا و حمد
خود را می کند نظیر آنچنان بود کہ کسی گرد خانہ خود گلستان و ریحان کار دہر بار کہ نظر کند
گل و ریحان میزد و ناماد بہشت باشد چون خو کرد بخیر گفتن مردمان چون بخیر کی مشغول شد
ہم نکس محبوب باشد و چون از ویش یاد آید محبوب را یاد آفدہ باشد و یاد آوردن محبوب گل گلستان

است و روح و راحت است و چون بید کی گفت و آنکس در نظر او مبغوض شد چون از ویاد کند
و خیال بپوش آید چنانست کہ ماریا کر دم یا خاریا خاشاک در نظر او پیش آید اکنون چون
می توانی کہ شب و روز گل و گلستان بینی و ریاض چنان بینی چہرہ در میان خارستان
و ارستان گردی ہمہ را دوست دار تا ہمیشہ در گل و گلستان باشی و چون ہمہ را دشمن
داری و خیال دشمن در نظرت آید چنانکہ کہ شب و روز در خارستان و ارستان
نی گردی،

پس اولیایک ہمہ را دوست می دارند و تنگ می بینند آن را برای غیر نمی کنند بر
خود کاری کنند تا مباد کہ خیالی مکر و مبغوض در نظر ایشان آید چون مردمان و خیال ایشان
لابد و ناگزیر است پس بہر کردند کہ در ذکر ایشان ہمہ محبوب و مطلوب آید تا کہ اہست مبغوض
مشوش راہ ایشان گردد پس ہر چہ می کنی در حق خلق از نیکی و بدی بتو عاید می شود و
این حق تعالی می فرماید، من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فلنفسہا، ومن یعمل مثقال
ذرتہ یا خیرا یبہد، ومن یعمل مثقال ذرتہ یا شریرا ۱۰

سوال کردند کہ حق تعالی می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفۃ ۱۱ فرشتگان گفتند
اجعل فیہا من یفسد فیہا و یفیک الدماء و یخسبہم جہنم ۱۲ گفتند ہنوز آدم نیامدہ بود ملائکہ چون
حکم کردند بر فساد و بہ سفک و مار آدمی؟

۱۱ جس نے نیک عمل کیا، اس نے اپنے لئے کیا، اور جس نے بدی کی، اس نے بھی اپنے ہی حق میں کی
(جانشین، ع ۲) ۱۲ حاشیہ گند چکا، ۱۳ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں، (بقرہ ۳)
۱۴ میں کیا اس وجود کو زمین پر پیدا کریگا، جو وہاں فساد کریگا، اور خون بہائیگا، حالانکہ ہم تیری حمد
تقدیس کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں، (بقرہ ۳)

فرمود که آزاد و وجه گفته اند یکی منقول و یکی مقول اما آنچه منقول است آنست که ملائکه در لوح محفوظ مطالعه کردند که قومی برون آیند که صفقتان چنین باشد پس از آن خبر دادند و وجه دوم آنست که ملائکه بطریق عقل استدلال کردند که آن قوم از زمین خواهند بودن لابد حیوان باشند و از حیوان البته این یکدم هر چند که آن معنی در ایشان باشد و ناطق باشند اما چون حیوانیت در ایشان باشد ناچار نسق کنند و خون ریزی که لوازم آدمیت،

قومی دیگر معنی دیگری فرمایند که ملائکه عقل محض اند و خیر صرف و ایشان را هیچ اختیاری نیست در کاری، همچنانکه در خواب کاری کنی در آن مختار نباشی لاجرم بر تو اعتراض نیست در وقت خواب اگر کفر گوئی و اگر توحید گوئی و اگر زنا کنی، ملائکه در بیداری باین مناسبت اند و این را بعکس این اند، ایشان را اختیاری هست و آزاد و هوس و همه چیز را برای خود خواهند قصد خون کنند تا همه ایشان را باشد و آن صفت حیوانیت پس حال ملائکه ضد حال آدمیان آمد پس شاید باین طریق از ایشان خبر دادند که ایشان چنین گفتند اگر چه آنچه گفتی و زبانی بنویز تقدیرش چنین باشد که اگر دو حال متضاد در سخن آیند و از حال خود خبر دهند این چنین باشد همچنانکه شاعری گوید بر که گفت من پیر شدم بر که سخن نمی گوید معنیش اینست که اگر بر که را زبان بودی درین حال چنین گفتی هر فرشته را الوهیت در باطن که ازان لوح بقدر قوت خود احوال عالم را و آنچه خواهد شدن پیشین می خواند و چون وقتی که آنچه خوانده است و معلوم کرده در وجود آید اعتقاد او در باری تعالی و عشق او دمی او میفرماید و تعجب کند در عظمت و غیب دانی حق، آن زیادتی عشق و اعتقاد و تعجب بی لفظ و عبارت نسج او باشد و همچنانکه بنابر نشانگر خود خبر دهد که در این سرای که می سازند چندین چوب و چندین خشت و چندین سنگ و گچ خواهد فتن چون سرای تمام شود و همان قدر آلت رفته باشد بی کم و بیش شاگرد و درختها

بغیر اید ایشان نیز باین مشابہت اند،

یکی از شیخ پرسید کہ مصطفیٰؐ بآن عظمت کہ لک لک لما خلقت الافلاک می گوید یا لیت
سب محمد لہ یخلق محمدؐ این چون باشد؟ شیخ فرمود آن سخن بمنال روشن شود
فرمود در رہے مردی بزنی عاشق شد و ہر دور از گاہ نزدیک بود ہم کام عیش می رانند
و از ہمدگر فرہ می شدند و می بالیدند حیثا نشان از ہم دیگر بود چون ماہی کہ آب زندہ باشد
سالہا ہم می بودند ناگاہ حق تعالی ایشانرا غنی کرد گاؤ و گوسفند و گلہ اسپان و مال و زر
و خدم و حشم با ایشان روزی کرد از غایت تنعم عزم شہر کردند و ہر یکی سرای پادشاہانہ بخریدند
و آنجا سترل ساختند، این بطرفی و او بطرفی و چون حال باین غایت رسید نمی توانستند
آن عیش و آن وصال را در زیدن اندرون نشان زیر و زبر و جگر سوزان نا لہامی پنهان
می کردند و امکان گفت نے تا این سو خنکی بغایت رسید کلی ایشان درین آتش فراق جست
چون چنین شد تالہ در محل قبول افتاد اسباب و گوسفندان گم شدن گرفت بتدریج
بجای رسید کہ بمشابت اول باز آمدند بعد ازان باز بآن دہ اول جمع شدند و بعیش و
وصل و کنار نشو ل شدند از طغنی فراق یاد کردند آن آواز بر آمد کہ یا بیت دب محمد لہ یخلق محمدؐ
چون جان محمدؐ مجرب بود در عالم قدس و وصال حق تعالی می بالید در آن دریای رحمت چون
ماہی غوطہ می خورد و ہر چند درین عالم مقام پینا مبری و رہنہائی خلق و عظمت پادشاہی داشت
و بشہرت و صحابہ شد باز چون بعیش اول باز گرد گوید کہ کاشکی پینا مبر نبود می و باین عالم
نیامدی کہ نسبت بآن وصال مطلق این مملکت را در عذاب درخ است،

این ہمہ علما و مجاہد با و بند گہا نسبت باستحقاق عظمت باری همچنان ست کہ یکی سرزنش

لے حاشیہ گزید چکا، لے «کاش رب محمدؐ نے محمدؐ کو نہ پیدا کیا ہوتا»

و خدمتی کرد و ترا در رفت اگر ہمہ زمین را بر سر نمی در خدمت حق پہچان باشند کہ یکبار سر بزین نمی کہ استحقاق حق و لطف ادب و وجود و خدمت تو سبقت ترا از کجا ہارون آورد و موجود کرد و مستعد خدمت و بندگی گردانید تا تو لاف بندگی او میزنی این علما و بندگیما پہچان باشند و صورتکما ساخته باشی از چوب و از غد بعد از آن بحضرت عرض داری کہ مرا این صورتکما خوش آمد ساختم اما جان بخیتین کارست اگر جان بخشی علمهای مرا زندہ کردہ باشی و اگر نہ بخشی فرمان تراست ابراہیم گفت کہ خدا آنست کہ یحیی و عیسیٰؑ فرو و گفت انا اسی و امیتؑ چون حق تعالیٰ اورا ملک داد و نیز خود را قادر دید یحیی حوالہ نکرد و گفت من نیز زندہ کنم و میرانم و مرادم ازین ملک دانش است چون حق تعالیٰ آدمی را علم و زیر کی و مذاقت بخشید کار ہا بخود و اضافت کند کہ من باین علم و عمل کار ہا را زندہ کنم و ذوق حاصل کنم نہ گفت ہو یحیی و عیسیٰؑ

یکی سوال کرد از مولانای بزرگ قدسنا اللہ سبرہ القدس کہ ابراہیم نبرد و گفت کہ خدای من کہہ کند زندہ کند و گفت من نیز چنین کنم ابراہیم باز دلیل دیگر گفت کہ خدای من آنست کہ آفتاب را از مشرق برآرد و بمغرب فرو برد و اللہ بآتی باشم من للشیخؑ اگر تو دعویٰ خدائی میکنی بعکس کن از اینجا لازم شود کہ فرود ابراہیم را ملزم گردانند کہ سخن و دلیل اول را بگذاشت جواب نگفتہ در دلیلی دیگر شروع کرد،

فرمود کہ دیگر ترا خایند تو نیز ترا می خاسے این یک سخن است در دو مثال تو غلط کردہ و اینان نیز این را منی بسیار است یک معنی آنست کہ حق تعالیٰ ترا از کم عدم در

۱۵ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، (بقرہ ۳۵) ۱۶ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں، (بقرہ ۳۵)

۱۷ خدا آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، (بقرہ ۳۵)

باطن مادر مصور کرد و مشرق تو فکرم مادر بود از آنجا طلوع کردی و مغرب گور فروفتی این ہمہ سخن اول است بعبادت دیگر کہ بعد بھی وصیت اکنون تو اگر قادری از مغرب گور برون آید و بمشرق رحم باز بر منی دیگر آنست کہ عارف را چون بواسطہ طاعت و مجاہدہ و علمای شتی در روشنی و ذوق وستی در روح و راست پدید آید و در حالت ترک آن طاعت و مجاہدہ آن خوشی در غروب رود پس این دو حالت طاعت و ترک طاعت مشرق و مغرب او بود باشد اگر تو قادری بر زندہ کردن درین حالت غروب کہ فسق و فساد و معیست است آن روشنی و ذوق کہ از طاعت طلوع می گردد در این حالت ظاہر گردان این کار بندہ نیست و بندہ آنرا ہرگز نتوان کردن این کار حق است اگر خواہد آفتاب را از مغرب طلوع گرداند و اگر خواہد از مشرق کہ خدا الٰہی بھی وصیت .

کافر و مومن ہر دو مستحق اند زیر احق تعالیٰ خبر داده است کہ ہر کہ راہ راست رود درستی و رز و متابعت شریعت و طریق انبیاء و اولیاء کند اورا خوشنما و دروشتنما و زندگیاں پدید آید و چون بعکس آن باشد تاریکما و خوفنا و چاہا و بلا ہا پیش آید ہر دو چون این می درزند و آن چہ حق تعالیٰ وعده داده است لایسبند و لایقہص راست می آید و ظاہر می گردد پس ہر دو یک حق باشند او بزبان این بزبان شتان پیش آن بسج و این بسج مثلاً دزدے دزدی کرد اورا بردار کردند و نیز واعظ مسلمانست کہ ہر کہ فزوی کند حاش اینست و یکی را پادشا بہت امانت و صیانت خلعت کرامت فرمود او ہم واعظ مسلمانست اما خاین باین زبان و این بآن زبان اما فرق نگر میان این دو واعظ ،

فصل

فرمود که خاطر خوشست چونست زیر خاطر عزیز چیزست همچون دام می باید که درست باشد تا صید گیرد اگر خاطر ناخوشش باشد دام دریده باشد بکاری نیاید پس باید دوستی در حق کسی و دشمنی با فراط نباشد که ازین هر دو دام دریده شود باید که دوستی میان باشد، این که دوستی با فراط می باید در حق غیر حق میگویم اما در یاری حق بیچ افراط مصور نگردد و محبت حق هر چه بیشتر بهتر زیرا که محبت غیر حق را چون مفراط باشد و خلق مسخر گرددش فلک اند و چرخ فلک را است و احوال خلق هم در این پس چون دوستی با فراط باشد در حق کسی دامن او سود و بزرگی او خواهد و این متعذر است پس خاطر مشوش گردد و دشمنی چون مفراط باشد پیوسته نخواست و نکبت او خواهد و چرخ فلک در او است و قتی سود و قتی نخوس این نیز که همیشه نخوس باشد میسر نگردد، پس خاطر مشوش باشد،

اما محبت در حق یاری در همه عالم و خلایق از گبر و جود و ترسا و جمله موجودات کائنات است کسی موجود خود را چون دوست ندارد و دوستی در او کامن است الا موانع آنرا مجوب میدارد چون موانع برخیزد آن محبت ظاهر گردد و چه جای موجودات که عدم در جوشت بتوقع آن که موجود گردد و اندامها را همچنانک چهار شخص بطلب منصبی پیش بادشاه صفت زده اند و هر کی میباید منتظر که پادشاه منصب را بوی مخصوص گرداند و هر کی از دیگری شرمند زیرا توقع او منافی آن دیگر است پس عدما چون از حق متوقع ایجادند صفت زده که مرا هست کن و سبق ایجاد خود میخواهند از باری تعالی پس از همه دیگر شرمند اند، اکنون چون عدما این باشند موجودات چه خلق بود و بدان منشی الایم جسد عجب نیست، این عجب است

کفر و دین ہر دو در بہت پویان و حدہ لاشریک لہ گوین
 این خانہ را بنابر غفلت است و جسام و عالم را ہمہ قوامش غفلت است این جسم نیز کہ بالذ
 است از غفلت است و غفلت کفرست و دین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفر
 پس کفر بیاید کہ ترک او توان کرد پس ہر دو یک چیز اند چون این بی آن نیست و
 آن بی این لایتجزی اند، خالق شان یکی باشد کہ اگر خالقشان یکی بودی تجزی بودند
 زیرا ہر یکی چیزی آفریدی پس تجزی بودندی پس چون خالق یکے است و حدہ
 لاشریک لہ باشد،

گفتند سید برہان الدین سخن خوب می فرماید اما شرت سائی در سخن بسیاری آورد و فرمود
 چنان باشد کہ می گویند آفتاب خوب است اما نوری دہیش این است زیر سخن سنائی آورد
 اظهار آن سخت و چیز ہا را آفتاب نماید و در نور آفتاب توان دیدن مقصود از نور آفتاب
 آنست کہ چیز ہا نماید آخر این آفتاب چیز ہا می نماید کہ بکار نیاید آفتابی کہ چیز ہا نماید بکار
 آید حقیقت آفتاب او باشد و این آفتاب فرع و مجاز آن آفتاب حقیقی باشد آخر شمار این
 بعد عقل جزوی خود ازین آفتاب دل می گیرد و نور علم می طلبید کہ شمار چیزی غیر حقیقت
 دیدہ شود و دانش شما در فزایش باشد و از ہر استادوی و یاری متوقع می باشد کہ از
 چیزے فہم کند و دریا بید پس دانستیم کہ آفتابے دیگر ہست غیر این آفتاب صورت کہ از وی
 کشف معانی و حقایق می شود و این علم جزوی کہ در وی می گریزی و از ان خوش می نئی
 فرع آن علم بزرگست و بر تو آنست این پر تو تر با آن علم بزرگ و آفتاب اہلی یثرب
 اَوَّلُ لَيْلٍ يٰۤاُدُّنْ مَكَانَ بَيْتِیْ

بہ شہزی دفتر چہارم، عنوان آن سخن پیشہ گوئی قایل از راز الخ
 پس سنا این جہاں خود غفلت است چیست دولت کہین معداد ہا است

تو آن علم را سوی خود می کشی اومی گوید من اینجا گنجم تو آنجا دیر می گنجی من اینجا محال
ست و آمدن تو آنجا صعب کنی من محال محال است اما کنون صعب محال نیست پس اگر چه صعب است
بهد کن تا بعلم بزرگ پیوندمی و متوقع مباشی که آن اینجا گنج که محال است و همچنین اغنا از
محبت غنائی حق پول پول جمع می کنند و حبه حبه تا صفت غنا ایشان را حاصل گردد و از پر تو
غنا پر تو غنائی گوید من منادی ام شمار از آن غنائے بزرگ مرا چه اینجا می کشید که من اینجا
گنجم شما سوی این غنا آئید فی الجمله اصل عاقبت است عاقبت محمود باد و عاقبت محمود است
باشد که درستی را که یخ او در آن باغ روحانی ثابت باشد و فروغ او بجای دیگر آویخته نشود
و میوه های آن ریخته عاقبت آن میوه را با آن باغ بر بند زیر ابرخ در آن باغست و اگر لعکس
باشد اگر بصورت تمسح و تهلیل چون بخش در این عالم است آن همه میوه های او را باین عالم نهند
و اگر هر دو در آن باغ باشد نور علی نور بود،

فصل

اکمل الدین گفت که مولانا را عاشقم و دیدار او را آرزو مندم و آخر تم خود یاد نمی
نقش مولانا را بی این اندیشه او پیش نهاد با مونس می بینم و آرام میگرم بحال او لذت حاصل
می شود از عین صورت او یا از خیال او،

فرمود اگر چه آخرت دجی در خطر نیاید الا همه مضمر است در دوستی و مذکور است پیش خلیفه
رقاصه چهارپاره می زد و خلیفه گفت فی بدیک صنعته قالت دنی ساجلی یا خلیفه خوشی در
دستهای بمن از آنست که آن خوشی با در این مضمر است پس اگر چه مرید بقا صیل آخرت
را یاد داند و امانت او بدین شیخ و ترسیدن او از فراق شیخ متضمن آن همه صیلت

و آن جمله در مضمضست چنانک کسی فرزند را یا برادر را می نوازد و دوست می دارد اگر چه از بخت و اجوت و امید و فاد و مهر ابر و خوشنیتن و عاقبت کار و باقی منفعتها که خوشنیتان از خوشنیتان امید دارند از اینها بیچ بخاطر او نمی آید اما این تفصیل جمله مضمضست در آن قدر ملاقات و ملاطفت چنانک باد و در چوب مضمضست اگر چه در خاک بود یا در آب بود که اگر در و باد بودی آتش را باد و کار نبودنی زیرا که باد طفت آتش است و حیات آتش است، نمی بینی که بخت زنده می شود اگر چه چوب در آب و خاک باشد باد و در او کانست اگر باد در او کامن نبودی بر روی آب نیامدی،

و همچنانک سخن می گوئی اگر چه از لوازم این سخن بسیار چیزهاست از عقل و دماغ و لب و دهن و کام و زبان و جمله اجزای تن که رئیسان تن اند و ارکان و طبایع و افلاک و صد هزار اسباب که عالم بآن قائمست تا برسی بعالم صفات و اینک ذات و با این همه این معانی در سخن منظر نیست و پیدانی شود این جمله مضمضست در سخن چنانک ذکر گفت آدمی را هر روز پنج دشتش بار بی مرادی پیش آید بی اختیار او قطعاً از و نباشد از غیر او باشد و او سخن آن غیر باشد و آن غیر مراقب او بود پس بدفعی در بخش می دهد اگر مراقب نباشد چون دهد؟ و با این همه بی مراد بیاطعش مقرنی شود و مطمئن نمی شود که من زیر حکم کسی باشم خلق الله از هر محلی صورت داده و صفات الوهیت که ضد صفت عبودیت مستعار نهاده است چندین بر سرش می کوبد و آن سرکشی را نمی گذارد، زود و فراموش می کند این بی مراد هیار او لیکن سودش ندارد تا آن وقت که آن مستعار را ملک او شکند از سیلی زهد،

له حاشیه لندچکا،

فصل

عارف نے گفت رفتم مگھنے تا دم بکشايد کہ گریز گاہ بعضی اولیا بوده است دیدم رئیس گلشن را شاگردی بود میان بستہ کاری کرد او ش می فرمود کہ چنین کن و چنان کن او چست کار می کرد و گلشن تاب را خوش آمد از چستی او در فرمان برداری، گفت ہمچنین چست باش و چالاک و ادب نگاه دار تا مقام خود بتو دہم و بر جای خود بنشائم مرا خندہ گرفت و عقدہ من بکشا و دیدم کہ رئیس ان این عالم ہمہ بدین صفتند با چاکران خود،

فصل

گفت آن سختم می گوید کہ غیر افلاک و این کرہ خاکی کہ می بینم شهادت عوی می کند کہ بیرون این چیز سے ہست پیش من غیر این چیز سے نیست و اگر ہست بنامید کہ کجاست، فرمود کہ این سوال فاسد است از ابتدا ازیرا کہ می گوئی کہ بنائی کجاست و از خود جائے نیست و بعد از آن بیا بگو کہ این اعتراض تو از کجاست و در چه جائست ؟ در زبان ست در دہان ست در سینہ ہست، این ہمہ را بکاوی و پارہ پارہ و ذرہ ذرہ کنی این اعتراض و اندیشہ را ہیچ نیابی پس دانستم کہ اندیشہ ترا جایی نیست چون جایی اندیشہ خود را اندنتی خالق اندیشہ را چون دانی چندین ہزار اندیشہ و احوال کہ بر تو می آید بہت تو نیست و مقدر و محکوم تو نیست و اگر مطالع این را دانستی کہ از کجاست از آن افزودی، مدعیست این جملہ چیز ہا را بر تو تو بے خبر کہ از کجای آید و کجای رود و چہ خواہد کرد و چون از اطلاع احوال خود عاجز می چہ گوئہ متوقعی کہ بر خالق خود مطلع گردی،

قبحہ زنی می گوید کہ در آسمان نیست ای سگ چون دانستی کہ نیست آری، آسمان
 را وژہ وژہ پیودی ہمہ را اگر دیدی اکنون آمدی خبر می دهی کہ در او نیست، قبحہ خود را
 کہ در خانہ داری ندانی در آسمان را چون خواهی دانستن؟ صی آسمان را شنیدہ و نام
 ستارگان و افلاک چیزی می گوئی اگر تو از آسمان مطلع بودی تا سوی آسمان وژہ بالا
 می رفتی، ازین ہرزہ نگفتی، آنچه می گوئی خدا بر آسمان نیست مراد ما آن نیست کہ بر آسمان
 نیست یعنی آسمان بر او محیط نیست و او محیط آسمان است تعلقی دارد با آسمان بے چون و
 چگونہ، چنانکہ بہ تو تعلقی گرفتہ است بچون و چگونہ و ہمہ در دست قدرت اوست و ظہر اوست و در تصرف اوست
 بیرون از آسمان و کواکب نباشد بکلی در آن نباشد یعنی اینہا بر او محیط نباشند و بر جملہ محیط باشند،
 یہ کی گفت پیش از آن کہ آسمان و زمین و عرش و کرسی بود عجب خدا کجا بود،
 گفت این از اول فاسد است زیر ا خدا آن نیست کہ او را جایی باشد تو می پرس
 پیش ازین ہمہ کجا بود، آخر ہمہ چیز ہای تو بی جایست، این چیز کہ در دست جایی آن را
 ندانستی کہ کجاست جایی او چون می طلبی کہ بی جایی مطلق است؟ اندیشہ ترا جایی
 تصور نمی توانی بستن، آخر خالق اندیشہ از اندیشہ لطیف تر است، مثلاً این بنا کہ خانہ
 ساخت اول لطیف تر باشد از خانہ زیر اصد چنین کار ہای دیگر و تدبیر ہای دیگر کہ یک بیک
 می تواند ساختن پس اول لطیف تر باشد اما آن در لطف نظر نمی آید مگر بواسطہ خانہ علی کہ در
 عالم حس در آید تا آن لطف اوجہال نماید این نفس کہ در زمستان بیدار است و در تابستان
 بیدار نیست نہ آنست کہ در تابستان نفس منقطع شد الا تابستان لطیف است و نفس لطیف
 از آن بیدار نمی شود بخلاف زمستان بچنین ہمہ اوصاف معانی تو لطیف اند در نظر نمی آید
 مگر بواسطہ قطع مثلاً علم تو موجود است اما در نظر نمی آید چون بر گنہ گاری بختانی علم تو

محسوس شود و چنین الی مالا نہایہ حق تعالیٰ از غایت لطفت و در نظر نمی آید آسمان زمین
را آفرید تا قدرت و صنع او در نظر آید لهذا می فرماید انلم یخلق والی السماء کیف
بنیناھا^{لہ}

سخن من بدست من نیست ازین روی می رنجم زیرا کہ می خواہم کہ دوستان را
موغله گویم، و سخن منقاد من نمی شود، اما از آن رو کہ سخن من بالاتر از من است، کہ من محکوم
دیم، شاد می شوم، زیرا کہ سخنی را کہ حق گوید، ہر جا کہ رسد زندہ کند، و اثر ہای عظیم نماید،
و مامیت اذ وصیت دلکن، اللہ دہی تیرے کہ از کمان حق جہد ہیچ سپری جوشنے مانے
آن نگرود، ازین رو شادوم، علم اگر یکی مد آدمی بود می و جہل بودی آدمی سوختی و نہاندی
پس جہل مطلوب آمد ازین رو کہ بقای وجود با دوست و علم مطلوب است از آن رو کہ دوست
بمرفت باری پس ہر دو یار ہدیگر نہند، و ہمہ اضداد چنین اند، شب اگر چہ ضد روز است اما یار
اوست، و یک کاری کنند، اگر ہمیشہ شب بودی ہیچ کاری حاصل نشدی، و اگر ہمیشہ روز
بودی چشم و دماغ و آلتہامی بدنی خیرہ و دیوانہ شدند می، پس شب می آسائید تا ہمہ آلتہام
از دماغ و فکر و سمع و بصیرت می گیرند، و روز آن قوت ہار اخراج می کنند،

پس جملہ اضداد با ضد می نمایند، اما نسبت حکیم ہمہ یک کاری کنند، و ضد نیستند،
در ہمہ عالم ہما کہ کہ ام بدست کہ در ضمن آن نیکی نیست، و کد ام نیکست کہ در ضمن آن بدی
نیست، مثلاً کی قصد کشتن کرد و بزنا مشغول شد و آن خون ایزد نیامد، ازین رو کہ زناست

سے کیا آسمان کی طرف نہیں دیکھے کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے، یہ الفاظ قرآن کے ہیں، قرآن میں بنیاد
کی جگہ ”دفعت“ ہے، غالباً اصل میں دو آئین ہو گئی والسماء بنیناھا اور افلا یبطلون کیف دفعت
سے ”جب تم نے تیر چلایا تو تم نے نہیں بلکہ اللہ نے تیر چلایا“ (الغالب ۲۷)

بدست و ازین رود که مانع قتل شد نیک است، پس بدی و نیکی یک چیز اند غیر متجزی، و
 ازین رود ما را بحث است با محوسیان کہ ایشان میگویند و خدا است، یکی خالق خیر و
 یکی خالق شر، اکنون تو بنا خیر بی شر تا ما مقرر شویم کہ خدای خیر دیگر و خدای شر دیگر است
 و این محالست زیرا خیر از شر جدا نیست چون خیر و شر دو نیستند پس دو خالق محالست
 ما شمار الزام نمی کنیم کہ البتہ یقین کن کہ چنین است کہ می گوئیم کم از آن کہ در تو غنی در
 آید کہ مساوی این چنین باشد کہ می گوئید مسلم یقینست نشد کہ چنان است چگونه است یقین
 شد کہ چنان نیست؛ خدای فرماید کہ ای کافر کلا یظن اولئک انهم مبعی ثون لیوم
 عظیم، طینت نیز بد پیش شد کہ این وعده های کہ ما کرده ایم مبادا راست باشد و موخده
 کافران بر این خواهد بود کہ ترا گمانی نیا بد چرا احتیاط نہ کردی و طالب مانگشتی،

فصل

ما فضل ابی بکر بکثرۃ صلوة و صوم و صدقہ قبل نبی و قساقی فرماید کہ تفضیل ابو بکر
 بر دیگران نہ از روی نماز و روزه بسیار است بل از آن روست کہ با او عنایت است و این
 محبت اوست در قیامت چون نماز بار بار بسیارند و تراز و نهند و روزه با صدقات را با محبت
 اما چون محبت را بسیارند محبت و تراز و نهند پس اهل محبت است اکنون چون در خود محبت
 فی مینی آنرا بیفزای تا افزون شود چون سرمایہ درخو و دیدی و آن طلب مست آنرا
 سلفہ در کمان کو اس کا خیال نہیں کہ قیامت کے برے سخت دن کو یہ لوگ اٹھائے جائیں گے
 (تفصیل ع ۱) سلفہ ابو بکر کی فضیلت نماز، روزه، صدقہ، کی بنا پر نہیں بلکہ اس نے کی بنا پر
 ہے جو ان کے دل میں ہے۔

بطلب بیفزاکه الحاکم بوسکتہ و اگر نیز ای سرمایہ از تو برود کم از زمین نیستی، زمین
بحرکات و بیسمل گردانیدن و گرگون می شود، و نبات می دهد، و چون ترک کنند سخت
می شود پس چون در خود طلب دیدی می آئی و می رود و گوید درین رفتن چه فائده؟ تو می رود
فائده خود ظاهر گردد در رفتن مرد سوس دکان فائده اش جز غرض نیست حتی تعالی روزی
می دهد که اگر بجا نمانند آن دعوی استغناست، روزی فرد نیاید عجب آن بچک که می گیرد
مادر او را شیر می دهد، اگر نماند شیشه کند که در این گریه من چه فائده است و چه موجب شیر داد
از شیر باند جایای منیم که بآن سبب شیر لوبی می رسد،

اگر کسی در این فرود رود که در این رکوع وجود چه فائده است، چرا کنم پیش امیر
دریسه چون خدمت می کنی و در رکوع می روی و چوک می زنی آخر آن امیر بر تو رحمت
می کند و ناپیاره می دهد آن چیز که در امیر رحمت می کند گوشت و پوست امیر نیست بعد
از مرگ این گوشت و پوست بر جاست و در خواب و هم در بهشتی، اما این خدمت کمال
است پیش او پس دانستم رحمت که در آن امیرست، در نظری آید، پس چون ممکنست که
در پوست و گوشت چیزی را خدمت می کنیم که نمی بینیم بیرون گوشت و پوست هم ممکن
باشد و این چیز که در پوست و گوشت اگر پنهان نبودی ابوہل ^{مصطفیٰ} می بودی پس
فرق میان ایشان نبود می این گوشت از روی ظاهر کردش و اکیست الا آن چه شنوا
نیست در او پنهانست در نظری آید،

پس اصل عنایت است تو که امیری ترا و غلام باشد کی خدمت های بسیار کرده و دیگر
کاهست در بندگی آخر می بینیم که محبت هست بآن کاهل بیش از آن بنده خدمت کار اگر چه
آن بنده خدمت کار را ضایع می گذاری اما چنین می افتد بر عنایت حکم توان کردن این چشم

راست چشم چپ ہر دو از روی ظاہر کیفیت عجب آن چشم راست چہ خدمت کرد کہ چپ
 کرد و ہمچنین جمیع بر باقی ایام فیضیت یافت اللہ ازنا غیر اسذائق لہ لکیت فی اللہ ح
 الحقنا یطلبہا لیم الجمہ اللہ کنون این جمیع چہ خدمت کرد کہ روز ہای دیگر نہ کردند انعامت
 باو کرد و این تشریف بوی مخصوص شد و اگر کوری گوید کہ مرا چنین کور آفرید معذورم
 با این گفتن او کہ کورم و معذورم بیچ کورئی او از روی رد و بیچ جمال روز و جمال خوب و یا
 می بیند ہ پس گفت لنگ و کور کہ معذوریم این معذوریم گفتن سود ندارد و رنج از دمیروز
 این کافران کہ در کفرند باز چون نظری کنیم آن رنج عین عنایتست چون او در
 راحت کرد و گار در فراموشی کند، پس یاد می کند، پس دوزخ معید کافرانست، زیرا
 حق را انجایا و کند چنانکہ در زندان در بخوری و در زندان، چون رنج آمد پر دہ غفلت
 دریدہ شود و حضرت حق را متفر شو و نالہ میکند کہ یارب یا رنج و چون عیناً نیاز پر دہ ہای غفلت پیش
 آید، می گوید کہ خدا نمی یابم، نمی بینم چہ جویم، چون مست کہ در وقت رنج یافتی و دیدی و این
 ساعت نمی بینی ہ پس چون تو او در رنج می بینی رنج را بر تو مستولی کند تا ذکر حق باشی
 پس دوزخی در راحت از خدا غافل بود یا خدا نمی کرد در دوزخ مدام ذکر خدا کند چون
 عالم را و نیک و بد را جملہ برای آن آفرید کہ یاد او کنند و بندگی او کنند و مسخ او باشند اکنون
 کافران چون در راحت نمی کنند، و مقصود از خلق ذکر اوست، پس در ہنم رند تا
 ذکر باشند،

اما مومنان را رنج حاجت نیست، ایشان درین راحت از آن رنج غافل نیستند
 و آن رنج را دالما حاضری بینند، چنانکہ کو دک عاقل را یکبارہ پا در خلق نهند پس خلق را
 سلفہ خدا کے یہاں علاوہ رزق مقوم کے اور بھی رزق ہے اسے جمیع کے روز طلب کرنا چاہئے۔

فراموشی کند اما کودن فراموشی کند پس ادر اهر حفظ قلع می باید و همچنان پس زیرک
کیا رهماز و تازیانه خورد، حاجت ضرب دوم نباشد اما سپ کودن را اهر حفظ همازی با
اولائی بار مردم نیست بر دمر گین بار کنند،

فصل

تو از شنیدن گوش فعل رویت می کند و حکم رویت دارد، آنچه ناک از مادر و پدر خود
زادی، تراسی گویند، از ایشان زادی تو بچشم ندیدی، اما بگفتن بسیار تر حقیقت می شود که اگر
بگویند از ایشان زادی نشنوی و همچنان بغداد و کمره از خلق بسیار شنیده بود اتر که هست
اگر گویند نیست و سوگند خوردند بادرنداری، پس دانستم که گوش چون تو اتر شنود حکم دیدار
دارد، چنانک از روی ظاهر که گفت تو اتر ا حکم دیدمید هندی باشد که یک شخصی را گفت
حکم تو اتر دارد که ایکی نیست صد هزار است، پس یک گفت ا صد هزار گفت باشد،
و این چه عجب می آید، این باد شاه ظاهر حکم صد هزار دارد، اگر چه کلیست اگر صد هزار
بگویند برش راست باشد،

پس چون ظاهر این باشد در عالم ا در ا ح بطریق اولی، اگر چه همه عالم را گشتی چون
برای انگشتی، ترا بار دیگر می باید گردیدن، قُلْ نَسِئْتُ فَلْيُفْلِحْ اَنْ سِيرَ بِرَأْيِي
نبرد برای غرض بود، برای سیر و پیاز بود، آن غرض حجاب پوشیده بود، نمی گذاشت
که مرایی، همچنانک در باز کسی را بجد طلب می کنی هیچ کس را نه بینی و اگر بی خلق را
چون خیال بینی یا در کتاب مسئله طلب می کنی چون گوش و چشم از آن یک مسئله بر خط

له «اے سیر من سے کہو کہ زمین پر چلے پھر د» (انعام ۲۷)

غیر آن در کتاب نمی بینی، پس چون ترا مقصدی و نیتی دیگر بوده باشد، هر جا که گردیده باشی از آن مقصود پر بوده باشی این را ندیده باشی،

حد زمان عمر رضی اللہ عنہ شخصی بود سخت پیر شده تا بجای که دخترش اورا شیر میداد چون طفلان می پروریدش عمر رضی اللہ عنہ بآن دختر فرمود در این زمان مانند تو بر پدر حق دارد هیچ فرزندی نباشد! او جواب داد که راست می فرمائی و لکن میان من و پدر فرقی هست، اگر چه من در خدمت هیچ تقصیری نمی کنم، اما چون پدر مرا می پرورد، بر من می لرزید که بناد این آفتی برسد، و من پدر را خدمت میکنم و شنب و در و زمر و ن اورا از خدا بدعا میکنم تا از جنتش منقطع نشود، من اگر خدمت پدری کنم آن لرزیدنش را بر من از کجا آرم عمر فرمود، خدا حق تعالی یعنی من بظا هر حکم کردم و تو منفرد از گفتی و فقیه آن باشد که بر من چیز مطلع شود و حقیقت آنرا باز داند! خدا شا از عمر که از حقیقت و سر کار با وقت بودی الایسر صحابه چنین بود که خوشنیت را بشکند و دیگر از ادرج کنند،

بسیار کس باشد که اورا قوت حضور نباشد، و حال اورا در غیبت خوشتر بود، چنانکه همه روشنائی روز از آفتاب باشد! الا اگر کسی همه روز در قرص آفتاب نظر کند از هیچ کاری نیاید و نظرش خیره گردد، اورا آن بهتر که بکاری مشغول شود و آن غیبت است از نظر قرص آفتاب، همچنین پیش بیمار ذکر اطعمه خوش میجست اورا در تحصیل قوت داشت! الا حضور آن اطعمه اورا زیان باشد، پس معلوم شد که لرزه و عشق می باید در طلب حق، هرگز لرزه نباشد اورا خدمت لرزندگان واجب است اورا هیچ میوه بر تنه درخت نریزد زیرا تنه را لرزه نیست سر شاخها را لرزاند! تنه درخت هم مقولست سر شاخها را در بواسته میوه از طاعت عورت عمرت بر هر کفایت،

زخم تیرا مین اند چون لرزہ تنہ دخت تیر خواہ بودن آن را نالرزیدن بہتر و مسکون
اولی تر تا خدمت لرزندگان می کند،

زیرا «مبین الدین» است «عین الدین» نیست بواسطہ می کہ زیادہ شد بر مین
آن زیادہ تمیم نقصان شد الزیادۃ علی الکمال نقصان چنانکہ کسی را شش انگشت
باشد نقصان ست، احد کمال ست، احد ہندو در مقام کمال نیست، چون سیم بر خیزد یکی
کمال شود یعنی حق محیط ہمہ است و ہر چہ بر او سفیر اسی نقصان باشد عدد یک با جملہ عدد
ہست، و بی او بیج عدد ممکن نیست،

سید بر بان الدین افادہ می فرمود، اسبے در میان سخن او گفت «مار سخن می باید بینا ل»
سید فرمود تو بے مثال بیابا بے مثال شندی، آخر تو از خود منالی، تو این نیستی این شخص تو سیا
تست، چون یکی می میرد گویند فلانی رفت، اگر او این بود پس کجا رفت پس معلوم کہ ظاہر تو
مثال باطن تست، تا از ظاہر تو بر باطن تو استدلال گیرند، ہر چیز کہ در نظری آید غلیظی
چنانکہ نفس در غلیظی سرا تا ظاہر شود و دگر ما بعموس نشود،

بر بنی واجب ست کہ اظہار قوت حق و بدعوت تنبیہ کند، الا بر او واجب نیست کہ
آنکس را بمقام استعداد رساند، زیرا آن کا حقیقت، و حق را دو صفت ست قہر و لطف،
انبیاء و مظهر اند ہر دور او مومنان مظهر لطف حقند و کافران مظهر قہر حق، آنہا کہ مقرر
شوند خود را در انبیاء می بینند، و آواز خود را از وی شنوند، و بوی خود را از وی یابند، کسی
خود را منکر نہ شود، از آن سبب انبیاء با مست می گویند کہ «ما شایم و شما یابید کسی می گوید این ست
من ست از وی بیچ گواہ نطلبند زیرا کہ جزو است متفصل، اما اگر گوید فلانی پس مرتست از تو گواہ
طلبند، زیرا کہ جزو است متفصل،

فصل

بعضی گفتند محبت موجب خدمت است، و اینچنین نیست، بلکه میل محبوب مقتضای خدمت
اگر محبوب خواهد که محبت بخدمت مشغول باشد، از محبت همه خدمت آید، و اگر محبوب خدمت
نخواهد از ترک خدمت منافی محبت نیست، آخر اگر او خدمت نکند آن محبت در او محبت
می کند، بلکه اصل محبت است و خدمت فرع، اگر آستین بچند از جنید ن دست باشد
الا لازم نیست که اگر دست بچند آستین نیز بچند مثلاً یکی جبّه بزرگ دارد چنانکه در جبّه
می غلطد و جبّه نمی بچند شاید، الا ممکن نیست که جبّه بی جنانده بچند بعضی خود جبّه را شخص پند
اند و آستین را دست انگاشته اند موزه و شلوار را پای گمان برده اند،

این دست و پای آستین و موزه دست و پای دیگر است، می گویند فلان زیر دست
فلان است و فلان را دست بچندین می رسد، و فلان را سخن دست می دهد، قطعاً غرض
از آن دست و پای این دست و پاییست،

آن امیر آمد و مادر اگر در دوخو و رفت همچنانکه زنبور موم را با عسل جمع کرد و خود
رفت زیر او و او اول شرط بود آخر بقای او شرط نیست، مادران و پدران ما مثل آن
زنبور اند که طالبی را بطلوبی جمع می کنند و عاشق را با معشوقه گرد می آورند و ایشان ناگاه
می پرند، حق تعالی ایشان را واسطه کرده است در جمع آوردن موم و عسل، ایشان می پرند
موم و عسل ماند، ایشان از باغ برونی روند، این آبخنان باغی نیست که از این جا
توان برونی رفتن، الا از گوشه باغ بگوشه باغ می روند و تن مانده کند دے است و در
آبخا موم و عسل عشق حق است، زنبوران مادران و پدران ما اگر چه واسطه اند الا تربیت

از باغبان می یابند و کند و را باغبان می سازد، آن زنبور انرا حق صورتی دیگر داد آن وقت که این کاری کردند جامه دیگر داشتند بحسب آن کار، چون در آن عالم رفتند لباس گردانیدند، زیرا آنجا از ایشان کارے دیگری آید، الانخص همان ست که اول بود، مثلاً یکی در رزم رفت، جامه رزم پوشید و سلاح بست، و خود بر خود نهاد زیرا که وقت جنگ بود، اما چون در رزم آید جامه دیگر پوشید، و در هر مقام بمقامین لباس دیگر بپوشید زیرا که بجای دیگر مشغول خواهد شد، الانخص همان باشد، اما چون توادرا در آن لباس دیده باشی هر وقت که اورا یاد آوری در آن شکل تصور خواهی کردن، اگر چه حد لباس گردانیده باشد، یکی انگشتی در موضع نگه کرد، اگر چه کند از آنجا بردند او گرد آنجا می گرد و یعنی من اینجا نگه کرد ام، چنانک صاحب تعزیه گرد گوری گردد، که پیرامن خاک بے خبر طواف می کند و آزمای بوسد، یعنی آن انگشتی را این جا نگه کرده ام، اورا آنجا کی گزارند،

حق تعالی چندین صنعت کرد و اظهار قدرت فرمود، تا رزمی دو روح را با کالبد تالیف داد، برای حکمت الهی، آدمی با کالبد اگر لحظه در محذ بشیند، بیم آن ست که دیوانه شود، فکیف که از دام صورت و کنده قالب بجهت کی آنجا ماند، حق تعالی آنرا برای تحذیل و لها و تجدید تخیل نشان ساخت، تا مردم را از وحشت گور و خاک تیره ترسی و دل پیدا شود، همچنانک در راه کار و عمل را چون در موضع بزنند دو سنگ بر هم می نهند جهت نشان یعنی اینجا مقام خوف ست این گور با نیزه چنان نشانست محسوس برای عمل خطر، آن خوف در ایشان اثر نمی کند لازم نیست که بعمل آید مثلاً اگر گویند که فلان کس از تو می ترسد بی آنکه از دلفی صادر شود ترا در حق او هرے ظاهری شود قطعاً و اگر لعکس این گویند که فلان ترا چو و قریه و محلی نمی دهد، بگرد این در دل سوے او خشم پیدا

می شود،

این دویدن از خوف است چنانچه عالم می دوند الا دویدن مہر کی مناسب حال او باشد
از آن آدمی نوعی دیگر و از آن نبات نوعی دیگر و از آن روح نوعی دیگر و دویدن روح
بی گام و نشان باشد آخر غورہ را بنگر کہ چند دوید تا بسودای انگوری رسید ہیں کہ شہرین
شد فی الحال بدان منزلت رسید الا آن دویدن در نظری آید و حسی نیست الا چون
بان مقام برسد معلوم شود کہ بسیار دویدہ است تا اینجا رسیدہ بچنانک کسی در آب میرفت
و کہ رفتن اورانی دیدہ چون ناگاہ سراز آب بر آورد معلوم شد کہ او
می رفت کہ اینجا رسیدہ،

فصل

دوستان را در دل رنجنا باشد کہ آن ہیج داروی خوش نہ شود، فی بحضرت، فی خوردن
فی بگشتن الا بیدار دوست کہ مع لقاء الخلیل شفاء العلیل تا حدی کہ اگر منافعی میان
مومنان بنشیند، از تاثیر ایشان آن لحظہ مومن میشود کہ قولہ تعالیٰ و اذ القوا الذین آمنوا
قالوا آمنا فکیف کہ مومن با مومن بنشیند چون در منافعی این عمل می کند بنگر کہ در مومن
چہ منفعتا کھد بنگر کہ شیم از مجاورت عاقلی چنین بساط نقش و این خاک مجاورت زیر کی
چنین سرای خوب شد صحبت عاقل در مجاورت چنین اثر کرد بنگر کہ صحبت مومن بومس
چہ اثر کند، از صحبت نفس جزوی و عقل مختصر مجاورت باین مرتبہ رسیدند، و این جملہ سائے

لئے یہ منافعی جیب مومنین سے ملے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم مومن ہیں، (بقیہ ص ۲۴)

سے دویدن "توکت"
کامیابی کے لئے
مستطابین کے اسطلاح
میں توکت غرض
"توکت" این
یعنی ایک جگہ
سے دوسری
جگہ جانے کا نام
میں بلکہ اس کا
اور غیر اس حال
یعنی ایک گوشہ
توکت یا اس
نقص پر دویدن
سے محض بھان
مادہ نہیں بلکہ
ہر تقریر حالت
مادہ ہے،

عقل جزو نیست، از سایہ شخص را توان قیاس کردن اکنون ازینجا قیاس کن چہ عقل و قدر
می باید کہ از آن این آسمانہاد ماہ و آفتاب و طبقات زمین پیدا شود،
این جملہ موجودات سایہ عقل کلیست سایہ عقل جزوی مناسب شخص و سایہ عقل کلی کہ
موجودات مناسب است و ادویای حق غیر این آسمانہا آسمانہای دیگر مشاہدہ کردہ
اند کہ این آسمانہا در چشمشان نمی آید، و این حقیر می نماید، و پای بر اینہا نہادہ اند و گذشتہ، و چہ
عجب می آید کہ آدمی از میان این آدمیان تخصیص باید کہ پابر کیوان ہند نہ، مابین خاک بودیم
حق تعالی در ماقوی نہاد کہ ما از جنس خود بدان قوت ممتاز شدیم و تصرف آن گشتیم و آن
سصرف داشتہ تا در وی تصرف می کنیم، بہر نوعی کہ می خواہیم گاہ بالایش می بنیم، گاہ زیر
گاہ سرایش می سازیم، گاہ کاسہ و کوزہ اش می کنیم، گاہ دراز و گاہ کوتاہش می کنیم، اگر ما دل
ہمان بودیم و جنس او بودیم حق تعالی ما را ممتاز کرد، بچنین آدمیان ما کہ یک جنسیم چہ عجب
کہ اگر حق تعالی بعضی را ممتاز کند کہ نسبت بوی چون جادو باقیم و او در ما تصرف کند و ما
از وی خبر باشیم و او از ما با خبر،

این کہ می گوئیم بی خبر، بی خبری محض نمی خواہیم بلکہ ہر چیزی را در بے خبری خبرت
از چیزی دیگر خاک نیز آن جادوی از آنچہ خدا و او دادہ است با خبر است، کہ اگر بے خبر
بودی آب را سکہ پذیرا شدی، و ہر دانہ را بحسب آن کہ داغی کردی و پروردی، شخصی
چون در کاری بجد باشد، ملازم آن کار را بیدار نشود و آن کار بے خبر نیست از غیر آن، ما ازین
غفلت غفلت کلی نمی خواہیم گر بہ رانی خواستند کہ گیرند ہیچ ممکن نشد روزی آن گر بہ بصیرتی
مشغول شد، و بگی خود را بآن دادہ در آن حالت اورا گرفتند، پس نمی باید در کار دنیا بکلی
مشغول شدن آن را اسہل می باید گرفتن و در بند آن نمی باید بودن کہ مبادا این بر بخند

می باید کہ گنج نر خجند اگر انیان بر خجند اوشان باز برگرداند اما اگر او بر خجند نفوذ باشد اور اگر گردا
 اگر تراقی شات باشد از هر نوعی بوقت غرق شدن عجب دست در کد امین زنی
 اگر چه ہمہ در بانست است و لکن یقین است کہ در چیزی نفیس تر دست زنی کہ بیک گوهر
 و بیک پارہ لعل ہزار تحمل توان ساخت از دشتی میوہ شیرین ظاہری شود اگر چه آن
 میوہ جز و او بود حق تعالی آن جز و را بر گل بگزید و ممتاز کرد کہ در وی حلاوتی نہاد کہ در ہل
 باقی نہاد کہ بواسطہ آن جز و بر آن کل رجحان یافت و لباب و مقصود و رخت شد کہ قولہ
 تعالیٰ **بَنی عَیْنَہَا اَنَّ جَلَّوْهُم مِّنْہَا سَمِیْعٌ**

تخصی گفت مرا حالتی ہست کہ محمد و ملک مقرب آسمانی گنجی شیخ فرمود کہ عجب
 بندہ را حالتی باشد کہ محمد آنجا گنجی محمد را حالتی بنا شد کہ چون تو گندہ لعل آنجا گنجی، مسخرہ
 می خواست کہ پادشاہ را بطبع آورد ہر کسی از امر اچیزے بوی نمی پذیرفتند کہ پادشاہ عظیم
 رنجیدہ بود، بر لب جوئی بادشاہ سیران می کرد خشکین، مسخرہ از طرفی دیگر پہلوی پادشاہ
 سیران می کرد ہیچ وجہ بادشاہ بہرہ نظر نمی کرد، جز در آب مسخرہ عاجز شد گفت لے
 شاہ عالم در آب چہ می بینی کہ چندین مد آن نظر می کنی، گفت **قلبتا** فی را می بینم، گفت بندہ
 نیز کور نیست، اکنون چون ترا وقتی باشد کہ محمد در آن گنجی عجب محمد را آن حالت بنا شد
 کہ چو تو گندہ لعلی او دنگنجی، آخرین قدر حالتی کہ یافتہ از برکت و تاثیر اوست زیرا اول
 حبلہ عطا ہار ابر او میریزند آنکہ از و دیگران بخش می شود سنت حق چنین است حق تعالیٰ
 فرمود کہ **السلام علیک ایہا النبی و سحتہ** بوسکات نماز بر تو رخصتیم و گفت کہ علی

لے "ان مکرودن کو اس میں میرانی ہو کہ انھیں بن سے ایک شخص ڈولنے والا ان کے پاس آیا" (رق ۱۱)

لے اے پیغمبر تمہارے اور خدا کی سلامتی، اور رحمت اور برکتیں نازل ہوں،

عباد اللہ الصالحینؑ را حق سخت خوف و بے بود و پُربرت جاننازی او کر دو آج
 را راند و راه را بشکافت ہر کہ در این راہ ردد از ہدایت و عنایت او بود چون راہ او پیدا
 کرد و ہر جا کی نشان نہاد و چو بہا ایستاد کہ این سو بردید و آن سو مر دید اگر آن سو دید
 ہلاک شوید چنانکہ قوم عاد و ثمود اگر این سو روید خلاص بیامید چنانکہ مومنان،

ہمہ قرآن در بیان انیست کہ فیہ آیات بینات یعنی در این راہ نشانہا نہادہ ام اگر
 کسی قصد کند کہ ازین چو بہا چو بی شکند ہمہ قصد او کنند کہ راہ مار اویراں می کنی و در بند ہلاکت
 مای کوشی مگر تو رہزنی؟ اکنون پیش محمدست تا اول بر محمد نیاید بر ما نزد بخنانک چون
 خواہی جای بروی اول رہبری عقل می کند کہ فلان جائی می باید رفتن محصلت انیست آنگہ
 چشم پیشوائی کند آنگہ اعضا در حرکت آیند بدین مراتب اگر چہ اعضا را از چشم خبر نیست و
 چشم را از عقل آدمی اگر چہ غافلست الا از دیگران غافل نیستند،

پس کار دینار اتوی نمی باید گرفتن کہ بنا و چون در کار دینا تو می مجد باشی از حقیقت
 کار غافل شوی رضا بحق باید طلبیدن نہ رضای خلق کہ آن رضا و محبت و شفقت و خلق مستحق
 حق نہادہ است اگر خواہد ہر جمعیت و ذوق نہد بوجہ اسباب نعمت و بآن تنہات ہمسر
 رنج و محنت شود پس ہمہ اسباب بچون قلیست در دست قدرت حق، محرک و محرقت
 تا او نخواہد قلم غنبدہ اکنون تو در قلم نظری کنی می گوئی این قلم را دستی باید قلم را می بینی دست را
 یاد می آوری کو آنک می بینی و آنک می گوئی اما ایشان ہمیشہ دست را می بینند و می گویند
 کہ قلمی نیز می باید بلکہ از مطالعہ خوبی دست پردای مطالعہ قلم نہ دارند و می گویند کہ غفلت
 دست بی قلم نہاند جائی کہ ترا از علالت مطالعہ قلم پردای دست نیست ایشان را از علالت مطالعہ

لہ ۱۱ در خدا کے نیک بندوں پر، ۱۲ اس میں کلی ہوئی نشانیاں ہیں، (ال عمران ۱۰۷)

آن دست چگونہ پروای قلم باشد چون ترا در نان جوین حلاوت هست که یادنان
گنبدین نمی کنی ایشان را بوجو دنان گندی یادنان جوین کی باشد چون ترا بر زمین
نوفتی بخشد که آسمان را نمی خواهی که خود محل ذوق آسمان است دزمین از آسمان حیوة
دارد اهل آسمان از زمین کی یاد آورد؟ اکنون خوشنهار از اسباب بین و یقین دان که
معانی در اسباب ستارست که هوائی و لاشع چون ضرورت از دست تو بر اسباب چه چسبیده
خیر الکلام ماقبل دول بهترین سخنها است که مفید باشد نه لیاقت هوا لله احد
اگر چه اندکست بصورت اما بر البقره رحمان دارد از روی افادت، نوح
هزار سال دعوت کرد چهل کس با و گردیدند مصطفی را خود زبان دعوت پیدا است که چه
بود چندین اقالیم به او ایمان آوردند و چندین اولیا و اولاد از او ظاهر شدند، پس اعتبار
بسیاری را و اندکی را نیست غرض افادت است، بعضی را شاید که سخن اندک مفید تر باشد
از بسیاری چنانکه تنوری را چون آتش بغایت باشد از آن منفعت نتوانی گرفتن، و
نزدیک نتوانی رفتن، و از چراغی ضعیف فائده گیری، پس مقصود فائده است بعضی را
خود مفید است که سخن نشنوند، همین میندوبس باشد، و نافع آن باشد، و اگر سخن نشنود
زیانتش دارد و شیخ از هندوستان قصد بزرگی کرد چون آنجا رسید بر دروازه شیخ آمد آواز
آمد که باز گرد و حق تو نفع این است که بر این در رسیدی اگر شیخ را یعنی ترایان داد
سخن اندک و مفید بچنان است که چراغی افروخته چراغ ناافروخته را روشن داد و رفت
آن در حق ادب است، و او مقصود رسید، بنی آخر صورت نیست بنی آن عشق است و محبت
و باقی آنست همیشه چنانکه ناطق صلح صورتش ناطق است بنی آن عشق و محبت است و آن
جاوید است،

یکی گفت کہ بر منارہ خدا را تنہا چہ شنائی گویند و محمد را نیز می آورند،
گفتند آخر شنائی محمد شنائی حقست، مناش خبانک یکی گوید کہ خدا یا پادشاہ را عمرے
در از داد، و آنکس را کہ مرا پادشاہ راہ نمود یا نام پادشاہ را بن گفت، شنائی او بحقیقت
شناس پادشاہ بود، این بنی نمی گوید کہ بن چیزے دہید، بن محاتم، یا جبہ خود را یا مال خود را،
اد جبہ و مال را چہ کند، می خواہد کہ لباس ترا بکتر کند تا گرمی آفتاب بتورسد کہ اقتضای
اللہ قسّ مخلصاً مال و جبہ تنہائی خواہد تو بسیار چیز ہا دادہ است غیر مال مانند علم و فکر و
دانش و نظر، یعنی لحظہ و نظر و فکر و تامل و قتل را بن خرج کن، آخر مال با بن آلت بدست
آوردہ، ہم از مرفان و ہم از دام صدقہ می خواہد اگر برہنہ توانی شدن پیش آفتاب فہما
کہ آن آفتاب سیاہ کند بل سپید کند و اگر نہ باری جابر را بکتر کن تا ذوق آفتاب را پسینی،
مدتی تیرشی خود کردہ بارے شیرینی را بیازا،

سہ ماہی
سہ ماہی

فصل

مولانا در خاٹہ امیر پر دانہ سخن می فرمود و امیر گفت ای مولانا اصل متابعت است؟
فرمود امانہ این متابعت کہ خلقان فہم کردہ اند، معنی متابعت آن باشد کہ بادشاہی
داد و دوش عادل، حکیم، کریم، بانواع محاسن مستقیم خزان و لشکر ہای بسیار بہ مملکتی
معمور نقل کند، و وارثی کہ ولی عہد او باشد بر تخت بنشیند کہ العلماء و دانشمندان انبیاء
و همان سیرت داد و دوش و اخلاق او در زد متابعت این را گویند نہ آن کہ ہر گدائی بر خیزد
و دعوی متابعت کند متابعت دیگرست و مباہلت دیگر،

سہ ماہی در سہ ماہی (۱) مکتبہ ثنائی، در خیم عنوان عمیل فرمود و پادشاہ بازار را را،
چند کتب لکم و نشر دراز فاش خواہد یک و در خان کن گشت بن

فصل

من بجلی عدم مخضم و سیم "تواضع در اینجا بیشتر است، اینست که مردم فهم نمی کنند، این که مردی
 بندگی کند حبشه لشکر آخر بندگی او در میان است اگر چه برای خداست خود را می بیند و خدا را
 می بیند و غرق آب نباشد غرق اوست که در اینجا هیچ جنبشی و فعلی ندارد اما جنبشهای او جنبش آب
 باشد بشیرے آبوسے را در پی کرده آبواز دی می گرخت تا می گرخت دوسهتی بود یکی هستی بشیر و
 یکے هستی آب و اما چون بشیر بر آب رسید آب در زیر پنجه او تهر شد و از بهبت بشیر به بوش او پیش
 بشیر افتاد، این ساعت هستی بشیر ماند، او عو شد و نماند، استغرق این باشد که حق تعالی اولیا
 را غیر آن خوف که خلق می ترسند از بشیر و پلنگ و از ظالم حق تعالی او را از خود خائف گرداند
 و بر او کشف گرداند که خوف از حقست و امن از حقست و طرب از حقست،

فصل

سراج الدین گفت مسئلہ گفتیم اندرون من در و کرد و فرمود که آن موکلست نمی گذارد
 که آنرا بگوئی اگر چه آن موکل را محسوس نمی بینی ولیکن چون شوت و خطه دالے بینی دانی که موکل
 هست، در آبے میرودی، نرمی گلهاتو میرسد، و چون طرانی دیگر می روی خارها و در تومی خلد
 معلوم شود که آن طرف خارستان است و ناخوشی و رنج است، و این طرف گلستان فراخ است
 و راحت است، اگر چه هر دو را نمی بینی این را وجدانی گویند از محسوس ظاهر تر است مثلاً گرسنگی
 و تشنگی، و غضب و شادی جمله محسوس نیستند اما از محسوس ظاهر ترند زیرا که اگر چشم
 را فرزند کن محسوس را بینی اما دفع گرسنگی بهیچ حیلہ نتوانی کردن و همچنین گرمی در غذا می

گرم دسردی و شیرینی دلتنی در طعم امانا محسوسند اما از محسوس ظاهر تر اند آخر تو
 بدین تن چه نظری کنی ترا با این چه تعلقی است تو قائمی باین و بهارہ بی اینی اگر شب است
 پردای تن نداری و اگر روز است مشغولی بکار ما هرگز با این نیستی اکنون چه می لرزی بر این
 تن چون یک ساعت باو نیستی باہی دیگری، تو بجا تن کی و ادانانی و ادوانت فی داد
 این تن مخطئ نیست چشم پندارد کہ تن مرد او نیز مرد، ہی تو چه تعلقی داری با تن ؟
 این چشم بندی عجبست سارا ن فرعون چون ذرہ و اوقت شدند تن را اند اگر دند و خود را
 دیدند کہ قائم اند بی این تن و تن با ایشان هیچ تعلق ندارد و همچنین ابراہیم و اسمعیل و انبیا
 و اولیا چون و اوقت شدند، از بود و نبود ادنا رخ شدند حاج بنگ خورده بود و سر بر در نهاد
 بانگ می زد کہ در را بجا نیند تا سرم نمیند پنداشته بود کہ سرش از بدن جداست
 و بواسطہ درقا گشت، احوال ما و خلق همچنین است پندارند کہ بہ بدن تعلق دارند یا
 قائم بہ بدن اند،

فصل

خلق آدم علی صو سہ تا آدمیان ہمہ منظر می طلبند بسیار زمان باشند کہ مستور
 اماروی خود باز کنند تا مطلوب خود را بیازمایند چنانک تو دسترہ را بیازمائی و عاشق معشوق
 می گوید من ختم و خوردم و چنین شدم و چنان شدم بی تو، شنیش این باشند کہ تو منظر می طلبی
 منظر تو منم تا معشوق معشوقی کند و معشوق را منظر عشق خود و حسن خود کند و همچنین علماء
 و ہنرمندان جملہ منظر می طلبند، کنت کمتر اخفیا ما بحسب ات اعماق،

سہ ماشہ گز چہ، سہ ماشہ گز چہ،

خلق آدم علی صورتی علی صورۃ احکامہ احکام او در ہمہ خلق پیدا شود زیرا کہ
ہمہ خلل جفت و سایہ شخص ماند اگر پنج انگشت باز شود سایہ نیز باز شود، و اگر در کوع رود سایہ
ہم در کوع رود، و اگر در از شود سایہ ہم در از شود پس خلق طالب مطلوبی و محبوبی اند و خواہند
تا ہمہ محب ایشان باشند و خاضع و با اعداد و با اولیا اولیا، این ہمہ احکام و صفات
حقست کہ در ظلی نماید غایت مافی الباب این نخل ما از مافی خبرست اما با خبریم و لیکن
نسبت بعلم خدا این خبر با حکم بی خبری دارد ہر چہ در شخص باشد ہمہ در ظل ننماید جز بعضی چیز با
پس جملہ صفات حق در ظل مانند سایہ کہ دما او ندیدیم ہست العلم الا قلیلاً

فصل

ہر علمے کہ آن تحصیل و کسب در دنیا حاصل شود آن علم
ابدانست و آن علم کہ بعد از مرگ حاصل شود آن علم اویانست، و نہتن
علم انا الحق علم ابدانست، انا الحق شدن علم اویانست، نور چراغ را در آتش را دیدن
علم ابدانست و سوختن در آتش علم اویانست، ہر چہ آن دیدہ است علم ابدانست
ہر چہ آن شدہ است علم اویانست، محقق دیدست و دیدنت و باقی ہمہ علما علم خیالست
مثلاً مهندس فکر کرد و علامت مدرسہ را خیال کرد، ہر چند کہ آن فکر راست و صواب است اما
خیالست حقیقت و تنہا گرد کہ مدرسہ را تمام بر آورد اکنون از خیال تا خیال فرقت است
خیال ابو بکر و عمر و عثمان و علیؓ بالای خیال صحابہؓ باشد چنانکہ مهندس دانا خیال
بنیاد خانہ کرد و غیر مهندس ہم خیال کرد و فرق عظیم باشد زیرا خیال مهندس

علم ہے تم کو بہت ہی مقور علم دیا ہے (بنی اسرائیل، ع ۱۰)

بحقیقت نزدیک است،

پچنین آن طرف در عالم حقایق و دیدار دید تا دید فرماست مالا نهایت، پس آنچه
می گویند هفت صد پرده است از ظلمات و هفت صد از نور هر چه عالم خیال است ظلمات
و آنچه حقایق است پرده های نور است اما میان پرده های ظلمت که خیال است هیچ نتوان
فرق کردن و در نظر آوردن از غائب لطف خیال، با وجود چنین فرق شگرت در
حقایق نیز نتوان فرق فهم کردن،

فصل

اهل دوزخ در دوزخ خوشتر باشند که اندر دنیا زیرا که در دوزخ از حق باخبر باشند
و در دنیا بی خبر اند از حق و چیزی از خبر حق شیرین تر نباشد پس آنکه دنیا را آرزوی بزرگ
برای آنست که علی کنند تا از منظر لطف باخبر شوند نه آن که دنیا خوشتر است از دوزخ
و منافق را در درک اسفل از آن کنند که ایمان بر دآمد کفر او قوی بود عمل نکرد و از عذاب
عزت تر باشند تا از حق خبر یابد اما کافر را ایمان بر او نیامد کفر و ضیعت است بکثر عذاب بی باخبر
شود همچنانک میرسد که بر او گرد باشد و گویی که بر او گرد باشد میرز را یک کس بیفتاند
اما قالی را چهار کس باید تا سخت بیفتاند تا گرد از او برود و آنچه دوزخیان می گویند فیضیا
هلینا مله ز فکمه الله، حاشاک طعما و شرا بها خواهند یعنی از آن چیز که شمایان
و بر شمای تابد بر این فیض کنند،

قرآن مجموع و سیست چنانکه چادر او کشی او روی تو ننماید آنک از این بحث می کنی و ترا

له حاشیه که چیکا،

ذو ستم و کشتی نمی شود آنست که چادر کشیدی ترازو کرد و با تو مکر کرد و خود را بتوزشت نمود
یعنی من آن شاہد ہستم اوقات درست خود را بہر صورت کہ خواہد بناید اما اگر چادر نہ کشی در عاصی
او طلبی و برومی کشت اورا آب و می از دور خدمتہای او کنی بسیار و در آخر رضاے
اوست در آن کوشی بے آنکہ چادر بہ کشتی بتور و سے بناید اہل حق را طلبی کہ داخلی فی
عبادی و داخل جنتیؑ

حق تعالی بہر کس سخن نگوید بچہا یک پا و شاہان دنیا بہر حوالہ سخن نگوید وزیر سے و
نابے نصب کردہ اند تارہ پیا و شاہان ازیشان برہنہ حق تعالی ہم بندہ راگزید تا ہر کہ
حق طلب کند در او باشد وہم انبیا برای این آمدہ اند کہ ریسراں جزایشان نیستند،

فصل

سئل عیسیٰ علیہ السلام یا رب اللہ ای شیخ اعظم و اصحاب فی الدنیا و الاخرۃ
قال غضب اللہ قالوا و ما بنی عن ذلک قال ان تکلم غضبت بکظم غیظک
طوبی ان بود چون نفس خواہد کہ شکایت کند خلاف او کند و شکر گوید و مبالغہ کند چندان کہ در
اندرون خود محبت او حاصل کند زیرا کہ شکر گفتن بدرود رخ از نہ محبت جستن است،

اے "میرے بندوں میں داخل ہوا، اور پھر میری جنت میں داخل ہو جا" (فجر)

اے نومی دفتر ہم، عنوان، سوال کردن شخصے از عیسیٰ علیہ السلام الخ

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیا ر سر چیت در ہستی ز جملہ معب تر

گفت اے جان معب تر ختم خدا کز تہاں دو زخ می لرزد و چوما

گفت از آن ختم خدا چہ بود امان گفت کظم ختم خویش اندر جہاں

چنین می فرماید مولانا می بزرگ قدس اللہ سرہ کہ الشکایۃ عن الخلق شکایۃ عن الخاف
 فرمود دشمنی و غیظ و غضب تو بر تو پنهان است همچون آتش چون دیدی کہ ستاره جست آزا
 کبش تا بعدم باز رود از آنجا کہ آمده است و اگر مدد کنی بکسرت جو ابی و لغت مجازاتی رہ باید
 و از عدم دگر روان شود و دشوار توان آزا بعدم باز فرستادن اِنْفَعُ بِاَنْتَیْ حَیْ اَحْبَطُ
 تا قدر عدد و کر ده باشی از دو وجه یکی آنکہ عدد گوشت و پوست او نیست اندیشہ و نیست چون
 دفع شد از تو بسیار می شکر ہر آئینہ از و نیز دفع شود کی طبعاً انسان عبید کلاحت
 و در دم چون فائدہ نہ بیند چنانکہ کودکان یکی را بندہ می خوانند او دشنام می دہد
 ایشان را رغبت زیادت می شود کہ سخن ماعمل کرد و اگر تغیر نہ بیند و فائدہ نہ بیند
 میلشان نمائند و دوم آنکہ جو این صفت عفو در تو پیدا آید معلوم شود کہ مذمت و درود
 کزدیدہ است او ترا چنانکہ توئی نہ دیدہ است معلوم شود کہ مذموم او است
 نہ تو، و ہر سچ و حق را بخل ترا از آن نکند کہ در دروغ او ظاہر شود پس تو بستانش در شکر
 او را ز ہر میدہی زیرا کہ اظہار نقصان تو می کند تو کمال خود ظاہر کردی کہ محبوب حتی
 کہ و العافین عن الناس ﷺ بحسب الحسنیۃ محبوب حق ناقص نباشد چندان شش بستائی کہ
 یاران او بگمان افتد کہ مگر با ما بغاقت کہ با او شش چندان اتفاقت
 بر کن برقی بستانش گرچہ سبقتند لیکن بحکم گردنشان گرچہ گردند
 و فتناء اللہ بہذا،

لے اس کو بہتر طریق سے دور کرو (حم، سجدہ، ع ۵)
 لے لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے، اور خدا ایک کاردن کو دوست رکھتا ہے
 (آل عمران، ع ۱۴)

فصل

میان بنده و حق حجاب ہمین دوست و باقی عجب ازین ظاہری شوند و آن صحت است
و مال آنکس کہ تن قدرست می گوید خدا کو من نمی دانم و نمی بینم و ہمین کہ بخش پیدا شود آغاز می کند
یا خدا یا الله و با حق ہمراز و ہم سخن می گردد پس دیدی کہ آن صحت حجاب او بود و حق زیر
آن در و پنهان بود، چند آنک آدمی را مال و نوال هست اسباب مرادات میبای کند
و شب در درز بآن مشغول است پسین کہ بی نوازشش رو نمود، نفس ضعیف گشت
و گرد حق گردد،

ستی دہی دشت آذر و بمن من بنده سستی دہی دہی تو
حق تعالی فرعون را چهار صد سال عمر و مملکت و پادشاهی و کام رودائی داد و آن
عجب حجاب بود کہ او را از حضرت حق دور می داشت یک روزش بے مرادی در دسر
ند او تا بماد کہ حق را یاد کند گفت تو میرا خود مشغول می باش و مرا یاد کن سے
از مملکت سیر شد سلیمان و ایوب نگشت از بلا سیر

فصل

فرمود اینکہ می گویند کہ در نفس آدمی شرے هست کہ در حیوانات و سباع نیست،
نه از آن دوست کہ آدمی از ایشان بدترست از آن دوست کہ غمے بد و شر نفس و شومیها
کہ در آدمی است بر حسب گوهر خفیت کہ در دوست کہ این اخلاق و شومیها و شر حجاب
آن گوهر شده اند چند آنک گوهر نفیس تر و عظیم تر و شریف تر حجاب او بیشتر، پس شومی

و مشرو اخلاق بد آدمی سبب حجاب آن گوهر بوده است و رفع این حجب ممکن نشود و از
 مجاہدات بسیار و مجاہد با با نواعست و عظم مجاہدات آیمختن ست بایارانی که روی بحق
 آورده اند و ازین عالم مراض کرده اند هیچ مجاہدہ سخت تر از آن نیست کہ بایاران صالح
 نشینند کہ دیدن ایشان گدازش و فنائے آن نفس است و از این ست کہ می گویند چون
 مار چهل سال آدمی نہ بیند اثر دہا شود یعنی کس را نمی بیند کہ سبب گدازش شد و شومی او شود
 ہر جا کہ قفل بزرگتر نہند دال بر آن ست کہ آنجا چیزی نفیس و شین بہت و این کہ بہر جا
 حجاب بزرگتر گوہر بہتر خفا نک مار بر سر گنج ست تو زشتی مار را مبین او نقاب ست
 است گنج را بین

انتقائے کمال میل غیر ست بوی و ہمارہ میل کمال خود بود نہ بقصان کمال شد
 کمال سہتہا ست و تجویز نقصان بروی سبب کمال و مصالح عالم و بطالت جہان ست
 و تجویز عدم البطل العالم مزہ را تصور میکنی و کیفیت وحدہ دہے می طلبی مزہ می برو پس
 تو کیفیت و تصور فعل اللہ کنی و تصور اللہ کنی ندانی کہ مزہ ات حاصل نشود و ہرگز آن
 صورت و آن خیال اللہ نباشد یعنی طالب دعا شق مامی باش و ترک تخیل و تصور
 وحدہ و کیفیت و احوال کن جبہ اللہ تا ترا کمال حاصل شود و سر دیای تو کہ درد
 می کند چون گفت دان کہ از سر دیگر بگردن میرود و ز جو شش عشق تا دیگر تا از خود بی خبر
 نشوی از ما خبر نشوی در ہر صفتی از صفات اللہ تا صفات از حیات و غیرہ می و یافتہ است
 و نحو مشرعی و خلائی روشنی و اشتقاق تازی طلبی برو جہ کہ اہل آن نکتہ ترا روشن
 باشد چون در شرح و استکشاف آن روز بگزیند و سالما در آن بانہی بہج ترتیب ہن
 پیردازی بوی مشک آن حالت خوش بہم جہان رود و ہمہ کس ترا با قدر و با شرف دانند

وہوہو آن یک کلمہ جو بای الہ باشی دبا ذوق باشی دبا ہمہ انواع علوم در آن لحظہ بالہ باشی کہ ہر کدام را در آن لحظہ یاد کنی مدار سئلہ وغیرہ

ترا آن تیزی و زیرکی در آن حالت پدید آید کہ ہمہ کلمہ یکیت و ہمہ رنگ رنگ روح دارد اگر در آن یک کلمہ بی الہ و بی ذوق باشی و ہمہ انواع علوم در آن حالت بے ذوق باشی ذوق و غلبہ و اکرام آن ست کہ خلق خود در ابدان رنج رسانی و بدان صفت و حالت کنی کہ روح ہامی دیگر را بر باید از حالت ایشان و آن کنار و آن باد ہای پریشان فراموش شود و ناپدید شود در آن روشنی حالت چنانک ستارگان در روشنائی ہزار ہا روز، لاجرم آن روشنائی تو ایشان را بنماید گویند زہے دانا وزیرک اکنون شتاب کن و عمر بدین کوتاہی را در چند کلمہ پایان بر ورنجا و کتاب علمہا ترا شود، گر نہ آئیم ہیج می توانی حق را تمیدے کنی از نا آمدن خود ہا اگر بیائی بہت خود می آئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم قوله تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا، فرو شمر و نعمتہا و دو وعدہ ہر مصطفیٰ علیہ السلام اول آنک درے کہ می کو بی باز کردم کہ دعا ہاے تو پیش ما مستجاب است دوم لیغفلک اللہ مغفرت آمرزش کہ نشانہای دوستیت کہ ہر کرا دوستداری گناہ او ترا گناہ ننماید، و عیب او ترا عیب ننماید این ست سر مغفرت سیم و بیتم نعمتہ تمامی نعمت بیان خصوصیت دوست زیرا دلیل کند کہ بعضی نعمتہا تمام نیافتہ اند پس او از ایشان خاصتر باشد و راہ یافتہ تر و بحقیقت حق رسیدہ تر و بحق قائم تر چهارم و بیغفلک اللہ نصیاً عنہ بزرگ، دلیل سلطنت و ولایت کند و این ولایت کد است

سے "اسے پیغمبر ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی" (فتح مع ۱)

قوت نظرست کہ ہر چیز را از حق بنید چنانک ابرائیم قدم در آتش نهاد، و چون موسی خدا
بر دریا نهاد و چون سلیمان حکم بر آفتاب کند و چون نوح حکم بر طوفان کند و چون داود
آہن خیر کردن گیرد و کوہ را منقش ساختن گیرد و چون عیسیٰ بر اوج جوی حکم کردن
گیرد و چون محمد طبقات سموات را بعراج و دیدن گیرد و گزشتن و امثال این را شمارست
چون ہمہ را امور و بندہ حق دانستند و امر کی حق دیدند ہمہ سحر ایشان بودند و ایشان سحر
حق و قولہ تعالیٰ لیغفلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر.

این عطا گوید چون مصطفیٰ علیہ السلام در معراج بدرخت سدۃ العنسیٰ رسید کہ بالا
عزست و مقام و آیشاہ جبرئیل است و از آنجا نش بگذر ایند جبرئیل کہ ہمراہ او بود قدم باز
کشید گفت یا خدیج جبرئیل مرا رہ کردی در این موضع با ہیبت تنہا حق تعالیٰ اعتبار فرمود
و خدا آمد کہ درین دوسہ گام با او چنین الفت گرفتی مراد ازین گناہ کہ لیغفلک اللہ
آن گناہست یعنی از تو آن الفت را پاک کردیم، و از غیر مستغنی کردیم،

ابن عطاوی گوید انبیاء و اولیاء را گناہ مبتلا کرد تا بحضرت نالیدند آنکہ ایشان را پیامبر
اما مصطفیٰ را (علیہ السلام) بعلت اسی عنایت اذان حالت مستور داشت کہ لایہ کند و را
گناہی کرن بلکہ پیشین و پسین را عفو کرد و نام نایر دہ کہ آن گناہ ہیبت عرض ازین توبہ
عزت است بالای دیگران بود این عطا گفت کہ بخشدیم تو گناہ مقدم را یعنی زلت
آدم را و اما تاخر یعنی گناہان است را کہ امید تو دارند کہ رہبر ایشان معقود آفت
کہ اولیان و آخرین را وصول نیست الا توبہ،

و گویند استغفار پیغمبر علیہ السلام در ہوشیاری بود از حالت مستی و بعضی گویند
بلکہ در حالت مستی استغفار کرد و از حالت ہشیاری و بعضی گویند در ہر دو حالت مستغفر

بود ویرا که نظر او بر حق بود و سکر و صحو نسبت با بندگان ست که قابل تلووند نسبت بحضرت نه
سکر ست و نه صحو پس چون ناظر حق بود از هر دو مستغفر بود در قضا بودی و شرح را
روح و قلم تواند کردن مگر آن روح که صفت خداست نامش روح ست و در حقیقت
صفیت بی نهایت ،

خلق را زیر گنبد دوار چشمها در و دیدنی بسیار
مگر عنایت در رسد و محل عسیر عند الله یسیر این چندین خبر ها که
دیدیم اگر بوقت طفولیت با گفتند اسکان فهم کردن نبودے

رضیت بما قسم الله لی و فوضت امری الی خالق
لقد احسن الله فیما مضی کذلک یحسن فیما بقی

این چندین هزار چیز ها را که نمود از آثار پا کان شکر آن می گذاریم که شکر سبب
مزید است انشاء الله تعالی و یتیم نعمت علیه که تمام نعمت ملک محبت است اول توفیق
طلب محبت بودی محبوب شدی تابع رسل بودی متوکل شدی محتاج بودی
مبعور شدی از سیاه و سپید خلاص یافتی سلطان سیاه و سپید شدی ذاکر بودی
مذکور شدی بر منار ها و محرابها و سکها

قوله تعالی و یبید یدک صراطا مستقیما یعنی آن راه که بحق رساند و ینصک
الله نصرنا عن ینزلهم بر شیاطین جن و دوسواس منصور شدی و هم بر شیاطین انس
که کفارند نصرنا عزیزا چنان منصور نی که خوف باشد از زوال دولت قوله تعالی و انزل
السکینه سکینه آن بود که از دل بصیرت ظاهر شود سکینه آن بود که آن چه نذر و از اسباب
چنان داند که دارد از غایت اعتماد بعضی گویند سکینه آن باشد که چنانک ظاهر چیزها فرق

می کند باطن چیز را را فرق کند قوله تعالیٰ لیسئلنّادوا ایما تأیینی درویشان نورانیما
روز بروز سبزه را بدین چون ماه و بیست جنود السموات والارض جنود سموات
لاکله اند و از آن زمین غازیان و مجاهدان نفس بعضی گویند لشکرهای آسمان و لها اند
و از آن زمین قابله اند بعضی گویند ششیا طین هم لشکر است خواهد آزا غالب کند
خواهد این را،

و قوله تعالیٰ انما اسئلک شاهداً گواه توحید بقول فعل و بحال شاهد بقوله و شاهد
بفعله و شاهد بحاله و معشاً یعنی با مرزش و تدبیراً ترساننده از بدعت و مغلالات بدستوری
حق بشیرست و ندیزنه بهوائے خود و قوله تعالیٰ لتؤمنوا بالله تاراست گورار است گو
دانند و حقست و آرا من گرامی و حرمت داشتیم شما هم حرمت دارید هم بخدمت
هم بزبان با خلق صفت کردن بندگی او و قوله تعالیٰ ان الذین یبایعوننا
آنها که با تو دست پیمان می گیرند با خداست پیمان می گیرند یعنی بشریت در تو عاریت
است واسطه عاریتی را بی واسطه باید دیدن و قوله تعالیٰ ید الله فوق این بمعنی یعنی در
این بیعت منت خدا می راست بر ایشان نه ایشان را بر خدا می بعضی گویند بعضی بیعت ایشان
و قوت ایشان زیر قوت حق است اگر در کارشان نیامور دے در کار نیامدند
که لاحوال و لا قوت.

و قوله تعالیٰ و لعلکم جال مؤمنون، سهیل گفت رضی الله عنه مومن برستی
آن کس است که از نفس و دل خود غافل نیست و حبت و جوی کند احوال خود را که
فلان وقت چه کردم و چون شدم و چون تغییر می پذیرد آری کند چنانک بلای بر زمین بیاید
از ماه گرفتگی و آفتاب گرفتن و زلزله زمین و سیخ و باران و عوفای طغ و با و غیر آن

اہل زمین حقیقت دانند کہ آن از گناہ ایشانست بزاری آید و مومن نیز چون نورعین را کم بیند و آب چشم را خشک بیند و دباوی دل بیند کہ اوقات او مردہ است در زاری آید، بلکہ آن بلا ہای دنیا نشان فراق حق نیست و این تغییرات و بلا ہا در دل نشان فراق حقست، پس در نقصان زیادت بیند و در زیادت نقصان بیند چنانکہ دیگران از نقصان دنیا ترسان باشند او از زیادت دنیا ترسان باشد و از اندک تغیر دل و لغزت دل از طاعت و بے فائدہ دیدن طاعت ترسان باشد زیرا کہ اندک بسیار را بکشد،

قوله تعالیٰ اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الخبیثۃ یعنی متابعت نفس کنند در آزار مومنان از حد ایمان ایشان کہ ما را منخص می کنند عیش خویش و ما را یاد می دهند از عاقبت و بدانند کہ ایشان منخص نمی کنند عیش را بیک می خواهند کہ این عیش را با عیش پیوستہ دایم پیوند اند چنانکہ شخصی از کسے جاہل گندم بستاند بستم و بکار دازد بہر او تا منقطع نشود قوت او و فریادی کند کہ چہ ظلمست، ؟

فرمود کہ انگشتی آہنی کہ در وی نام بادشاہ را نقش کردہ بودند با انگشتی زرین سادہ گفت کہ ترا چنین نقش ہاست ؟ گفت نی، گفت پس من بہتر از تو باشم انگشتی زرین گفت کہ نام تو چیست ؟ گفت آہن، گفت آن نقش ترا از آہنی رہانید ؟ گفت نے، گفت مرلایں بی نقش از ذات وتری معزول کرد، گفت نے، گفت پس بتشین و تو تصور

می کن کہ گفتہ کر است وغبین با کیست، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب،

ومن کلامہ، اوصکم بتقوی اللہ فی السراء والعلا نیہ، وبقلۃ الطام وقلة النام
وقلة الکلام وھجرة من المعاصی، والا ثام وشتاک التسمعات علی الدوام واحتمال
الجفام من جمیع الانام والمواظبة علی الصیام ودام القیام وشتاک المجالسة بالسفہاء والیام
من العوام ومصاحبة الصالحین والکرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی ہذا الوصیة
لا تکلونوا فی قید دولة وفضیلة ولكن کونوا فی قید ان یقیم اللہ قلوبکم،

مصنف ابن ابی شیبہ

لمختصر

شیخ مصنف کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصنف قیمت ۸۰ صفحات ۱۱

پیلا امن

موسیو پرنسپال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات در بارہ امن عالم اخوت
انسانی و غون آشی و دل یورپ کی ترجمانی ہے اس کے بعد مولوی صاحب
موصوف کا تبصرہ ہے جس میں انھیں مسائل پر تجلیل اور تائید کی تعلیمات کی
تفصیل ہے اردو میں بالکل نئے خیالات میں حجم ۸۱ صفحہ قیمت ۸۰

تصوف اسلا

اسلامی تصوف کا عطر اقدار صوفیہ کے حالات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ
لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۱۲۸ صفحہ قیمت ۸۰

منہج المصنفین عظیم

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔
